ایک خوفناک معیاری ناول
معصوم بلائیں
مسعود جاوید

# پیش لفظ

خوف و دہشت کے موضوع پر ایک انوکھی اور منفرد طرز کی کہانی ”معصوم بلائیں“ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ ساری کہانی چند گڑیوں اور پتلوں کے گرد گھومتی ہے جو بظاہر خوبصورت کھلونوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں لیکن درحقیقت وہ انسانی جانوں کا خون کرتی ہیں۔

ڈاکٹر شاہد کو جب پہلی بار اس قسم کی لاش سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ لاش کی کیفیت دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے پہلے وہ کسی ایسی لاش سے دوچار نہیں ہوا تھا جو مرنے کے بعد بھی محیرّ العقول تاثرات دکھائے۔ پھر یکے بعد دیگر دو چار اور لاشیں ہسپتال پہنچ جاتی ہیں۔ تمام لاشوں کی ایک ہی کیفیت دیکھ کر اس کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں۔

اس دوران ہسپتال کی ایک خوب صورت نرس شیلا بھی اپنی چھوٹی بہن کے لیے ایک گڑیا خرید لاتی ہے۔ اب اسے کیا معلوم کہ وہ ایک دیدہ زیب اور دلفریب گڑیا کے رُوپ میں اپنے لیے موت خرید لائی ہے۔ اور آخر کار وہ گڑیا موقع پا کر اُسے ایک بھیانک موت کا مزا چکھاتی ہے۔

اب ناول پڑھیئے اور اپنی رائے سے ضرور نوازیئے۔

ادارہ

# شیلا کی ڈائری سے ایک ورق

۸ نومبر...... مجھے خوشی ہے کہ میں اپنے بے ہودہ خیالات پر قائم نہیں رہی۔ رانی ایک حیرتناک عورت ہے۔ یقیناً کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ رانی ان تمام انسانوں سے بالکل مختلف ہے جن سے آج تک میری ملاقات ہوئی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوتی ہوں۔ تو زندگی بالکل مختلف ہو جاتی ہے جب میں وہاں سے رخصت ہوتی ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حسین طلسمی محل سے نکل کر ایک انتہائی بھدی خشک دنیا میں آ گئی ہوں کل سہ پہر میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اسپتال سے سیدھی رانی کے پاس جاؤں گی جیسے ہی میں نے یہ پختہ ارادہ کیا مجھے محسوس ہوا گویا دماغ پر چھایا ہوا ایک بادل ہٹ گیا ہے۔ اس وقت میں اس قدر بشاش اور مسرور تھی کہ ایک ہفتے سے ایسی کیفیت نہ ہوتی تھی۔ جب میں دکان میں داخل ہوئی تو سفید لڑکی نے...... جس کا نام چمپا ہے...... میری طرف اس طرح نظر جما کر دیکھا گویا وہ ابھی رو پڑے گی وہ انتہائی عجیب گھٹی گھٹی آواز میں بولی...... "یاد رکھنا کہ میں نے تمہیں بچانے کی کوشش کی ہے۔"

یہ بات اس قدر عجیب معلوم ہوئی کہ میں ہنس پڑی اور ہنستی رہی۔ اس وقت رانی نے اندرونی دروازہ کھولا اور جب میں نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور اس کی آواز سنی تو میں سمجھ گئی کہ میں کیوں اس قدر بے فکر اور خوش تھی...... ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک انتہائی خوفناک محاصرے سے نکل کر میں اپنے گھر واپس آ گئی...... اپنے احساس کو صرف اسی طریقہ سے میں بیان کر سکتی ہوں مجھے یہ عجیب احساس ہوتا ہے کہ کمرہ بھی اتنا ہی زندہ ہے جتنا کہ رانی...... یعنی کمرہ خود رانی کا ہی ایک حصہ ہے یا رانی کے اس حصے کا ایک حصہ ہے جو اس کی آنکھوں ہاتھوں اور آواز پر مشتمل ہے رانی نے مجھ سے یہ نہ پوچھا کہ میں کیوں اب تک نہیں آئی تھی۔ وہ گڑیا نکال کر لے آئی۔ یہ گڑیا اب پہلے سے بھی زیادہ حیرت ناک ہے ابھی رانی کو اس گڑیا میں کچھ اور کام کرنا باقی ہے۔ ہم دونوں بیٹھ گئے۔ اور باتیں ہونے لگیں۔ اچانک رانی نے کہا...... میں چاہتی ہوں کہ تم کو ایک گڑیا بنا دوں...... میری عزیزہ!...... ٹھیک ہی الفاظ تھے اس کے اور ایک ساعت کے لئے مجھے ایک خوف کا احساس ہوا کیونکہ مجھے اپنا خواب یاد آ گیا اور میں نے دیکھا کہ میں آئینے کے اندر پھڑپھڑا رہی ہوں۔ اور باہر نکلنے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن فوراً ہی میں نے محسوس کیا کہ یہ تو رانی کی گفتگو کا ایک خاص انداز ہے ورنہ حقیقت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک گڑیا بنانا چاہتی ہے جو شکل و صورت میں میری طرح ہو۔ لہٰذا میں ہنس پڑی اور بولی...... "ہاں ہاں...... تم چاہو تو میری طرح کی گڑیا بنا سکتی ہو رانی" میں اکثر سوچتی ہوں کہ وہ نہ جانے کس قوم کی ہے۔

میرے ساتھ وہ بھی ہنس پڑی۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ کشادہ اور روشن ہو گئیں۔ وہ تھوڑا سا موم نکال لائی اور میرے جیسا ایک سر بنانے لگی۔ اس کی حسین لمبی انگلیاں تیزی سے کام کر رہی تھیں جیسے ان میں سے ہر ایک انگلی خود ایک فن کار ہو۔ میں مسحور کن حالت میں ان کو دیکھتی رہی۔ مجھے نیند سی آنے لگی...... غنودگی ہر ساعت بڑھتی گئی...... اور زیادہ...... اور زیادہ...... رانی بولی۔ عزیزہ!...... میری تو خواہش یہ تھی کہ تم اپنا لباس اتار ڈالتیں اور مجھے اپنے پورے جسم کا نمونہ بنا دینے کا موقع دیتیں۔ شرمانے کی بات نہیں۔ میں تو ایک بوڑھی عورت ہوں...... مجھے ذرا بھی پس و پیش نہ ہوا۔ اور میں نے غنودگی میں اس پر عمل کیا۔



# معصوم بلائیں

میں ہسپتال کی سیڑھیوں پر چڑھ [illegible] کسی نے رات کا ایک بجایا۔ عام طور پر اس وقت مجھے اپنے بستر پر گہری نیند [illegible] ہیے تھا۔ لیکن آج کل ہسپتال میں ایک ایسا مریض موجود تھا جس سے مجھ [illegible] تھی اور کمار نے جو کہ میرا ماتحت تھا مجھے ٹیلیفون پر [illegible] مخصوص تبدیلیوں کی اطلاع دی تھی جن کا مشاہدہ کر [illegible] یہ اوائل نومبر کی ایک رات تھی۔ سیڑھیوں کے اوپر پہنچ کر میں ستا [illegible] دیکھنے کے لیے ایک منٹ کے لیے رک گیا ٹھیک اسی وقت ہسپتال کے د [illegible] آکر ٹھہر گئی۔

میں وہاں کھڑا ہوا یہ سوچ رہا تھا کہ اس وقت کسی کار کی آمد کا کیا مقصد ہو سکتا ہے کہ اسی لمحہ ایک شخص عجلت سے کار میں سے برآمد ہوا۔ اس نے سنسان سڑک پر تیزی سے ادھر ادھر دیکھا اور دروازے کو پوری طرح کھول دیا۔ ایک اور آدمی باہر نکلا یہ دونوں جھک گئے اور ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کار کے اندر ادھر ادھر کچھ ٹٹول رہے ہیں اس کے بعد وہ سیدھے ہو گئے اور اس وقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے بازوؤں کو ایک تیسرے شخص کے شانوں کے گرد جکڑ لیا تھا وہ آگے بڑھے اس طرح کہ ایک تیسرے آدمی کو سہارا نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ اس کو اٹھائے ہوئے تھے۔ اس کا سر اسی کے سینے پر جھکا ہوا تھا اور اس کا جسم نرم و بے جان طریقہ پر لٹکا ہوا ادھر ادھر ہل رہا تھا۔

کار میں سے اب ایک چوتھا آدمی برآمد ہوا۔

Pakistanipoint Waqar Azeem

میں نے اس کو پہچان لیا۔ یہ جلال تھا...... دنیائے جرائم کا ایک مشہور سردار...... نا جائز شراب سازی کا بے مثال ماہر...... لوگوں نے کئی مرتبہ اشارہ کر کے میری توجہ اس کی طرف منعطف کی تھی۔ ویسے بھی تو اس کی شکل وصورت سے مجھے متعارف کرانے کیلئے اخبار ہی کافی تھے۔ وہ ایک دبلا پتلا دراز قامت انسان تھا۔ اس کے چاندی جیسے سفید بال ہمیشہ احتیاط سے سنوارے ہوئے نظر آتے تھے اور اس کا لباس ہمیشہ اعلیٰ اور بے عیب ہوتا تھا اپنی شکل وصورت سے وہ ان سرگرمیوں کا رہنما نظر نہ آتا تھا جن کا الزام اس پر لگایا جاتا تھا البتہ بظاہر وہ ایک عیش پسند انسان معلوم ہوتا تھا۔

میں سب کی نگاہوں سے محفوظ ایک طرف تاریکی میں کھڑا ہوا تھا۔ اندھیرے کو چھوڑ کر میں باہر نکلا فوراً ہی بوجھ اٹھائے ہوئے دونوں آدمی شکاری کتوں کی طرح تیزی سے رک گئے ان کے آزاد ہاتھ ان کی جیب میں ڈوب گئے ان کی اس حرکت میں دھمکی کا انداز تھا۔

"میں ڈاکٹر شاہد ہوں"۔ میں نے عجلت سے کہا۔ "اسی ہسپتال سے متعلق ہوں۔ آپ لوگ آگے چلے آئیں۔"

انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا۔ ان کی تیز جمی ہوئی نظر میری طرف سے ایک ساعت کے لیے بھی نہ ہٹی نہ انہوں نے کوئی حرکت ہی کی۔ جلال قدم اٹھا کر ان کے آگے آگیا۔ اس کے ہاتھ بھی جیب میں تھے۔ اس نے گہری نظر سے میرا جائزہ لیا۔ اور اس کے بعد دوسروں کی طرف سر کا اشارہ کیا جس کا واضح مفہوم اطمینان کرنا تھا۔ مجھے اعصابی کشیدگی میں کمی محسوس ہوئی۔

"میں آپ کو جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب" وہ خوشگوار لہجے میں صاف ستھری انگریزی میں بولا۔ "لیکن اس وقت آپ نے جو کچھ کیا وہ کافی خطرناک تھا۔ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں یہ مشورہ دوں گا کہ جب ایسے لوگ آپ آتے دیکھیں جن کو آپ نہیں جانتے تو آپ کا اس قدر تیزی سے حرکت کرنا مناسب نہیں...... خصوصاً رات کے وقت...... اس علاقے میں!"

"لیکن میں تو آپ کو جانتا ہوں مسٹر جلال۔" میں نے کہا۔

"اس صورت میں تو آپ کا یہ اقدام اور بھی زیادہ غلط تھا۔" جلال نے ہلکے تبسم سے کہا "اور میرا یہ مشورہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔"

ناگوار خاموشی کا ایک لمحہ حائل ہو گیا۔ اس خاموشی کو خود جلال نے شکست دی اور



"اور میں جو کچھ ہوں اس کے مد نظر غالباً یہ کہنا بجا نہ ہو گا کہ یہاں دروازے کے باہر لی بہ نسبت میں کمرے کے اندر کی فضا میں زیادہ سکون پا سکوں گا۔"

میں نے دروازہ کھول دیا۔ اپنے بوجھ کو اٹھاتے ہوئے وہ دنوں آدمی اندر پہنچ گئے۔ اور ان کے بعد جلال اور میں اندر داخل ہو گئے۔ اندر آتے ہی میں نے خود کو اپنی پیشہ ورانہ بلیات کے سپرد کر دیا۔ اور اس شخص کے پاس پہنچا جس کو وہ دونوں اٹھائے ہوئے تھے۔ انہوں نے سرعت سے ایک نظر جلال کی طرف ڈالی۔ جلال نے سر سے اثبات میں اشارہ لر دیا۔ میں نے اس بے حس و حرکت شخص کا سر اوپر اٹھایا۔

میرے جسم میں ایک خفیف سی سنسنی دوڑ گئی۔ اس شخص کی آنکھیں چوپٹ کھلی ہوئی تھیں۔ وہ نہ تو مردہ تھا۔ نہ بے ہوش۔ البتہ اس کے چہرے پر خوف و دہشت کا ایک ایسا انتہائی غیر معمولی عالم طاری تھا جو کہ میں نے صحیح دماغ۔ پاگل یا درمیانی قسم کے مریضوں ے طویل تجربے میں آج تک کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ خوف محض یا خاص دہشت ہی نہ تھا۔ اس میں شدید ترین نفرت و استکراہ کا خوفناک امتزاج تھا۔ سیاہ آنکھیں جن کی پتلیاں پھیلی ہوئی تھیں ان جذبات کی نمائندہ نظر آتی تھیں، جو کہ اس چہرے پر منقوش تھے۔ یہ آنکھیں اوپر میری طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھ رہی تھیں اور ان سے نکلنے والی نظریں میرے جسم کے درمیان سے گزر کر میرے آس پاس دیکھتی محسوس ہوتی تھیں...... لیکن اس کے باوجود خود اس شخص کے جسم کے اندر کی طرف بھی نگراں معلوم ہوتی تھیں۔ گویا جو ہولناک خواب کا سا منظرہ دیکھ رہی تھیں وہ ان کے سامنے بھی تھا اور پیچھے بھی!

"اف!" جلال نے جو مجھے غور سے دیکھ رہا تھا کہا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں ڈاکٹر شاہد کہ آخر وہ کون سی شے ہو سکتی ہے جو میرے دوست نے دیکھی یا [illegible]ی کو کھلائی گئی اور اس نے اس لی ایسی حالت بنا دی؟ میں انتہائی پریشان و بے تاب ہوں اس راز کو معلوم کرنے کے لیے! اور اس کو جاننے کے واسطے میں بہت زیادہ رقم صرف کرنے پر آمادہ ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ میں جانتا ہوں میرا دوست اچھا ہو جائے لیکن ڈاکٹر شاہد میں آپ کے سامنے صاف گوئی سے کام لوں گا۔ میں اپنی دولت کی آخری پائی تک خرچ کرنے پر تیار ہوں اس یقین کو حاصل کرنے کے لیے کہ جن لوگوں نے میرے دوست کے ساتھ یہ کام کیا ہے۔ وہ ے ساتھ ایسا بھی نہ کر سکیں...... مجھے بھی اس جیسی حالت میں مبتلا نہ کر سکیں گے...... ی آنکھوں کو وہ منظر کبھی نہ دکھا سکیں گے جو کہ یہ شخص دیکھ رہا ہے اور مجھے کبھی وہ چیز ں کرنے پر مجبور نہ کر سکیں گے جو کہ یہ محسوس کر رہا ہے۔"

میرے اشارے پر خدمت گار آگئے تھے۔ انہوں نے مریض کو اٹھایا اور ایک اسٹریچر

پر رکھدیا۔ اس وقت تک اسپتال میں مستقل طور پر قیام رکھنے والا ڈاکٹر بھی آگیا تھا۔ جلال نے میرے بازو کو چھوا۔

"میں آپ کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں ڈاکٹر شاہد" وہ بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ آپ اس مریض کی پوری نگرانی اپنے ذمہ لے لیں۔"

میں نے پس و پیش کیا۔

اس نے ملتجی انداز میں کہا...... "کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ فی الحال ہر دوسرے معاملے کو نظر انداز کر دیں اور اپنا سارا وقت اسی مریض کو عنایت فرمائیں؟...... آپ کچھ اور ڈاکٹروں سے مشورہ لینا پسند کریں تو ان کو بھی بلالیں...... اخراجات کی پرواہ نہ کیجئے......"

"دیکھئے مسٹر جلال" میں نے دخل انداز ہو کر کہا۔ "میرے پاس دوسرے مریض بھی ہیں جن کو فراموش نہیں کیا جا سکتا میں اپنا باقی تمام وقت آپ کے مریض کو دوں گا۔ اور میرے نائب ڈاکٹر کمار بھی ایسا ہی کریں گے۔ آپ کا دوست مستقل طور پر یہاں ان لوگوں کی زیر نگرانی رہے گا جس کو میرا کلی اعتماد حاصل ہے۔ کیا آپ ان شرائط کے تحت اس مریض کو میرے حوالے کرنے پر تیار ہیں؟"

جلال راضی ہو گیا اگرچہ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مکمل، طور پر مطمئن نہ تھا میں نے مریض کو ایک جداگانہ پرائیویٹ کمرے میں بھجوا دیا اور اسپتال کے ضابطہ کی ضروری کاروائی میں مصروف ہو گیا۔ جلال نے مریض کا نام۔ ایس۔ این مکرجی بتلایا۔ اس نے بیان کیا کہ مکرجی کے کسی قریبی رشتہ دار کا اسے علم نہیں۔ اس نے خود کو مکرجی کا قریب ترین دوست لکھوایا اور تمام ذمہ داری اپنے اوپر لے لی۔ اس کے بعد نوٹوں کا ایک بہت بڑا بنڈل نکال کر اس سے ایک ہزار روپے کا نوٹ الگ کیا اور "ابتدائی اخراجات" کے تحت میز پر رکھ دیا۔

میں نے جلال سے دریافت کیا کہ کیا وہ میرے معائنے کے وقت موجود رہنا چاہتا ہے۔

اس نے اس سلسلہ میں اثبات میں جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے دونوں آدمیوں سے کچھ کہا اور وہ اسپتال کے دروازے پر دونوں طرف کھڑے ہو گئے...... محافظین کی طرح...... جلال اور میں اس کمرے میں گئے جہاں مریض کو رکھا گیا تھا۔ خدمت گاروں نے مریض کا لباس اتار دیا تھا اور وہ ایک مشینی چارپائی پر ایک چادر سے ڈھکا ہوا پڑا تھا۔ ڈاکٹر کمار جس کو میں نے طلب کر لیا تھا۔ اس وقت مکرجی پر جھکا ہوا تھا۔ اس کی نظریں مریض کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ نمایاں طور پر ذہنی پیچیدگی میں مبتلا اور



پریشان نظر آتا تھا۔ مجھے یہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ نرس شیلا جو کہ ایک غیر معمولی قابلیت کی ضمیر پرست نوجوان عورت تھی اس مریض کے لیے متعین کی گئی تھی۔ کمار نے میری جانب نظر اٹھائی اور بولا۔

"بظاہر کوئی نشیلی چیز معلوم ہوتی ہے۔"

"ممکن ہے" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اگر ایسا ہے تو...... وہ کوئی ایسی نشیلی شے ہو گی جو آج تک میرے تجربے میں نہیں آئی ہے، مریض کی آنکھوں کی طرف دیکھئے......"

میں نے مکرجی کی آنکھوں کے پپوٹوں کو بند کر دیا۔ جیسے ہی میں نے اپنی انگلیاں اٹھائیں پپوٹے پھر اوپر اٹھنے لگے...... آہستہ آہستہ...... یہاں تک کہ آنکھیں پھر چوپٹ کھل گئیں۔ کئی مرتبہ میں نے ان کو بند کرنے کی کوشش کی وہ ہر مرتبہ کھل گئیں۔ دہشت و نفرت کا عالم ان میں بدستور قائم رہا۔

میں نے معائنہ شروع کیا۔ پورا جسم نرم و بے جان تھا...... عضلات اور جوڑ سب...... بے اختیار ایک تشبیہہ میرے ذہن میں آئی۔ وہ بالکل ایک کپڑے کی پتلی یا گڑیا کی طرح نرم اور لچکیلا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جسم میں ہر ایک عصبۂ عمل بیکار ہو چکا ہے لیکن اس کے باوجود فالج یا لقوہ کی عام مانوس علامات میں سے کوئی موجود نہ تھی جسم میں حیاتی تحریک کا بھی کوئی رد عمل پیدا نہ ہوتا تھا حالانکہ میں نے اعصابی مرکزوں پر کافی ضرب لگا کر دیکھا تھا صرف ایک جسمانی رد عمل جو مجھے مل سکا وہ یہ تھا کہ انتہائی تیز روشنی کی زد میں پھیلی ہوئی پتلیاں ایک خفیف حد تک سمٹ جاتی تھیں۔

علم الامراض کا ماہر ڈاکٹر اشوک خون کے امتحان کے واسطے کچھ نمونے لینے آیا جب وہ یہ کام ختم کر چکا تو میں نے مریض کے سارے جسم پر بڑے غور سے نظر ڈالی مجھے جسم پر ایک بھی سوراخ، زخم، خراش یا مضروب مقام نظر نہ آیا۔ مکرجی کے جسم پر بالوں کی کافی گھنی مقدار موجود تھی جلال کی اجازت سے میں نے اس کے تمام بال صاف کر ڈالے...... سینہ، شانے، ٹانگیں اور سر...... لیکن کوئی ایسی علامت دستیاب نہ ہوئی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ مکرجی کے جسم میں کوئی شے انجکشن کے طور پر داخل کی گئی ہے۔ میں نے اس کا معدہ خالی کرایا اور گندگی خارج کرنے والے حصوں سے جن میں جسم کی جلد بھی شامل تھی کئی نمونے حاصل کئے۔ میں نے ناک اور حلق کی جھلیوں کا معائنہ کیا۔ وہ صحت مند اور فطری حالت میں نظر آتی تھیں۔ اس کے باوجود میں نے ان کی رطوبت کے نمونے جمع کرائے۔ خون کا دباؤ معمول سے کم تھا اور جسم کا درجہ حرارت عام فطری حالت سے ذرا گرا ہوا تھا۔ لیکن ہو سکتا تھا کہ ان علامات کی کچھ بھی اہمیت نہ ہو میں نے ایڈری نالین کا

ایک انجکشن دیا۔ اس کا قطعی کوئی رد عمل ظاہر نہ ہوا۔ اس کا مطلب بہت کچھ ہو سکتا تھا۔

"بد نصیب انسان!" میں نے اپنے دل میں کہا۔ "میں تیری نگاہوں کے سامنے سے اس ڈراؤنے خواب کی کیفیت کو کم از کم ختم کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔"

میں نے انتہائی کم مقدار میں مارفین کا انجکشن لگایا ایسا معلوم ہوا جیسے یہ سب پانی تھا جس کا کوئی اثر ہی نہ ہوا، تب میں نے وہ سب طاقتور دوائیں استعمال کیں جن کی ہمت مجھے ہو سکتی تھی لیکن مریض کی آنکھیں کھلی کی کھلی ہی رہیں...... دہشت و نفرت کی کیفیت میں کوئی کمی نہ ہوئی اور نبض اور تنفس غیر متاثر رہے۔

جلال ان سب کاروائیوں کو گہری دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ فی الحال جو کچھ میں کر سکتا تھا وہ سب کر چکا تھا اور جلال کو بھی میں نے یہ بتا دیا۔

"اب جب تک مجھے مختلف نمونوں کی جانچ کی رپورٹ نہ مل جائے میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔ "صاف بات یہ ہے کہ سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ مجھے کسی بھی ایسے مرض یا ایسی نشیلی چیز کا نام معلوم نہیں جو مریض پر اس طرح کی کیفیات پیدا کر دے۔"

"لیکن ڈاکٹر کمار نے کسی نشیلی چیز کا تذکرہ کیا تھا۔" جلال نے کہا۔

"وہ تو صرف ایک قیاسی تجویز تھی۔" ڈاکٹر کمار نے عجلت سے دخل دے کر کہا۔ "ڈاکٹر شاہد کی طرح مجھے بھی کسی ایسی نشیلی چیز کا کوئی علم نہیں جس کی یہ علامات ہوں۔"

جلال کی نظر مکر جی پر پڑی اور وہ کانپ گیا۔

"اب میں آپ سے چند سوالات کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔" میں بولا۔ "کیا یہ شخص بیمار رہا ہے؟...... اگر رہا ہے تو کیا وہ کسی قسم کی طبی نگرانی میں تھا؟...... اگر وہ واقعی ماضی میں بیمار نہیں رہا تو کیا اس نے کبھی کسی طرح کی بے چینی کا تذکرہ کیا ہے؟...... یا آپ نے کبھی اس کے عادات و اطوار میں کوئی غیر معمولی بات دیکھی ہے؟"

"آپ کے تمام سوالات کا جواب میرے پاس نفی میں ہے۔" جلال نے کہا۔ "مکر جی گذشتہ ہفتے میں مجھ سے بہت زیادہ قریبی ربط میں رہا ہے۔ آج رات ذرا تاخیر سے میں اس کے ساتھ اپنے کمرے میں ایک ہلکا کھانا کھا رہا تھا۔ مکر جی کی طبیعت کافی جولانی پر تھی۔ بات کرتے کرتے ایک لفظ کے بیچ میں وہ رک گیا۔ اس نے سر ایک طرف کو اس طرح تھوڑا سا گھمایا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنی کرسی سے پھسل کر فرش پر گر پڑا۔ جب میں نے جھک کر اس کو دیکھا تو اس کی یہی حالت تھی جو آپ اس وقت دیکھ رہے ہیں۔ واقعہ نصف شب کے ٹھیک آدھے گھنٹے بعد کا ہے۔ میں اس کو فوراً یہاں لے آیا۔"



"ٹھیک ہے" میں بولا۔ "اس سے ہمیں کم از کم یہ معلوم ہو گیا کہ مریض اس حالت میں ٹھیک کس وقت مبتلا ہوا۔ اب آپ کی یہاں موجودگی بیکار ہے مسٹر جلال...... بشرطیکہ آپ کی خواہش نہ ہو۔"

وہ چند لمحات تک غور سے اپنے ہاتھوں کا مطالعہ کرتا رہا اور احتیاط کے ساتھ اپنے تراشیدہ ناخنوں کو ملتا رہا۔

"ڈاکٹر شاہد۔" آخر کار وہ بولا۔ "اگر یہ شخص مر جائے اور آپ یہ معلوم نہ کر سکیں کہ اسے کس چیز نے ہلاک کیا ہے تو میں آپ کو آپ کی عام مقررہ فیس اور اسپتال کو عام اخراجات ادا کروں گا۔ اس سے زیادہ کچھ نہ دوں گا۔ اگر یہ شخص مر جاتا ہے اور آپ اس کی موت کے بعد یہ راز معلوم کر لیتے ہیں تو میں آپ کے تجویز کردہ کسی بھی خیراتی ادارے کو ایک لاکھ روپیہ دوں گا۔ لیکن اگر آپ اس کی موت سے پیشتر یہ راز معلوم کر لیں اور اس کی صحت کو بحال کر دیں تو میں یہی رقم خود آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔"

ہم حیرت سے اس کو دیکھتے رہے لیکن جب اس کی عجیب پیش کش کا مفہوم سمجھ میں آیا تو مجھے اپنے غصہ پر قابو رکھنا دشوار ہو گیا۔

"جلال!" میں نے کہا۔ "تم اور میں مختلف دنیاؤں میں رہتے ہیں۔ اس لیے میں مہذب طور پر تم کو جواب دے رہا ہوں۔ حالانکہ ایسا کرنا مجھے دشوار محسوس ہو رہا ہے میں اپنی تمام قوت صرف کر دوں گا۔ یہ معلوم کرنے میں کہ تمہارے دوست کی حالت ایسی کیوں ہو گئی ہے اور اسے صحت مند کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھوں گا۔ اگر تم اور وہ بھکاری بھی ہوتے تب بھی میں ایسا ہی کرتا اس کی شخصیت سے مجھے صرف اس لیے دلچسپی ہے کہ ایک مریض کی حیثیت سے وہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو مجھے بہ حیثیت طبیب للکار رہا ہے۔ لیکن مجھے تم سے ذرا سی بھی دلچسپی نہیں...... اور نہ تمہاری دولت سے...... نہ تمہاری پیش کش۔ تم اپنی پیش کش کو قطعی طور پر مسترد سمجھو...... آیا تمہارے خیال میں؟"

اس نے کسی برہمی کا اظہار نہ کیا۔

"میں آپ کا مفہوم سمجھ گیا ہوں ڈاکٹر شاہد" وہ بولا۔ "چنانچہ اب میں پہلے سے بھی زیادہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ اس مریض کی پوری ذمہ داری لے لیں۔"

"بہت خوب" میں نے کہا۔ "اب آپ یہ بتائیں کہ اگر مجھے آپ کو یہاں فوری طور پر کسی ضرورت ہو تو آپ کہاں ملیں گے۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ یہاں اپنے نمائندے ہر وقت موجود رہیں۔" اس نے کہا۔ "یہ صرف دو آدمی ہوں گے۔ اگر آپ کو میری ضرورت ہو تو آپ

ان سے بتادیں...... میں فوراً ہی یہاں حاضر ہو جاؤں گا۔"

یہ سن کر میں مسکرا دیا۔ لیکن وہ جواب میں مسکرایا نہیں۔

"آپ نے مجھے یاد دلا دیا ہے کہ ہم مختلف دنیاؤں میں رہتے ہیں۔" وہ بولا۔ "آپ اپنی دنیا میں اپنی حفاظت کی خاطر احتیاطی تدابیر اختیار کرتے ہیں...... اور میں اپنی دنیا کے خطرات کو کم سے کم کرنے کے لیے اپنی زندگی کو ترتیب دیتا ہوں۔ میں یک منٹ کے لیے بھی آپ کو یہ مشورہ دینے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ کہ آپ اپنی تجربہ گاہ کے خطرات کے درمیان کس طرح نقل و حرکت کریں ڈاکٹر شاہد!...... اسی طرح کے خطرات میرے سامنے بھی ہیں...... میں حتی الامکان بہترین طور پر ان سے اپنی حفاظت کرتا ہوں۔"

جلال کی یہ درخواست یقیناً بہت ہی بے قاعدہ قسم کی تھی۔ لیکن اس وقت مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں جلال کے قریب پسند کرنے کی حد تک پہنچ گیا ہوں۔ میں اس کے نقطہ نظر کو وضاحت کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ جلال نے یہ چیز محسوس کی اور اس سے فائدہ اٹھا کر اپنی درخواست پر اصرار کیا۔

"میرے آدمی آپ کے لیے کسی طرح کی پریشانی کا باعث نہ ہوں گے۔" وہ بولا۔ "وہ کسی طرح بھی آپ کے کام میں دخل نہ دیں گے میں جس چیز پر حقیقت کا شک وشبہ کر رہا ہوں۔ اگر واقعی وہ حقیقت ہی ہے تو یہ لوگ آپ کے واسطے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے محافظ ثابت ہوں گے۔ لیکن یہ دونوں آدمی نیز وہ لوگ جو کہ ان کی جگہ لینے آئیں گے اس کمرے میں دن رات رہنے ضروری ہیں۔ اگر مکرجی کو کمرے سے کہیں لے جایا جائے تو میرے آدمیوں کا اس کے ساتھ جانا ضروری ہے خواہ وہ جگہ کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ جہاں مریض کو لے جایا جائے۔"

"کوئی مضائقہ نہیں"۔ میں نے کہا۔ اس کے بعد میں نے جلال کی درخواست پر ایک ایک خدمت گار نیچے دروازے پر بھیجا جب وہ واپس آیا تو اس کے ہمراہ ان لوگوں میں سے ایک آدمی تھا جن کو جلال نے محافظین کی حیثیت سے باہر چھوڑ دیا تھا جلال نے اس شخص کے کان میں کچھ کہا۔ لوزوہ باہر چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد دو اور آدمی اوپر آئے۔ اسی اثناء میں میں نے موجودہ عجیب صورت حال کی تشریح اسپتال کے مستقل ڈاکٹر اور سپرنٹنڈنٹ سے کر دی تھی۔ اور جلال کے دو آدمیوں کے قیام کی ضروری اجازت حاصل کر لی تھی۔

یہ دونوں آدمی عمدہ لباس میں تھے۔ مہذب تھے اور ایک عجیب قسم کی زبان بولتے اور سفاک نظر مستعدی کے مالک تھے ان میں سے ایک نے ایک تیز نظر مکرجی پر ڈالی۔

"خدا کی پناہ!" وہ زیر لب بولا۔



یہ کمرہ عمارت کے ایک گوشے میں تھا۔ اس میں دو کھڑکیاں تھیں۔ ایک کھڑکی ساحلی شاہراہ کی طرف کھلتی تھی اور دوسری کا رخ ایک پہلو کی سڑک کی سمت تھا۔ ان کے علاوہ کمرے میں اور کوئی راستہ نہ تھا۔ سوائے اس دروازے کے جو ہال میں کھلتا تھا پرائیویٹ باتھ روم چاروں طرف سے گھرا ہوا تھا اور اس میں کوئی کھڑکی نہ تھی۔ جلال اور اس کے دونوں آدمیوں نے کمرے کا بڑی غائر نظر سے معائنہ کیا۔ میں نے دیکھا کہ ایسا کرتے وقت وہ کھڑکیوں سے دور ہی رہے اس کے بعد جلال نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا میرے کمرے کو تاریک بنایا جا سکتا ہے۔ ایک گہری دلچسپی لیتے ہوئے میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔ برقی قمقمے گل کر دیئے گئے اب وہ تینوں آدمی کھڑکیوں کے پاس اس چوتھی منزل تک کی زبردست بلندی پر نظریں دوڑانے لگے۔ ساحلی شاہراہ کی سمت پارک کے اوپر کھلی ہوئی فضا کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہ دیا۔ دوسری سمت کے مقابل ایک کلیسا ہے۔

"نگرانی کی ضرورت تمہیں اسی سمت ہے" میں نے جلال کو کہتے ہوئے سنا۔ وہ کلیسا کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ "اب آپ کمرہ روشن کر سکتے ہیں ڈاکٹر صاحب۔"

وہ دروازے کی طرف بڑھا اور پھر رک کر مخاطب ہوا۔

"میرے دشمن بہت سے ہیں ڈاکٹر شاہد۔ مکرجی میرا داہنا بازو تھا۔ اگر ان دشمنوں میں سے ہی کسی نے مکرجی پر حملہ کیا ہے تو اس نے مجھے کمزور کرنے کے لیے ایسا کیا ہے۔ یا شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ اس کو مجھ پر حملہ کرنے کا موقع حاصل نہ تھا میں مکرجی کی طرف نظر ڈالتا ہوں اور زندگی میں پہلی مرتبہ مجھے...... جلال جیسے آہنی انسان کو...... ایک خوف محسوس ہو رہا ہے میں نہیں چاہتا کہ دوسرا حملہ مجھ پر ہو..... میں نہیں چاہتا کہ جہنم کا نظارہ کروں۔"

"میں نے بے اختیار "ہوں" کہہ کر اس کی تائید کر دی۔ بات یہ ہے کہ اس نے بڑی خوبی سے اس چیز کو بیان کر دیا تھا جس کو میں خود محسوس کر چکا تھا۔ لیکن الفاظ میں ادا نہ کر سکا۔

دروازہ کھولنے کے لیے اس نے ہاتھ بڑھایا...... اور رک گیا۔

"ایک بات اور عرض کرنی ہے اگر کوئی شخص ٹیلی فون پر مکرجی کی حالت دریافت کرے تو آپ جواب نہ دیں۔ میرے ان دو موجودہ آدمیوں میں سے کوئی شخص یا ان کی جگہ آنے والوں میں سے کوئی آدمی ٹیلی فون پر بات کر لے گا۔ اگر کچھ لوگ بذات خود مکرجی کی تحقیق حال کے لیے آئیں تو آپ ان کو آنے کی اجازت دے دیں۔ لیکن اگر وہ ایک سے زیادہ ہوں تو آپ ایک بار صرف ایک ہی کو آنے دیں اگر کچھ لوگ یہ دعویٰ لیکر آئیں کہ وہ مکرجی

کے قریبی عزیز ہیں تو اس صورت میں بھی آپ میرے آدمیوں کو ان سے ملنے اور معاملات کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔"

اس نے گرمجوشی سے میرا ہاتھ دبادیا اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ مستعد ہوشیار محافظین کا ایک جوڑا باہر دہلیز پر اس کا منتظر تھا۔ وہ مستعدی و سرعت سے اس کے آگے اور پیچھے ہوگئے۔ جب وہ روانہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ بڑی قوت کے ساتھ قدم اٹھا رہا تھا۔

میں نے دروازہ بند کر لیا اور کمرے میں واپس چلا آیا ایک بار پھر میں نے مکرجی پر نظر ڈالی......

اگر میں مذہبی ذہنیت کا انسان ہوتا تو شاید میں بھی اس منظر کو دیکھ کر دعائیں پڑھنے لگتا۔ مکرجی کے چہرے کا عالم تبدیل ہوگیا تھا۔ دہشت و نفرت غائب ہو چکی تھی۔ اب بھی وہ میرے جسم کے اس پار اور خود اپنے جسم کے اندر کی طرف بیک وقت دیکھتا نظر آتا تھا لیکن اب اس کی نظروں میں ایک ایسی کیفیت تھی جس کو ایک "شیطانی اشتیاق" کہا جا سکتا ہے اور یہ کیفیت اس حد تک شیطانی محسوس ہوتی تھی کہ بے اختیار میں نے مڑ کر اپنے شانے کے اوپر سے ایک نظر ڈالی یہ معلوم کرنے کے لیے کہ پشت کی طرف سے کون سی ہیبت ناک شے میری طرف دبے پاؤں رینگتی آرہی ہے۔

لیکن وہاں کوئی چیز موجود نہ تھی۔ جلال کا ایک آدمی کھڑکی کے گوشے کی تاریکی میں بیٹھا ہوا سامنے کلیسا کی چھت کی فصیلوں کو تک رہا تھا۔ دوسرا آدمی مستعدی سے دروازے پر جما ہوا تھا۔

ڈاکٹر کمار اور نرس شیلا مریض کی چارپائی کی دوسری طرف تھے ان کی آنکھیں خوف آلود دلکشی و محویت کے ساتھ مکرجی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں...... اسی وقت میں نے دیکھا کہ کمار نے رخ بدل کر اپنے پیچھے کی طرف نظر ڈالی اور کمرے میں ادھر ادھر دیکھا...... ٹھیک اسی طرح جیسے میں نے دیکھا تھا۔

اچانک مکرجی کی آنکھوں میں نگاہوں کے مرکز ہونے کی کیفیت پیدا ہوئی جیسے وہ ہم تین آدمیوں کی قریبی موجودگی کا احساس کر رہا ہو...... جیسے اس کو پورے کمرے کا شعور حاصل ہو رہا ہو...... ان آنکھوں میں ایک ناپاک مسرت کوند رہی تھی...... یہ مسرت دیوانگی آمیز نہ تھی۔ یہ شیطانی مسرت تھی۔ یہ نگاہیں اس شیطان کی مسرور نگاہیں معلوم ہوتی تھیں جس کو اپنے محبوب پسندیدہ جہنم سے ایک طویل جلاوطنی کے بعد اچانک واپس آنے کا حکم ملا ہو۔

یا شاید وہ کسی ایسے شیطان کی نگاہیں تھیں جس کو اس کے جہنم سے زمین کی طرف



اس لیے پھینک دیا گیا ہو کہ جس پر بھی ممکن ہو اس پر اپنے ارادوں کا جادو چلائے!

مجھے پورا احساس ہے کہ یہ تشبیہات کس قدر بعید از عقل اور کس قدر غیر علمی ہیں لیکن ان کے علاوہ اور کوئی چیز میرے پاس ایسی موجود نہیں جس کے ذریعہ مکرجی کے چہرے کی اس عجیب تبدیلی کو بیان کیا جا سکے۔

اور پھر...... اچانک...... جیسے کسی فوٹو کیمرے کا شٹر بند ہو جائے...... چہرے کی یہ کیفیت غائب ہو گئی اور وہی سابقہ دہشت و نفرت کا عالم واپس آگیا بے اختیار میں نے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا کیونکہ محسوس بالکل ایسا ہوا گویا کوئی شیطانی مخلوق کمرے سے چلی گئی ہے۔ نرس کانپ رہی تھی۔ کمار نے ایک دبی آواز میں پوچھا۔

"ایک اور انجکشن لگا دیا جائے؟"

"نہیں" میں بولا۔ "ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ خواہ کچھ بھی کیوں نہ ہو میں چاہتا ہوں کہ تم اس کا مطالعہ دواؤں کے بغیر ہی کرتے رہو میں نیچے تجربہ گاہ میں جا رہا ہوں۔ میری واپسی تک غور سے مریض کو دیکھتے رہو۔"

میں تجربہ گاہ میں پہنچا تو ڈاکٹر اشوک نے نظر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"اب تک تو کوئی خرابی کی بات معلوم نہیں ہوئی۔" وہ بولا۔ "میں تو بلکہ یہ کہوں گا کہ مریض امتیازی صحت کا مالک ہے۔ یہ ضرور ہے کہ اب تک میں نسبتاً سادہ قسم کی جانچ کر سکا ہوں اور اسی کی بنیاد پر ایسا کہہ رہا ہوں۔"

میں نے سر کے اشارے سے اس سے اتفاق کیا۔ میرے دل میں یہ تکلیف دہ احساس موجود تھا کہ جانچ کے مزید نتائج سے بھی کچھ ثابت نہ ہوگا۔ اس کے علاوہ میں مکرجی کے چہرے اور آنکھوں میں "شیطانی اشتیاق" اور "شیطانی مسرت" کی تبدیلیاں دیکھ کر کچھ ایسا گڑبڑا گیا کہ دوسروں کے سامنے اس کا اعتراف کرنے کو دل نہ چاہا تھا۔ یہ پورا معاملہ مجھے پریشان کیے ہوئے تھا۔ اور مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا میں کسی بھیانک خواب میں ایک ایسے دروازے کے باہر کھڑا ہوں جس کو کھولنا اشد ضروری ہے۔ لیکن اس کی کنجی میرے پاس نہیں اور قفل کا سوراخ بھی مجھے نظر نہیں آرہا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ خوردبینی کے کام میں مصروف رہنے کے دوران میرے اندر مسائل پر زیادہ آزادی سے سوچنے کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا میں نے مکرجی کے خون کے چند قطرے لیے اور ان کا مطالعہ کرنے لگا۔ ایسا کرنے سے مجھے یہ توقع نہ تھی کہ کوئی نئی چیز معلوم کر سکوں گا۔ بلکہ مقصد صرف یہ تھا کہ میرے دماغ کے ایک دوسرے حصے پر لگا ہوا بریک ہٹ جائے۔

وہ شیشے کی چوتھی پلیٹ دیکھ رہا تھا۔ جب کہ مجھے یہ محسوس ہوا کہ میری نظر کے

سامنے ایک ناقابل یقین چیز موجود ہے میں نے پلیٹ کو خواہ مخواہ ادھر ادھر حرکت دی۔ تو خون کا ایک سفید ذرہ میری نگاہ کی زد میں آگیا...... یہ محض ایک سادہ سفید ذرۂ خون تھا...... لیکن اس کے اندر فاسفورس کی سی کوئی چمک دار شے موجود تھی جو کہ ایک ننھے سے قمقمے کی مانند روشن نظر آتی تھی!

سب سے پہلے مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ کمرے کی روشنی کا تاثر ہے لیکن روشنی کو ادھر ادھر بدلنے سے کسی طرح بھی اس ننھے سے شرارے میں کوئی تبدیلی رونما نہ ہوئی میں نے اپنی آنکھوں کو ملا اور پھر دیکھا۔ اس کے بعد میں نے ڈاکٹر اشوک کو اپنے پاس بلا کر کہا...... "ذرا دیکھ کر مجھے بتاؤ کہ تمہیں اس میں کوئی عجیب چیز نظر آتی ہے؟۔"

اس نے خوردبین کے اندر نظر ڈالی وہ چونک پڑا اس کے بعد اس نے میری طرح روشنی کو ادھر ادھر بدل کر دیکھا۔

"کیا نظر آتا ہے تمہیں! اشوک؟" میں نے پوچھا۔

خوردبین میں دیکھتے ہوئے وہ بولا۔ "ایک رقیق ذرہ جس کے اندر فاسفورس جیسی روشنی کا ایک ننھا سا قمقمہ موجود ہے اس کی چمک نہ تو اس وقت کم ہوتی ہے جب کہ میں پوری روشنی اس پر ڈالتا ہوں اور نہ اس وقت زیادہ ہوتی ہے جب کہ روشنی کم کرتا ہوں۔ سوائے اس ننھے قمقمے کے اور ہر لحاظ سے خون کا یہ ذرہ معمولی نظر آتا ہے۔"

"اور یہ سب کچھ قطعی ناممکن ہے۔" میں بولا۔

"بالکل۔" اس نے خوردبین سے نظر ہٹا کر کہا۔ "لیکن یہ ناممکن اس وقت سامنے موجود ہے۔"

میں نے پلیٹ کو ایک دوسرے آلہ میں لگایا جس سے میرا مقصد ذرہ خون کو الگ کرنا تھا اور ایک سوئی کے ذریعہ میں نے اس کو چھو کر دیکھا۔ چھوتے ہی فوراً یہ ذرہ خون پھٹتا ہوا معلوم ہوا۔ فاسفورس کا ننھا قمقمہ چپٹا ہوتا ہوا نظر آیا اور بجلی کی ایک ننھی سی چمک پلیٹ کے موٹے حصے پر کوند گئی۔

اور سارا قصہ ختم ہو گیا...... فاسفورس کا شرارہ غائب ہو چکا تھا۔

ہم نے یکے بعد دیگرے متعدد پلیٹیں تیار کیں اور ان کا معائنہ کیا۔ دو مرتبہ پھر ہم کو وہی ننھا قمقمہ نظر آیا۔ اور ہر مرتبہ وہی نتیجہ برآمد ہوا...... خون کا ذرہ شق ہوا...... بجلی کی ننھی سی ضعیف چمک لہرائی...... اور اس کے بعد سب کچھ ختم ہو گیا۔

اچانک تجربہ گاہ کے اندر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ اشوک ادھر متوجہ ہوا اور بعد میں ٹیلی فون رکھ کر بولا......



"ڈاکٹر کمار تھا...... وہ آپ کو بلا رہا ہے...... جلدی۔"

"اپنی تحقیق کو جاری رکھو اشوک" میں نے کہا اور عجلت کے ساتھ مکرجی کے کمرے کی طرف چل دیا۔ جب میں داخل ہوا تو دیکھا کہ نرس شیلا بہت ہی بری حالت میں تھی۔ اس کا چہرہ کھڑیا مٹی کی طرح سفید تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور وہ مریض کی چارپائی کی طرف پشت کیے ہوئے کھڑی تھی میں نے مکرجی کی طرف ایک نظر ڈالی اور ایک پتھر کی طرح بے حس و حرکت کھڑا رہ گیا۔ خود میرے دل پر ایک ایسا خوف طاری ہو گیا جس میں استدلال کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ مکرجی کے چہرے پر وہی شیطانی اشتیاق نمایاں تھا۔ لیکن اس مرتبہ وہ زیادہ شدید و عمیق ہو گیا تھا میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک یہ کیفیت تبدیل ہو کر شیطانی مسرت کی شکل میں نمودار ہو گئی۔ اور یہ بھیانک مسرت اس مرتبہ زیادہ شدید قسم کی تھی چہرے پر یہ عالم زیادہ لمحات تک قائم نہ رہا۔ اشتیاق کا رنگ پھر واپس آگیا۔ اور اس کے بعد پھر وہی شیطانی مسرت نمودار ہوئی۔ یہ دونوں کیفیات ایک دوسرے کے بعد بار بار تیزی سے متبادل ہو رہی تھیں۔ اس مسلسل باہمی تبدیلی سے چہرے پر جو منظر پیدا ہو گیا وہ بالکل...... بالکل اس ٹمٹماتے ہوئے ننھے قمقمے کی مانند تھا جس کو میں نے مکرجی کے خون کے ذرات میں مشاہدہ کیا تھا......

ڈاکٹر کمار اپنے منجمد ہونٹوں کے ساتھ بولا...... "مریض کے قلب کی حرکت تین منٹ ہوئے بند ہو چکی ہے...... اب اس کو مردہ ہونا چاہیے...... لیکن...... سنئے......"

مکرجی کے جسم میں کھنچاؤ پیدا ہوا اور وہ سخت ہو گیا۔ اس کے ہونٹوں میں سے ایک آواز آ رہی تھی...... ایک دبی ہوئی ہنسی کی آواز...... دھیمی آواز مگر حیرتناک انداز میں سماعت میں نفوذ کرنے والی...... اپنی نوعیت میں غیر انسانی...... جیسے کسی شیطان کا ایک ہلکا سا قہقہہ...... کھڑکی کے قریب بیٹھا ہوا جلال کا مسلح ساتھی اچک کر کھڑا ہو گیا اس کی کرسی ایک زوردار آواز کے ساتھ الٹ گئی۔ شیطانی قہقہہ ایک دم گھٹ کر ختم ہو گیا اور مکرجی کا جسم اب پھر نرم و بے جان پڑا رہ گیا۔

میں نے دروازے کو کھولتے سنا اور اس کے ساتھ ہی جلال کی آواز سنائی دی۔

"مریض کی کیا حالت ہے ڈاکٹر شاہد؟...... مجھے تو نیند نہیں آسکی اور اس کے بعد وہ دم بخود رہ گیا۔"

اس کی نظر مکرجی کے چہرے پر پڑی۔

"خدا کی پناہ!" وہ سرگوشی نما آواز میں بولا اور دعا کے لیے دو زانو ہو گیا۔

میں صرف ایک سرسری سی دھندلی سی نظر جلال کی طرف ڈال سکا تھا...... کیونکہ

میری نگاہ مکرجی کے چہرے سے ہٹتی نہ تھی یہ چہرہ ایک ہنستے ہوئے فتح مند شیطان کا تھا...... انسانیت کا ہر شائبہ اس پر سے غائب ہو چکا تھا...... ایک ایسے خوفناک شیطان کا چہرہ جو وسطی زمانے کے کسی پاگل مصور کی بنائی ہوئی تصویر جہنم سے نکل کر سیدھا ادھر چلا آیا ہو۔ اس کی سیاہ آنکھیں جو کہ اب یکسر تلخی و کینہ پروری سے لبریز تھیں جلال کی طرف زہریلی نگاہیں پھینکتی محسوس ہوتی تھیں۔

جب میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اچانک مردہ ہاتھوں میں حرکت پیدا ہوئی آہستہ آہستہ بازو کہنیوں پر مڑنے لگے انگلیاں سکڑ کر جانور کے خمیدہ ناخنوں کی طرح ہو گئیں۔ مردہ جسم چادروں کے نیچے حرکت کرنے لگا......"

یہ منظر دیکھ کر بھیانک خواب کا طلسم میری نظروں کے سامنے ٹوٹ گیا۔ کئی گھنٹوں کے بعد اس وقت پہلی مرتبہ میں نے خود کو ایسی زمین پر پایا جس سے میں واقف تھا۔ مکرجی کے جسم پر اس وقت وہ سختی پیدا ہو رہی تھی جس کا عمل موت کے بعد شروع ہوتا ہے لیکن یہ سختی وقت سے بہت قبل پیدا ہو رہی تھی۔ اور ایک ایسی تیز رفتار سے جاری تھی۔ جو کبھی میرے تجربے میں نہ آئی تھی۔

میں ایک قدم آگے بڑھا اور مکرجی کی گھورتی ہوئی آنکھوں کے اوپر پپوٹوں کو بند کر دیا۔ اس کے بعد میں نے اس کے ہولناک چہرے کو ڈھک دیا۔

میں نے اب جلال کی طرف نظر اُٹھائی وہ اب تک دوزانو تھا اور دعائیں پڑھ رہا تھا۔ اس کے قریب ہی اس کے شانوں کے گرد بازو حمائل کئے ہوئے نرس شیلا بھی دوزانو تھی وہ بھی پراتھنا کر رہی تھی۔

کسی جگہ گھڑی پانچ بجا رہی تھی۔



میں نے جلال کو گھر تک پہنچانے کی پیش کش کی اور یہ دیکھ کر مجھے قدرے تعجب ہوا کہ اس نے میری پیش کش کو جلدی سے قبول کر لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس شخص کے وجود کی بنیادیں ہل کر رہ گئیں تھیں۔ ہم نے خاموشی کے ساتھ کار میں راستہ طے کیا۔ مسلح محافظ مستعدی سے بیٹھے ہوئے تھے۔ میری نظروں کے سامنے مکرجی کا چہرہ تیرتا رہا۔

میں نے جلال کو ایک طاقتور خواب آور دوا دی اور اس کے آدمیوں کی محافظت میں اسے سوتا ہوا چھوڑ کر واپس روانہ ہو گیا میں نے اسے بتا دیا تھا کہ میں مکرجی کی لاش کی مکمل چیر پھاڑ کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔

جلال کی کار میں جب میں اسپتال واپس پہنچا تو دیکھا کہ مکرجی کی لاش کو "لاش گھر" میں پہنچا دیا گیا تھا۔ کمار نے مجھے بتایا کہ جسم پر موت کی سختی کا عمل ایک گھنٹے سے بھی کم میں مکمل ہو گیا تھا یہ مدت حیرت ناک حد تک مختصر تھی میں نے لاش کی چیر پھاڑ کے لیے ضروری انتظامات مکمل کئے اور کمار کو ساتھ لیکر گھر آیا تا کہ چند گھنٹوں کی نیند لی جا سکے اس پورے واقعہ نے مجھ پر جو ایک عجیب قسم کا ناخوشگوار اثر چھوڑا تھا۔ اس کا اظہار الفاظ میں کرنا دشوار ہے بس اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کمار کی معیت پر میں اسی قدر ممنون تھا جس قدر کہ وہ میری معیت پر نظر آتا تھا۔

میں جب بیدار ہوا تو طبیعت پر بھیانک خواب کا بوجھ ہنوز باقی تھا لیکن پہلے کی طرح یہ اثر قوی نہ تھا۔ تقریباً دن کے دو بجے تھے جب کہ ہم نے چیر پھاڑ شروع کی میں نے ایک

نمایاں پس و پیش کے ساتھ مکرجی کی لاش کے اوپر سے چادر کو ہٹایا اور میری حیرت زدہ نظریں اس کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔ چہرے کی تمام شیطنیت غائب ہو چکی تھی اب وہ مکمل طور پر پر سکون تھا اور اس پر کسی طرح کے جذبات کے خطوط نمایاں نہ تھے...... یہ ایک ایسے انسان کا چہرہ تھا جو جسمانی و دماغی کسی تکلیف کے بغیر ہی سکون آمیز موت مرا ہو۔ میں نے اس کا سر اوپر اٹھایا وہ نرم تھا۔ سارا جسم لچکیلا اور نرم تھا موت کی سختی اعضاء سے غائب ہو چکی تھی۔

میرا خیال ہے کہ یہی وہ وقت تھا جب کہ مجھے پہلی مرتبہ اس بات کا پورا یقین محسوس ہوا کہ اس شخص کی موت یکسر نئے یا کم از کم ایک نا معلوم ذریعہ سے واقع ہوئی ہے خواہ مہلک ذریعہ جراثیم سے تعلق رکھتا ہو یا کسی اور چیز سے...... اصولاً اعضاء پر موت کی سختی کا عمل سولہ گھنٹے سے چوبیس گھنٹے تک شروع نہیں ہوتا اور ٹھیک وقت کا انحصار مریض کی قبل از مرگ حالت پر ہوتا ہے جس میں درجہ حرارت اور بہت سی دوسری باتیں شامل ہوتی ہیں۔ عموماً اعضاء سے موت کی یہ سختی اڑتالیس گھنٹے سے لیکر بہتر (۷۲) گھنٹے تک غائب نہیں ہوتی عام طور پر سختی کے تیز آغاز کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سختی تیزی سے ہی غائب ہوگی۔ تیز اختتام کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس کا آغاز بھی تیزی سے ہوا تھا...... ذیابیطس کے مریضوں میں یہ سختی زیادہ تیزی سے ہوتی ہے۔ دماغ کے اچانک صدمے کی صورت میں جیسا کہ بندوق کی گولی سے ہوتا ہے۔ موت کی سختی کی رفتار اور بھی زیادہ تیز ہوتی ہے۔ مکرجی کے اعضاء پر موت کی سختی کا یہ عمل موت کے فوراً بعد ہی ظاہر ہو گیا تھا اور اگر پانچ گھنٹے کی حیرتناک حد تک مختصر مدت میں یہ عمل مکمل ہو کر لاش پھر نرم پڑ گئی تو کوئی تعجب نہ تھا۔ کیونکہ لاش پر نگرانی رکھنے والے نے مجھ کو بتایا کہ اس نے دس بجے کے قریب لاش کا معائنہ کیا تھا اور یہ خیال کیا تھا کہ موت کی سختی کا عمل ابھی شروع نہیں ہوا...... حقیقت یہ تھی کہ یہ عمل اس وقت تک مکمل ہو کر ختم ہو گیا تھا۔

چیر پھاڑ سے جو نتائج اخذ کئے گئے ان کو صرف دو جملوں میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی کہ مکرجی کو زندہ نہ ہونا چاہیے...... لیکن وہ مردہ تھا!

بعد میں جب ڈاکٹر اشوک نے اپنی تحقیق کی رپورٹ پیش کی تو یہ دونوں متضاد بیانات اس وقت بھی اپنی اپنی جگہ حقیقت پر قائم رہے اس کی کوئی وجہ موجود نہ تھی کہ مکرجی کو کیوں مردہ ہونا چاہیے۔ بایں ہمہ وہ واقعی مردہ تھا۔ مکرجی کے خون کے ذرات میں روشنی کے جو ننھے ننھے قمقمے سے نظر آئے تھے اگر ان کا کوئی تعلق اس کی موت سے تھا تو اب وہ اپنے بعد کوئی اثر نہیں چھوڑ گئے تھے اسکے تمام عملی اعضاء مکمل موجود تھے۔ ہر حصہ اسی



حالت میں تھا جیسا کہ فطری حالت میں ہونا چاہیے تھا...... بلکہ مکرجی تو ایک غیر معمولی صحت کا مالک نظر آتا تھا۔ میرے چلے جانے کے بعد اشوک کو اس کے خون میں روشن ذرات بھی اور نہ ملے تھے۔

اس رات میں نے ایک مختصر خط کا مسودہ تیار کیا جس میں مکرجی کے جسم پر مشاہدہ کی ہوئی تمام علامات کا بیان اختصار کے ساتھ کیا گیا تھا۔ میں نے اس کے چہرے کی بدلتی ہوئی کیفیات کی کوئی واضح تفصیل بیان نہیں کی بلکہ ان کی طرف بڑی احتیاط کے ساتھ صرف ان الفاظ میں اشارہ کر دیا کہ مریض "غیر معمولی" طور پر طرح طرح کے منہ بنا رہا تھا اور اس کی آنکھوں میں "ایک شدید خوف" کی جھلک تھی۔ میں نے اور کمار نے مل کر اس خط کی بہت سی نقلیں تیار کیں۔ پھر شہر اور قرب و جوار کے ہر ایک ڈاکٹر کے نام ایک نقل روانہ کر دی اور اسپتالوں میں جا کر بذات خود ایک خاموش تحقیق کا کام میں نے اپنے ذمہ لے لیا ان خطوط میں یہ دریافت کیا گیا تھا کہ کیا ڈاکٹروں نے کچھ ایسے مریضوں کا علاج کیا ہے جو کہ اسی طرح کی علامات رکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو برائے کرم ایسے مریضوں کے متعلق تفصیلات ان کے نام پتے پیشے اور خصوصی دلچسپی رکھنے والے امور کو قلم بند کر کے بھیج دیا جائے۔ اور اس بات کا وعدہ کیا جاتا ہے کہ یہ سب باتیں پیشہ ورانہ اصول کے تحت صیغۂ راز میں رکھی جائیں گی۔ مجھے اپنی طرف سے یہ خوش گوار اطمینان تھا کہ جن لوگوں کو یہ سوال نامے موصول ہونگے۔ وہ میری شہرت و عظمت کے مد نظر میری اس درخواست کو محض ایک بے معنی تجسس یا کسی پست مقصد کا نتیجہ ہرگز تصور نہ کریں گے۔

جواب میں مجھے سات خطوط موصول ہوئے۔ اور ان میں سے ایک خط کا لکھنے والا بذات خود مجھے آکر ملا۔ ایک خط کے علاوہ ہر ایک خط کے اندر مختلف مدارج کی طبی قدامت پرستی کے ساتھ میری مطلوبہ معلومات پیش کی گئی تھیں ان کے مطالعہ کے بعد یہ بات یقین کے درجے کو پہنچ گئی کہ چھ ماہ کے اندر حیرتناک حد تک مختلف طبی خصوصیات اور مختلف سماجی حیثیت کے سات مریض اس قسم کی موت کا شکار ہوئے تھے جو کہ مکرجی پر نازل ہوئی تھی۔

تاریخی ترتیب سے یہ سات مریض حسب ذیل تھے۔

۲۵ مئی۔ رجنی دیوی۔ غیر شادی شدہ عورت۔ عمر پچاس سال۔ اوسط درجے کی مالدار۔ سماجی کارکن۔ سخاوت و خیرات کی دلدادہ اور بچوں سے محبت کرنے والی۔

۲۰ جون...... محمود خاں...... اینٹوں کے بھٹے کا مالک...... ایک بیوی اور دو بچے۔

یکم اگست۔ انیتا بوس۔ گیارہ سال کی بچی۔ والدین وسطی طبقہ سے متعلق اور کافی تعلیم

یافتہ۔

۱۵ اگست۔ رام چندر۔ پیشے کے لحاظ سے ایک نٹ۔ عمر تیس سال۔ ایک بیوی اور تین بچے۔

۳۰ اگست۔ سہراب بھائی۔ مہاجن۔ عمر ساٹھ سال بچوں کی فلاح سے دلچسپی رکھنے والے۔

۱۰ ستمبر۔ پرویز شاہی۔ ایک فلمی اداکار۔ ایک بیوی اور ایک خورد سال بچہ۔

۱۲ اکتوبر۔ روپ کماری۔ عمر تقریباً تیس سال پیشہ کچھ نہیں۔

ان میں سے دو کے علاوہ باقی سب لوگوں کے مقامات سکونت شہر میں ایک دوسرے سے کافی فاصلہ پر واقع تھے۔

ہر ایک خط میں اعضاء پر موت کی سختی کا اچانک نمودار ہونا اور تیزی سے گزر جانا بیان کیا گیا تھا۔ ہر ایک خط میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مرض کے ابتدائی حملے کے بعد مریض کی موت تقریباً پانچ گھنٹے بعد واقع ہوئی۔ پانچ خطوط میں مریض کے چہرے کی ان علامات کا تذکرہ تھا جن کی بنا پر میں خود اس قدر پریشان رہ چکا تھا خطوط لکھنے والوں نے جس محتاط طریقہ پر یہ تذکرہ کیا تھا اس سے ان کی بدحواسی کا سراغ ملتا تھا۔

مریضہ کی آنکھیں کھلی ہوئی رہیں۔ رجنی دیوی کے ڈاکٹر نے لکھا تھا۔ ”ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نظر جما کر دیکھ رہی ہے لیکن اپنے ماحول کی شناخت کرنے کی کوئی علامت اس میں موجود نہ تھی اور جن چیزوں کو اس کے سامنے پیش کیا جاتا تھا ان پر نظریں مرکوز کرنے یا ان کو دیکھ سکنے کی کوئی علامت ظاہر کرنے سے وہ معذور تھی چہرے پر ایک گہری دہشت کا عالم طاری تھا۔ موت کے قریب یہ کیفیت دوسری کیفیات میں تبدیل ہوتی رہی جو بذات خود ہر مشاہدہ کرنے والے کے لیے کافی عجیب طور پر پریشان کن محسوس ہوتی تھیں یہ بعد کی کیفیات موت کا عمل شروع ہونے پر اور زیادہ شدید ہو گئیں۔ موت کی سختی پانچ گھنٹے کے اندر اندر مکمل ہو کر غائب ہو گئی۔

محمود خان کے ڈاکٹر نے موت سے قبل کی علامات کا کوئی تذکرہ نہیں کیا تھا۔ لیکن مریض کی موت کے بعد چہرے پر جو کیفیات رونما ہوئیں ان کے متعلق کافی تفصیل سے لکھا تھا۔

”موت کے بعد مریض کے چہرے کی کیفیت عجیب تھی۔“ اس نے بیان کیا تھا۔

”اس کیفیت کا کوئی بھی تعلق اس اعصابی تناؤ سے نہ تھا جسے مذاق میں لوگ منافقانہ اداکاری کہتے ہیں اور نہ یہ کیفیت ان گھورتی ہوئی آنکھوں اور سکڑے ہوئے مسخ شدہ منہ کی



حائل تھی۔ جسے لوگ ”موت کا تبسم“ قرار دیتے ہیں۔ موت کے بعد نزع کے تشنج کی کوئی علامت موجود نہ تھی۔ بلکہ حالت اس کے برعکس تھی۔ میں مریض کے چہرے کی اس کیفیت کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک غیر معمولی شدید کینہ پروری کی تصویر معلوم ہوتی تھی۔“

رام چندر کا علاج کرنے والے ڈاکٹر کی رپورٹ لاپرواہ قسم کی تھی۔ لیکن اس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ جب مریض بدیہی طور پر مر چکا تھا تو اس کے حلق میں سے کچھ عجیب قسم کی ناگوار آوازیں پیدا ہوئیں۔ میں نے سوچا کہ کیا تعجب یہ وہی شیطانی آوازیں ہوں جو مکرجی کے منہ سے نکلی تھیں۔ اگر واقعی ایسا تھا تو اس خط کے لکھنے والے کا ان آوازوں کے متعلق کچھ زیادہ نہ لکھنا بالکل سمجھ میں آنے والی بات تھی وہ خود کو احمق بنانا نہ چاہتا تھا۔

میں اس ڈاکٹر سے واقف تھا جس نے مہاجن سہراب کا علاج کیا تھا...... وہ خود پسند شوکت پسند اور بہت زیادہ مالدار انسانوں کا ایک مکمل و موزوں ترین ڈاکٹر تھا۔

موت کا سبب کیا تھا! اس کو کسی طرح بھی راز نہیں کہا جا سکتا۔“ اس نے لکھا تھا۔ ”یہ بالکل ظاہر ہے کہ موت انجماد خون کی وجہ سے واقع ہوئی۔ دماغ میں کسی جگہ خون کا ایک لوتھڑا اس کے لیے کافی تھا۔ میں چہرے کی علامات کو کوئی اہمیت نہیں دیتا...... اور نہ موت کی سختی کے وقت کو ہی اہم سمجھتا ہوں......“ تم جانتے ہی ہو عزیز“ اس نے مربیانہ انداز میں لکھا ”کہ طبی عدالت کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ اعضاء پر موت کی سختی کے عمل سے ہم جو کچھ بھی چاہیں ثابت کر سکتے ہیں۔“

جی میں آیا کہ میں جواب میں یہ عرض کروں کہ جب موت کے سبب کے بارے میں شک و شبہ ہو تو ایسی حالت میں ڈاکٹر لوگ اپنی لاعلمی کو چھپانے کے لیے انجماد خون کا نام لینا بھی بہت کارآمد پاتے ہیں لیکن میں جانتا تھا کہ میرا یہ جواب اس ڈاکٹر کے تساہل اور پندار کے غبارے میں کوئی سوراخ پیدا نہ کر سکے گا۔

پرویز کے متعلق جو ڈاکٹری رپورٹ ملی تھی وہ محض ایک سیدھا سادہ بیان تھا جس میں چہرے کی کیفیات یا آوازوں پر کسی رائے کا اظہار نہیں کیا گیا تھا۔

لیکن جس ڈاکٹر نے انیتا کا علاج کیا تھا۔ وہ اس قدر خاموش پسند تھا۔

”یہ لڑکی خوبصورت تھی۔“ اس نے لکھا تھا۔ ”وہ کسی طرح کی تکلیف میں مبتلا معلوم ہوتی تھی لیکن مرض کے حملہ پر میں نے اس کی جمی ہوئی نظروں میں ایک ایسے شدید خوف کی جھلک دیکھی کہ میں کانپ گیا۔ یہ کیفیت ایک بھیانک بیدار خواب کی طرح تھی۔ کیونکہ بلاشک و شبہ یہ لڑکی موت کے وقت تک شعور و ہوش کی مالک رہی۔ مارفین کی

مہلک حد تک بڑی مقدار بھی اس کیفیت میں کوئی تبدیلی نہ کر سکی اور نہ اس کا کوئی اثر دل اور تنفس پر نمایاں ہوا۔ بعد میں دہشت کی یہ کیفیت غائب ہو گئی اور اس کی جگہ ایسے جذبات نے لے لی جن کا بیان اس رپورٹ میں کرتے ہوئے مجھے پس و پیش ہوتا ہے لیکن اگر آپ کی خواہش ہو تو میں خود آکر زبان ہی سے ان کو بیان کر دوں گا۔ موت کے بعد اس لڑکی کی شکل و صورت بڑی عجیب اور پریشان ہو گئی تھی لیکن اس کا تذکرہ بھی میں تحریر کے مقابلے میں زبانی طور پر ہی بہتر سمجھتا ہوں۔

خط کے اختتام کے بعد عجلت میں لکھا ہوا ایک نوٹ بھی تھا۔ مجھے تصویر میں صاف محسوس ہوا کہ ڈاکٹر نے پہلے تو پس و پیش کیا لیکن بعد میں اپنے دماغ کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی ضرورت سے مجبور ہو گیا اور جلد جلد یہ اختتامی نوٹ لکھ کر اس خط کو وہاں سے فوراً روانہ کر دیا تاکہ دوبارہ غور و فکر کا وقت ہی نہ مل سکے۔

”میں لکھ چکا ہوں کہ یہ لڑکی موت کے وقت تک شعور و ہوش کی مالک رہی لیکن میرے دماغ پر بھوت کی طرح یہ یقین سوار ہے کہ وہ جسمانی موت کے بعد بھی شعور و ہوش کی مالک تھی مجھے زبانی گفتگو کا موقع دیجیے۔“

میں نے اطمینان کے انداز میں سر کو جنبش دی مجھے یہ بات اپنے سوال نامے میں شامل کرنے کی ہمت نہ ہو سکی تھی اگر یہی واقعہ دوسرے مریضوں کے ساتھ بھی پیش آیا تھا جیسا کہ مجھے یقین تھا کہ ضرور ہی پیش آیا ہو گا۔ تو رام چندر کے ڈاکٹر کے علاوہ اور سب ڈاکٹروں نے میری طرح قدامت پرستی یا یوں کہیے کہ بزدلی کا ثبوت دیا تھا میں نے فوراً ہی انیتا کے ڈاکٹر کو ٹیلی فون کیا۔ وہ بہت ہی پریشان معلوم ہوتا تھا۔ ہر ایک تفصیل کے لحاظ سے اس کا مریض مکرجی کا نمونہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ بار بار یہی دہراتا رہا۔

”یہ لڑکی ایک فرشتہ کی طرح حسین و معصوم تھی لیکن وہ ایک شیطان میں تبدیل ہو گئی!“

میں نے اس سے وعدہ کیا کہ اگر مجھے نئی باتیں معلوم ہو سکیں تو میں اس کو مطلع کر دوں گا اس گفتگو کے تھوڑی دیر بعد ہی وہ ڈاکٹر مجھ سے ملاقات کے لیے آگیا۔ جس نے روپ کماری کا علاج کیا تھا۔ میں اس داستان میں اس کو ڈاکٹر ”ش“ کے نام سے یاد کروں گا۔ اس کے بیان سے اس واقعہ کے طبی پہلو میں کوئی ایسا اضافہ نہیں ہو سکا جس سے میں پہلے ہی واقف نہ رہا ہوں۔ لیکن اس کی گفتگو سے ذہن کے سامنے ایک ایسی چیز آئی جس کو میں نے اس مسئلہ کے حل کرنے کا پہلا عملی طریقہ تصور کیا۔

اس نے بتایا کہ اس کا مطب اسی مکان کے ایک حصے میں واقع تھا جہاں روپ کماری



خود رہتی تھی۔ ایک موقع پر جب کہ وہ رات میں دیر تک اپنے کام میں مشغول تھا۔ روپ کماری کی دیہاتی خادمہ اس کو بلا کر اپنی مالکہ کے کمرے میں لے گئی۔ ڈاکٹر ”ش“ اس کے چہرے کی دہشت زدہ کیفیت اور اس کی غیر معمولی لچکیلی حالت سے حیرت زدہ ہو گیا۔ اس نے اس عورت کا حلیہ بتاتے ہوئے کہا۔ ”کہ وہ گوری چٹی اور سیاہ آنکھوں والی عورت تھی...... گڑیا کی قسم کی۔

ایک مرد کمرے میں موجود تھا۔ اس نے ابتداء میں اپنا نام بتانے سے احتراز کیا اور صرف یہ ظاہر کیا کہ وہ ایک دوست تھا۔ ڈاکٹر ”ش“ کو خیال ہوا کہ اس عورت پر کسی طرح کا تشدد کیا گیا ہے۔ لیکن معائنہ سے کسی چوٹ یا زخم کا نشان ظاہر نہ ہوا۔ ”دوست“ نے ڈاکٹر کو بتایا کہ وہ دونوں بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔“ اچانک روپ کماری اس طرح لڑھک کر فرش پر ڈھیر ہو گئی جیسے اس کی تمام ہڈیاں نرم ہو گئی ہوں اور وہ اپنی حالت کچھ بھی نہ بتا سکی“...... خادمہ نے اس کی تائید کی میز پر نصف بچا ہوا کھانا موجود تھا اور ”دوست“ اور خادمہ دونوں نے بیان کیا کہ روپ کماری کی مزاجی کیفیت اس وقت بہترین رنگ پر تھی کوئی جھگڑا بھی واقع نہ ہوا تھا پس و پیش کے بعد ”دوست“ نے یہ تسلیم کیا کہ روپ کماری کی یہ موجودہ کیفیت اب سے تین گھنٹے قبل شروع ہوئی تھی اس دوران میں وہ اور خادمہ مل کر روپ کماری کو ”ہوش“ میں لانے کی تدبیریں بذات خود کرتے رہے اور ڈاکٹر ”ش“ کو صرف اس وقت بلایا جب کہ اس کے چہرے پر یکے بعد دیگرے بدلنے والی وہ کیفیات نمایاں ہونے لگیں جن کا تذکرہ میں نے مکرجی کے سلسلہ میں کیا ہے۔

جب حملے کی حالت شدید تر ہونے لگی تو خادمہ خوف سے دیوانی سی ہو گئی اور بھاگ گئی مرد زیادہ مضبوط فطرت کا مالک تھا اور آخر تک اسی جگہ موجود رہا تھا۔ موت کے بعد کی کیفیات کو دیکھ کر ڈاکٹر ”ش“ کی طرح وہ بھی بہت لرزاں تھا۔ ڈاکٹر کے اس اعلان پر کہ یہ واقعہ پولیس کی سپردگی کا ہے اس شخص نے اپنی کوشش اخفا کو ترک کر دیا اور اپنا نام کمل رائے بتاتے ہوئے اس بات پر خود بھی اصرار کیا کہ مکمل پوسٹ مارٹم ہونا چاہیے اپنے اس اصرار کی وجوہات بھی اس نے بڑی صاف گوئی کے ساتھ ظاہر کر دیں یہ عورت روپ کماری اس کی داشتہ رہی تھی اور اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی موت کی ذمہ داری اس کے اوپر نہ ڈال دی جائے۔

چنانچہ چیر پھاڑ کے ذریعہ لاش کا مکمل معائنہ کیا گیا کسی مرض یا زہر کا کوئی سراغ دستیاب نہ ہو سکا۔ قلب کی ایک معمولی سی شکایت سے قطع نظر روپ کماری ایک مکمل صحت کی مالک رہی تھی۔ موت کا سبب قلبی قرار دیا گیا۔ لیکن ڈاکٹر ”ش“ کو مکمل یقین تھا

کہ روپ کماری کی موت سے قلب کو کوئی تعلق نہ تھا۔

یہ بالکل ظاہر تھا کہ روپ کماری کی موت کی تہ میں وہی سبب یا وہی مہلک شے کارفرما تھی جس نے باقی سب دوسرے مریضوں کا کام تمام کیا تھا لیکن میری نظر میں ایک نمایاں بات یہ تھی کہ روپ کماری کا مکان اس مقام سے بہت قریب تھا جہاں جلال کے بیان کے مطابق مکرجی کی سکونت تھی علاوہ ازیں اگر ڈاکٹر "ش" کا اندازہ درست تھا تو مکمل رائے کا تعلق اسی دنیا سے تھا جس سے مکرجی یا جلال متعلق تھے یہ بظاہر ایک ایسی درمیانی کڑی تھی۔ جو کہ مکرجی اور روپ کماری کے واقعات کو باہم جوڑ رہی تھی۔ باقی تمام مریضوں کے درمیان ایسا کوئی باہمی رشتہ یا ربط موجود نہ تھا میں نے ارادہ کیا کہ جلال کو طلب کروں اس کے سامنے تمام واقعات کھول کر رکھ دوں اور اگر ممکن ہو تو اس کی مدد حاصل کروں۔

میری تحقیق میں تقریباً دو ہفتے کی مدت صرف ہوگئی اس اثناء میں جلال سے میں اچھی طرح واقف ہو چکا تھا۔ وہ موجودہ دور کے حالات کی پیداوار تھا اور اس لحاظ سے مجھے اس کی شخصیت میں بے حد دلچسپی محسوس ہوتی تھی ایک دوسرے لحاظ سے میں اس کی خراب شہرت کے باوجود اس کو پسند بھی کرتا تھا۔ اس کا مطالعہ حیرتناک حد تک وسیع تھا۔ وہ ایک بلند درجے کی مکمل مجرمانہ ذہانت کا مالک تھا...... چالاک اور توہم پرست...... قدیم زمانے میں وہ قسمت آزماؤں کا ایک بڑا سردار بن جاتا اور اپنی عقل اور تلوار دونوں کی اونچی سے اونچی قیمت پا سکتا میں سوچتا تھا کہ اس کی سابقہ زندگی کے حالات نہ جانے کیا ہونگے مکرجی کی موت کے بعد وہ کئی مرتبہ مجھ سے ملاقات کر چکا تھا اور یہ بالکل ظاہر تھا کہ میری پسندیدگی کا جواب وہ بھی پسندیدگی سے دے رہا تھا ان ملاقاتوں کے موقع پر اس کے ساتھ وہی محافظ رہا تھا جو کہ اسپتال کی کھڑکی کے قریب نگرانی کر چکا تھا مجھے معلوم ہوا کہ اس شخص کا نام گل خاں تھا۔ وہ جلال کا سب سے زیادہ معتمد باڈی گارڈ تھا اور نمایاں طور پر اپنے سفید بالوں والے اس سردار کا دل و جان سے پرستار تھا۔ یہ شخص بھی ایک کافی دلچسپ کردار کا مالک تھا اور مجھے قطعی طور پر پسند کرتا تھا۔ وہ ایک بے تکی سی زبان بولنے والا پشاوری پٹھان تھا۔ بقول خود وہ اپنے وطن میں خون خرابے کا بیوپار کرتا تھا لیکن جب وہاں اس کے دشمن بہت زیادہ ہوگئے تو اس نے خود ہی جلاوطنی اختیار کرلی۔

"ہم آپ کو پسند کرتا ہے ڈاکٹر" ایک دن وہ بولا۔ "آپ سردار کے لیے اچھا آدمی ہے۔ اس کے دماغ کو کاروبار کے فکر سے خلاص کر دیتا ہے آپ...... اور جب ہم یہاں آتا ہے تو اپنا ہاتھ جیب سے باہر کر سکتا ہے...... آپ کا کوئی دشمن ہو تو آپ ہم کو بتائے گا...... ہم ایک دن کار خصت لے گا اور سب درست کر دے گا۔"



اس کے بعد اس نے اتفاقیہ طور پر بیان کیا کہ وہ سو فٹ کے فاصلے پر سے ایک پیسے میں چھ سوراخ اپنے ریوالور سے کر سکتا تھا...... اپنی قادر اندازی پر فطری طور پر اسے بڑا ناز تھا۔

معلوم نہیں اس کا یہ جملہ محض مزاحیہ تھا یا اس میں کوئی سنجیدگی بھی تھی۔ بہر حال جلال اس کے بغیر کبھی کہیں نہ جاتا تھا۔ مکرجی سے جلال کو کس قدر وابستگی تھی۔ اس کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا تھا کہ جلال نے اس کی حفاظت کے واسطے گل خاں کو اسپتال میں تعینات کیا تھا۔

میں نے جلال کا پتہ لگایا اور اس سے درخواست کی کہ رات کو میرے اور کمار کے ساتھ میرے گھر پر ہی کھانا کھائے۔ سات بجے کے قریب وہ آگیا اور اپنے شوفر کو دس بجے واپس آنے کا حکم دے کر رخصت کر دیا ہم ایک میز کے سامنے بیٹھ گئے گل خاں حسب معمول ہال میں پہرے پر تھا اور وہاں وہ رات کی نرسوں کے لیے سنسنی کا سامان بنا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ بالکل فلمی ڈاکوؤں کی طرح نظر آتا تھا۔ میرا پرائیویٹ کوارٹر اسپتال سے ملحق ہی واقع تھا۔

کھانا ختم ہونے پر میں نے خدمت گار کو رخصت کیا اور اپنے مقصد کی طرف رجوع ہوا۔ میں نے جلال سے اپنے سوال نامے کا تذکرہ کیا اور بتایا کہ اس کے ذریعہ مجھے مکرجی کی قسم کے سات اور مریضوں کا حال معلوم ہے۔

"تم اپنے اس خیال کو دماغ سے فارغ کر سکتے ہو جلال، کہ مکرجی کی موت کا سبب تمہارا اور اس کا باہمی تعلق تھا" میں نے کہا۔ "ایک ممکن استثناء کے علاوہ ان ساتوں مریضوں میں سے کوئی بھی اس زندگی سے متعلق نہ تھا جس کو تم اپنی بنیاد کہتے ہو۔ اگر یہاں ایک استثناء واقعی تمہاری سرگرمیوں کے حلقے میں آتا ہے۔ تو اس سے بھی اس قطعی یقین میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تمہاری ذات کا ان معاملات سے کسی طرح بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا تم نے کبھی ایک ایسی عورت کو دیکھا یا سنا ہے جس کا نام روپ کماری ہے؟"

اس نے انکار میں سر ہلا دیا۔

"یہ عورت ٹھیک مکرجی کے اس مکان کے مقابل رہتی تھی جس کا پتہ تم نے مجھے بتایا تھا۔" میں بولا۔

"لیکن مکرجی اس جگہ نہیں رہتا تھا۔" اس نے نصف معذرت سے کہا۔ "یہ تو میں نے غلط سلط آپ کو بتا دیا تھا۔ آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت میں آپ سے اس قدر زیادہ واقف نہ تھا جتنا کہ اب ہوں۔"

مجھے اعتراف ہے کہ اس انکشاف نے مجھے کس قدر سٹ پٹادیا۔

"بہر حال" میں بولا۔ "کیا تم ایک شخص مسمی کمل رائے سے واقف ہو؟

"ہاں" اس نے جواب دیا۔ "میں واقف ہوں۔ میں تو کمل رائے نام کے بہت سے لوگوں کو جانتا ہوں۔ کیا آپ اس شخص کے متعلق مزید تفصیل بتا سکتے ہیں جس کی طرف آپ اشارہ کر رہے ہیں؟"

میں نے اس شخص کا حلیہ وغیرہ بیان کیا۔ لیکن جلال نے انکار میں سر کو ہلا دیا۔

"شائد گل خاں کو کوئی علم ہو" آخر کار وہ بولا۔ "برائے کرم اسے بلا لیجئے ڈاکٹر شاہد"

میں نے خدمت گار کو طلب کیا اور اسے گل خاں کو بلانے کے لیے بھجدیا۔

جب گل خاں آیا تو جلال نے پوچھا...... "گل خاں! کیا تم روپ کماری نام کی کسی عورت سے واقف ہو؟"

"بے شک۔" گل خاں نے جواب دیا۔ "وہ ایک سفید نازک گڑیا ہے۔ کمل کا محبوبہ ہے وہ...... اس عورت کو کمل فلم کمپنی سے لایا تھا۔"

"کیا مکرجی اس روپ کماری سے واقف تھا؟" میں نے پوچھا۔

"بے شک" گل خاں بولا۔ "آپ کو تو معلوم ہے سردار کہ مکرجی کی چھوٹی بہن آشا ہے تین سال ہوئے آشا نے سرکس کا کام ختم کر دیا ہے۔ روپ کماری خوب آشا سے واقف تھی اور آشا کے گھر پر ہی مکرجی کا ملاقات روپ کماری سے ہوا۔ آشا کے بچے سے روپ کماری اور مکرجی کو بہت عشق تھا ہم کو مکرجی نے ہی یہ بتایا تھا۔ مکرجی کو روپ کماری سے کوئی عشق نہ تھا۔"

میں نے ایک تیز نظر جلال کی طرف ڈالی کیونکہ مجھے یاد آیا کہ جلال نے مجھ سے یہ بیان کیا تھا کہ مکرجی کا کوئی زندہ رشتہ دار موجود نہیں ہے لیکن جلال ذرا سا بھی پشیمان محسوس نہ ہوتا تھا۔

"کمل رائے اب کہاں ہے گل خاں؟ اس نے پوچھا۔

"آخری بار جب ہم کو علم ہوا تو وہ برما میں تھا۔" گل خاں نے جواب دیا۔

"آپ چاہتا ہے کہ ہم معلوم کرے؟"۔

"ابھی نہیں بعد میں تم کو بتا دیا جائے گا۔" جلال نے کہا اور گل خاں ہال میں واپس چلا گیا۔

"کمل رائے تمہارے دوستوں میں ہے یا دشمنوں میں!" میں نے دریافت کیا۔

"وہ کسی میں بھی شامل نہیں" جلال نے جواب دیا۔



میں چند منٹ تک خاموش بیٹھا ہوا گل خاں کی بتائی ہوئی غیر معمولی اور غیر متوقع باتوں کو دماغ میں الٹ پلٹ کرتا رہا۔ میں روپ کماری اور مکرجی کے مکانات کی باہمی قربت میں جو ایک دھندلا سا تعلق دیکھ رہا تھا۔ وہ سب ٹوٹ چکا تھا لیکن گل خاں کی باتوں نے روپ کماری اور مکرجی میں ایک دوسرا تعلق نمایاں کر دیا تھا۔ روپ کماری کی موت ۱۲ اکتوبر کو واقع ہوئی تھی اور مکرجی کی موت ۱۰ نومبر کو...... اب سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ مکرجی نے آخری بار اس عورت سے کب ملاقات کی تھی؟ اگرچہ یہ پراسرار بیماری کسی طرح کے جراثیم سے پیدا ہوئی تھی تو یہ بات کوئی بھی نہ بتا سکتا تھا کہ جراثیم کے لگنے اور بیماری کے آغاز کے درمیان کتنی مدت رہی ہوگی۔ سوچنا یہ تھا کہ مکرجی کو اس عورت سے یہ بیماری لگی تھی۔

"جلال!" میں نے کہا۔ "آج رات دو باتوں میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم نے مکرجی کے متعلق مجھے گمراہی میں مبتلا کیا ہے میں اس چیز کو فراموش کئے دیتا ہوں کیونکہ مجھے یہ یقین نہیں کہ تم پھر ایسی حرکت کرو گے اور میں تم پر اعتماد کرنے کا فیصلہ کر چکا ہوں یہاں تک کہ اپنی پیشہ ورانہ رازداری کا دروازہ تم پر کھول رہا ہوں ان خطوط کو پڑھو۔"

میں نے اس کے سامنے اپنے سوال نامے کے جوابات رکھ دیئے جب وہ سب پڑھ چکا تو میں نے اس کے سامنے وہ سب کچھ بیان کیا جو کہ ڈاکٹر "ش" نے روپ کماری کے متعلق بتایا تھا۔ اسکے بعد میں نے لاش کی چیر پھاڑ اور طبی معائنوں کے تمام نتائج اس کے سامنے پیش کئے اور مکرجی کے خون کے ذرات میں جو روشن نقطے پائے گئے تھے۔ ان کا بھی تذکرہ کیا۔

یہ بات سن کر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا وہ دل میں کچھ دعائیں سی پڑھنے لگا۔

"خدا کی پناہ!" آخر وہ بولا۔ "یہ تو کسی جادوگرنی کا کام ہے!...... جادو کی آگ!۔"

"کیا بے ہودہ بکواس کر رہے ہو؟" میں نے کہا "اپنی توہم پرستی کو بھول جاؤ! میں تمہاری مدد چاہتا ہوں۔"

"آپ عالمانہ جہالت میں مبتلا ہیں بہت سی چیزیں ایسی بھی ہیں ڈاکٹر شاہد کہ......"

اس نے قدرے برہمی سے کہنا شروع کیا۔ لیکن پھر اپنے جوش پر قابو پا کر رک گیا۔

"آپ مجھ سے چاہتے کیا ہیں؟" وہ بولا۔

"سنو" میں نے کہا۔ "سب سے پہلا کام یہ ہے کہ ہم مل کر ان آٹھ مریضوں کے واقعات پر غور کریں۔ ان کا تجزیہ کریں...... کیوں ڈاکٹر کمار تم کسی نتیجہ پر پہنچے؟"

"جی ہاں" کمار نے جواب دیا" میرے خیال میں یہ آٹھوں آدمی قتل کئے گئے ہیں۔"

ڈاکٹر کمار نے اسی خیال کو الفاظ کا جامہ پہنا دیا تھا۔ جو کہ خود میرے ذہن میں گھوم رہا تھا۔ لیکن جہاں تک میں دیکھ سکتا تھا اس خیال کی تائید میں کوئی ہلکا سا ثبوت بھی موجود نہ تھا...... اس چیز نے مجھے قدرے برہم کر دیا۔

"تم مجھ نا اہل سے ایک بلند تر انسان ہو شرلاک ہومز صاحب!" میں نے طنزیہ جواب دیا۔ کمار کچھ خفیف سا ہو گیا۔

"خدا کی پناہ!" جلال نے زیر لب کہا۔ میں نے ایک تیز نظر اس کی طرف ڈالی اور وہ چپ ہو گیا۔

"گول مول باتیں مت کرو کمار" میں بولا۔ "تمہارے پاس ثبوت کیا ہے؟"۔

"آپ تقریباً دو گھنٹے تک مکرجی سے دور رہے تھے۔" کمار نے کہا "میں تقریباً شروع سے آخر تک اس کے پاس موجود رہا۔ اس کا مطالعہ کرنے سے مجھے یہ محسوس ہوا کہ ساری خرابی دراصل اس کے ذہن میں تھی...... یعنی اسکے جسم اس کے اعصاب اور اس کے دماغ نے کام کرنے سے انکار نہیں کیا تھا۔ بلکہ دراصل اس کی قوت ارادی جواب دے چکی تھی...... لیکن نہیں...... یہ بات بھی کچھ ٹھیک نہیں...... آپ اسے یوں سمجھئے کہ اس کی قوت ارادی نے اس کے جسم کے افعال کی پرواہ کرنا چھوڑ دیا تھا...... اور...... جسم کو ہلاک کرنے پر تل گئی تھی!"

"تم اس وقت جس چیز کا خاکہ کھینچ رہے ہو وہ قتل نہیں بلکہ خود کشی ہے۔" میں نے



کہا۔ "بہر حال ایسا پہلے بھی ظہور میں آ چکا ہے۔ میں نے چند ایسے لوگوں کو مرتے دیکھا ہے جو زندہ رہنے کا ارادہ کھو چکے تھے۔"

"میرا یہ مطلب نہیں"۔ کمار نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "آپ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ تو ایک انفعالی اور بے اختیاری چیز ہے میں جس چیز کی طرف اشارہ کر رہا ہوں وہ اختیاری اور ارادی شے ہے۔"

"خدا کی پناہ!"...... میں نے واقعی متعجب ہو کر کہا" اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہارے خیال میں یہ آٹھوں مریض صرف اس لیے مر گئے کیونکہ انہوں نے اپنی قوت ارادی سے موت کو اپنے اوپر طاری کر لیا تھا...... حالانکہ ان میں ایک صرف گیارہ سال کی بچی بھی شامل ہے۔"

"خدا کی پناہ............" جلال نے پھر زیر لب کہا

"میں نے یہ نہیں کہا۔" کمار نے جواب دیا۔ "مجھے جو کچھ محسوس ہوا وہ یہ تھا کہ مکرجی کو ہلاک کرنے والی چیز بنیادی طور پر خود اس کا اپنا ارادہ نہ تھا۔ بلکہ کسی اور کی قوت ارادی تھی جس نے مکرجی کے ارادے کی اہلیت کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ اس کو چاروں طرف سے لپیٹ لیا تھا اور اس کے اندر گھس کر ہر طرف اپنا اقتدار قائم کر لیا تھا۔ یہ کسی دوسرے انسان کی قوت ارادی تھی...... اور مکرجی اس کی مخالفت یا تو کر ہی نہ سکتا تھا یا کرنا نہ چاہتا تھا...... کم از کم اپنی زندگی کے آخری لمحات میں......"

میں نے اپنی برہمی کو دبا دیا اور غور کرنے لگا کچھ بھی ہو کمار کے لیے میرے دل میں بڑی عزت تھی۔ وہ اس قدر نیک دیانتدار اور سلجھا ہوا انسان تھا کہ اگر وہ کسی خیال کا اظہار کرے تو اس کو خواہ مخواہ رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اگر یہ سب قتل کے ہی واقعات تھے تو تمہارے پاس اس کے متعلق کوئی نظریہ ہے کہ جرائم قتل کا ارتکاب کیسے کیا گیا"؟ میں نے خوش اخلاقی کے ساتھ دریافت کیا۔

"نظریہ؟...... جی نہیں...... ذرا سا بھی نہیں" کمار نے کہا۔

"اچھا آیئے ہم قتل پر ہی غور کریں...... جلال! تمہیں اس سلسلہ میں ہمارے مقابلہ میں زیادہ تجربہ ہے اس لیے غور سے سنو اور اپنی جادوگری کو بھول جاؤ" میں نے کافی بے رحمی سے کہا۔ "کسی بھی قتل کے لیے تین باتیں لازمی ہوتی ہیں...... طریقہ موقع۔ مقصد ان کو ترتیب وار لیجئے۔ سب سے پہلے...... طریقہ قتل۔"

میں ایک منٹ کے لیے خاموش ہو گیا اور پھر بولا...... "تین طریقے ایسے ہیں جن سے ایک انسان زہر یا متعدی اثرات کی وجہ سے ہلاک ہو سکتا ہے۔ نمبر اول ناک کے

ذریعہ......اس میں وہ اموات بھی شامل ہیں جو کہ منہ یا جلد میں مختلف قسم کے گیس داخل ہونے سے واقع ہو سکتی ہیں اس کے علاوہ دو یا تین راستے اور بھی ہیں۔ مثال کے طور پر شیکسپیئر کے مشہور ڈرامے میں ہیملٹ کا باپ کان میں زہر ڈال کر قتل کیا گیا۔ حالانکہ مجھے ہمیشہ سے یہ شک و شبہ رہا ہے کہ ایسا ممکن بھی ہے یا نہیں۔ بہر حال موجودہ حالات میں نظر یہ قتل پر غور کرتے ہوئے میرے خیال میں منہ۔ ناک اور جلد سے ہو کر کوئی چیز اگر خون تک پہنچتی ہے تو یا تو وہ خود جذب ہو کر پہنچی یا باہر سے داخل کی گئی۔ کیا ایسی کسی چیز کا کوئی سوراخ کسی بھی مریض کی جلد پر سانس کی نالیوں کی جھلیوں پر حلق میں۔ آنتوں میں معدے میں۔ خون میں۔ اعصاب کے اندر دماغ میں......یا کہیں بھی پایا گیا؟"

"آپ خود ہی جانتے ہیں کہ ایسی کوئی علامت نہیں ملی" کمار نے کہا۔

"بالکل درست" میں نے کہا۔ "لہٰذا اب اس کو مشکوک اور غیر یقینی روشن ذرہ خون کے علاوہ طریقہ قتل کی قطعی کوئی بھی شہادت ہمارے پاس موجود نہیں یعنی نظریہ قتل کو قائم کرنے کے لیے پہلی ہی بنیادی ایک چیز قطعی مفقود ہے آیئے اب دوسری ضروری چیز پر غور کریں......یعنی ارتکاب قتل کا موقع۔"

ایک منٹ سکوت کے بعد میں نے کہا۔ "ان آٹھ مریضوں میں ایک غلام و بدکردار عورت ایک جرائم پیشہ مرد۔ ایک معزز غیر شادی شدہ عورت۔ ایک اونٹوں کا تاجر۔ ایک گیارہ سال کی اسکول کی طالبہ۔ ایک مہاجن۔ ایک بازیگر یا نٹ اور ایک فلم اسٹار شامل ہیں۔ اس جماعت میں اس قدر متفرق قسم کے لوگ شامل ہیں کہ شاید اس سے زیادہ متفرق انسانوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو۔ بہت کھینچ تان کی جائے تو شاید فلم اسٹار......اور مکرجی اور روپ کماری کے درمیان کچھ مشترک باتیں مل جائیں ورنہ جہاں تک ہم اندازہ لگا سکتے ہیں ان آٹھوں مریضوں میں سے کسی بھی ایک کا دائرہ حیات کسی دوسرے کے قریب سے نہیں گزرا۔ جو شخص جرم پیشہ مکرجی سے اس قدر قریب تعلق رکھتا ہو کہ اسے قتل کرنے کا موقع پا سکے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہی شخص دوسری طرف رجنی دیوی جیسی معزز سماجی کارکن اور شریف خاتون سے اس طرح کا قریبی تعلق رکھنے کا موقع حاصل کر سکے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو شخص مہاجن، سہراب بھائی سے قربت حاصل کر چکا ہو وہی شخص رام چندر جیسے محض ایک نٹ سے بھی قربت رکھتا ہو؟ وغیرہ وغیرہ......آپ محسوس کرتے ہیں اس دشواری کو؟......اگر یہ سب قتل کے ہی واقعات ہیں تو جس چیز کے ذریعہ قتل کا ارتکاب کیا گیا خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ بالکل لازمی ہے کہ اس چیز کو مریضوں پر استعمال کرنا محض کوئی اتفاقیہ کام نہ تھا۔ اس کا استعمال تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان لوگوں سے قاتل کا



قریبی تعلق اور بے تکلفی کا رشتہ تھا۔ آپ کو اس خیال سے اتفاق ہے؟"

"بڑی حد تک" کمار نے کہا۔

"اگر یہ سب لوگ ایک ہی پڑوس میں رہتے ہوتے تو ہم یہ فرض کر سکتے تھے کہ وہ سب کے سب فطری طور پر مفروضہ قاتل کی زد میں آگئے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایک دوسرے کے قرب و جوار میں نہ تھے......"

"معاف کیجئے ڈاکٹر صاحب" جلال نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "لیکن فرض کیجئے کہ یہ لوگ کوئی ایسی مشترک دلچسپی رکھتے ہوں جو کہ ان کو قاتل کی زد میں لے آئی۔"

"اس قدر متفرق قسم کے لوگوں کی جماعت میں کوئی مشترک دلچسپی کون سی ممکن ہے۔"

"ڈاکٹر کی رپورٹ اور گل خاں کے بیان کے مدنظر ان مریضوں کی ایک مشترک دلچسپی تو بالکل ظاہرہ ہے۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو جلال؟......کون سی دلچسپی؟"

"بچے!" اس نے جواب دیا۔ "چھوٹے اور بڑے بچے!"

کمار نے سر ہلا کر کہا۔ "میں نے بھی اس چیز کو محسوس کیا تھا۔"

"ڈاکٹروں کے بیانات پر غور کیجئے۔" جلال نے کہا۔ "رجنی دیوی کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ سخاوت و خیرات کی دلدادہ اور بچوں سے محبت کرنے والی خاتون تھی یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس کی سخاوت و خیرات بچوں کی امداد کی شکل میں ظاہر ہوتی ہوگی۔ مہاجن۔ سہراب بھائی بچوں کی فلاح سے دلچسپی رکھتا تھا۔ اینٹوں کے بھٹے والا شخص۔ نٹ یا بازیگر اور فلم اسٹار یہ سب ہی بچوں کے باپ تھے۔ انیتا خود ایک بچی تھی۔ مکرجی اور روپ کماری تو بقول گل خاں آشا کے بچے سے "عشق" رکھتے تھے۔"

"لیکن" میں نے احتجاج کیا۔ "اگر یہ قتل کے واقعات ہیں تو ان سب میں ایک ہی انسان کا ہاتھ کار فرما ہے۔ یہ دائرہ امکان سے باہر ہے کہ یہ آٹھوں مریض ایک ہی بچے میں یا بچوں کی ایک ہی جماعت میں دلچسپی رکھتے ہوں۔"

"بالکل صحیح" کمار نے کہا۔ "لیکن ایسا تو ہو سکتا ہے کہ ان آٹھوں آدمیوں کو کسی ایسی ایک چیز سے کوئی دلچسپی ہو جو کہ ان کے خیال میں اس بچے یا ان بچوں کے لیے مفید یا باعث مسرت ثابت ہو سکتی تھی جن کے ساتھ ان آٹھوں میں سے ہر ایک آدمی کو اپنی اپنی جگہ محبت اور وابستگی تھی......اور ممکن ہے کہ سب بچوں کی پسندیدگی کی یہ خاص چیز کسی ایک ہی جگہ سے دستیاب ہو سکتی ہو۔ اگر ہم یہ معلوم کر سکیں کہ............"

"حقیقت یہی ہے تو یقیناً جس جگہ وہ چیز دستیاب ہوتی ہے اس جگہ تفتیش کرنا بہت مفید و ضروری ہوگا۔"

"اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ خیال قابل غور ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میرے خیال میں مشترک طور پر کوئی ایسی چیز موجود ہو جو قاتل کے لیے یکساں دلچسپی رکھتی ہو۔"

"مثال کے طور پر یہ ہو سکتا ہے کہ قاتل ایک ریڈیو مستری ہو...... یا بڑھئی...... یا درزی ہو...... یا بجلی کا مستری ہو...... وغیرہ وغیرہ۔"

کمار نے بے معنی طور پر سر ہلایا۔ جلال نے کوئی جواب نہ دیا وہ اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا اس طرح بیٹھا رہا جیسے اس نے میری بات سنی ہی نہیں۔

"دیکھو مسٹر جلال" میں نے کہا۔ "براہ کرم غور سے سنو۔ اپنے غور و فکر میں ہم اب بھی یہاں تک پہنچے ہیں...... اگر یہ قتل ہے تو طریقہ قتل نا معلوم! اب رہا موقع قتل...... اس سلسلے میں ہم کو ایک ایسا شخص معلوم کرنا ہے جس کا کاروبار پیشہ وغیرہ ایسا ہو جس سے ان آٹھوں میں سے ہر ایک آدمی کو دلچسپی ہو اور یہ سب لوگ یا تو خود اس کے پاس جاتے ہوں یا وہ ان کے پاس آتا ہو...... اس شخص کا کاروبار یا پیشہ کچھ ایسا ہونا چاہیے جس کا تعلق کسی طرح شیر خوار بچوں یا بڑے بچوں سے ہو۔ آخر میں مقصد قتل کا نمبر آتا ہے...... انتقام۔ حصول مفاد۔ محبت۔ نفرت رشک و حسد ذاتی تحفظ...... ان میں سے کوئی بھی موزوں نظر نہیں آتا کیونکہ اس جگہ ہمیں ان مریضوں کے مختلف سماجی مراتبت کی دیوار حائل نظر آتی ہے۔"

"اس سلسلے میں اگر ہم یہ کہیں کہ قاتل کو موت کی بھوک یا خون کی پیاس تھی تو کیا برا ہے؟ کیا آپ اس چیز کو مقصد قرار نہیں دیں گے؟" کمار نے پوچھا۔

جلال اپنی کرسی سے نصف استادہ ہو گیا اور کمار کی طرف ایک عجیب تیز و شدید نظر ڈالی اس کے بعد وہ پھر بیٹھ گیا لیکن میں نے دیکھا کہ اب وہ پوری مستعدی سے سن رہا تھا۔

"میں ایک خونخوار دیوانے کے امکان کا نظریہ خود ہی پیش کرنے والا تھا۔" میں نے کہا۔ کسی لونگ فیلو کی یہ سطور تو ضرور یاد ہوں گی :۔

میں نے ایک تیر ہوا میں چلایا
وہ زمین پر گر پڑا نہ جانے کہاں!

میں نے اس خیال کو بھی قبول نہیں کیا کہ لونگ فیلو کی یہ سطور اس کے کسی خاص تاثر کا نتیجہ ہیں جن کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ کسی نا معلوم بندرگاہ کی طرف ایک جہاز بھیجا گیا اور یہ



جہاز جب واپس آیا تو اس پر مامور بندر یا قیمتی پتھروں کا ایک غیر متوقع بار لدا ہوا تھا کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے یہ ناممکن ہے کہ کسی ہنگامہ پرور شاہراہ سے اوپر ایک کھڑکی کے قریب یا کسی بہت اونچی عمارت کی بلندی پر کھڑے ہوں اور ان کے نیچے کوئی چیز پھینکنے کی خواہش نہ ہو ان کو یہ سوچنے میں ایک عجیب لطف آتا ہے کہ یہ پھینکی ہوئی چیز نیچے جا کر کہاں اور کس کے سر پر لگے گی۔ اپنے اس فعل سے ان کو اپنی قوت محسوس کرنے اور صاحبِ اختیار بننے کا موقع ملتا ہے...... گویا کسی حد تک وہ چاہتے ہیں کہ خدا بن جائیں اور نیک و بد ہر ایک انسان پر کوئی مہلک وبائی مرض نازل کریں۔ لونگ فیلو ضرور ان ہی لوگوں میں سے ایک تھا اپنے دل کی گہرائیوں میں یقیناً وہ یہ خواہش رکھتا تھا کہ ایک اصلی حقیقی تیر چلائے اور اس کے بعد اپنے تصور میں یہ سوچ کر مزا لے کہ وہ تیر کسی انسان کی آنکھ میں پیوست ہوا ہے یا کسی کے دل میں ترازو ہوا ہے یا کسی کے قریب سے بال برابر فرق سے گزر کر خواہ مخواہ کسی آوارہ کتے کے جا لگا ہے اسی نظریہ کو ذرا اور وسیع کر کے دیکھئے ایسے لوگوں میں سے آپ کسی کو یہ قوت و قدرت دیجئے کہ وہ دنیا میں چاروں طرف انسانوں پر خواہ مخواہ بے تکی موت نازل کر سکے...... ایک ایسی موت جس کا سبب اسے یقین ہے کہ کوئی بھی معلوم نہ کر سکے گا۔ اپنی گمنام خلوت اور سلامتی کی پناہ میں وہ ایک موت کے دیوتا کی طرح بیٹھ جائے گا اور خواہ اس کو کسی سے کوئی خصوصی دشمنی ہو یا نہ ہو وہ اپنے تیر لونگ فیلو کے شاعرانہ تیر انداز کی طرح ہوا میں چلاتا رہے گا۔ صرف اس لیے کہ اس میں ایک لطف ملتا ہے۔"

"تو کیا تم ایسے شخص کو خونخوار دیوانہ نہ کہو گے؟" میں نے پوچھا۔

"لازمی نہیں کہ وہ دیوانہ بھی ہو۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہلاک و خون ریزی کے معاملہ میں وہ تمام انسانی احساسات سے آزاد ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جرم و گناہ اور غلط کاری کا اسے کوئی شعور ہی نہ ہو اس کو یہ احساس ہی نہ ہوتا ہو کہ وہ کوئی غلط کام کر رہا ہے۔ اس دنیا میں ہر انسان سزائے موت کا حکم پا کر پیدا ہوتا ہے۔ اس سزا کی تکمیل کب اور کیسے ہوگی یہ اسے معلوم نہیں ہوتا ہو سکتا ہے کہ یہ قاتل اپنے جرائم کو ایسی ہی ایک فطری چیز سمجھتا ہو جیسا کہ موت کی تباہ کاریوں کو ہم سب تصور کرتے ہیں۔ کوئی بھی شخص جو یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ دنیا کے تمام واقعات ایک قادر اور منصف خدا کی کارفرمائیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہو کہ دنیا کے تمام معاملات اسی قوت کے ہاتھ میں ہیں جس کو مبہم طور پر "تقدیر" کہا جاتا ہے تو کیا آپ "تقدیر" کو ایک خونخوار دیوانہ کہیں گے؟"

"تمہاری یہ شاعرانہ تیر اندازی بہت پر اسرار ہوتی جا رہی ہے۔ مسٹر کمار" میں نے

کہا۔ "بحث اب اس قدر زیادہ مابعد الطبیعات کی طرف بڑھ رہی ہے کہ مجھ جیسے سیدھے سادھے سائنس پسند انسان کے بس کی بات نہیں...... مسٹر جلال! میں اس معاملے کو پولیس کے سامنے نہیں رکھ سکتا۔ مجھے یقین ہے کہ جب میں پولیس والوں کو یہ سب کچھ بتاؤں گا تو وہ مہذب خاموشی اور خوش اخلاقی سے سن لیں گے لیکن میرے چلے آنے کے بعد وہ جی بھر کے قہقہے لگائیں گے۔ اگر میں حکام کے سامنے وہ سب کچھ ظاہر کروں جو کہ میرے دماغ میں موجود ہے تو ان لوگوں کو بڑا افسوس ہوگا کہ جس انسان کی دماغی اہلیت کی وہ اب تک اس قدر عزت کرتے رہے ہیں وہ اب دماغی فتور کا شکار ہوتا جارہا ہے...... اور میں یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کسی پرائیویٹ سراغ رساں سے امداد طلب کروں۔"

"تو آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" جلال نے پوچھا۔

"تمہیں غیر معمولی ذرائع حاصل ہیں" میں نے جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم گزشتہ دو ماہ سے متعلق مکر جی اور روپ کماری کی ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لو نیز تم باقی مریضوں کے متعلق بھی اسی طرح کی تفتیش کے سلسلے میں ہر وہ کوشش کرو جو تمہارے امکان میں ہو......"

میں ایک لمحہ کے لیے رک گیا اور پھر بولا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم وہ ایک جگہ ڈھونڈ نکالو جو کہ ان بد قسمت مریضوں میں سے ہر ایک کے لیے بچوں کی فطری محبت کی بنا پر دلچسپی یا دلکشی کا باعث تھی کیونکہ اگرچہ میری عقل یہ محسوس کرتی ہے کہ تمہارے اور ڈاکٹر کمار کے پاس کوئی ایسا ٹھوس ثبوت موجود نہیں جس پر تم اپنے شکوک کی بنیاد رکھ سکو تاہم میں بادل نخواستہ تمہارے سامنے یہ اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے تمہارے خیالات میں صداقت کا امکان ضرور محسوس ہوتا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنے خیالات کی اصلاح کر لی ڈاکٹر شاہد" جلال نے کہا۔ "میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ زیادہ مدت نہ گزرے گی جب کہ آپ اسی طرح بادل نخواستہ بھی تسلیم کرلیں گے کہ میری "جادوگرنی" میں بھی صداقت کا امکان موجود ہے۔"

"میں خود کو کافی حقیر محسوس کر رہا ہوں یہ دیکھ کر مجھے تمہارے اس خیال کی تردید کی بھی ہمت نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔

جلال نے ایک قہقہہ لگایا اور ڈاکٹروں کی رپورٹ سے ضروری معلومات کو نقل کرنے میں مصروف ہو گیا۔ گھڑی نے دس بجائے۔ گل خاں یہ اطلاع دینے آیا کہ کار باہر منتظر ہے اور ہم جلال کو رخصت کرنے دروازے تک آئے جلال دروازے سے باہر نکل چکا تھا اور سیڑھیوں پر اتر رہا تھا جب کہ میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔



"تم تفتیش کا سلسلہ کس شخص سے شروع کرو گے جلال؟" میں نے پوچھا۔

"مکر جی کی بہن سے۔"

"کیا وہ جانتی ہے کہ مکر جی مر چکا ہے؟"

"نہیں" اس نے پس و پیش سے جواب دیا" وہ سمجھتی ہے کہ مکر جی کہیں چلا گیا ہے۔ وہ اکثر طول طویل مدت کے لیے ادھر ادھر جاتا رہا تھا اور آشا جانتی ہے کہ وہ کیوں براہ راست اس کے پاس کوئی خط وغیرہ نہیں بھیج سکتا تھا۔ ایسے موقعوں پر میں آشا کو باخبر رکھتا تھا۔ میں نے اس کو مکر جی کی موت کی اطلاع نہیں دی کیونکہ وہ مکر جی سے بہت پیار کرتی ہے اور اس کو بہت زیادہ صدمہ ہونا لازمی ہے...... اور...... ایک مہینے میں ہی شاید ایک اور بچے کی ولادت بھی ہونے والی ہے۔"

"نہ جانے وہ بھی جانتی ہے یا نہیں کہ روپ کماری مر چکی ہے؟"۔

"مجھے معلوم نہیں۔ اغلب یہی ہے کہ وہ جانتی ہو گی...... حالانکہ گل خاں کو بظاہر اس کی خبر نہیں۔"

"خیر" میں نے کہا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مکر جی کی موت کو اب تم اس سے کس طرح پوشیدہ رکھ سکو گے لیکن یہ کام تو تمہارا ہے۔"

"بالکل" میں نے جواب دیا اور کار کی طرف بڑھ گیا جہاں گل خان موجود تھا۔

کمار اور میں بمشکل ابھی دار المطالعہ میں پہنچے تھے کہ ٹیلی فون کی گھنٹی گونج اٹھی کمار نے اس کا جواب دیا۔ میں نے سنا کسی شے پر لعنت بھیج رہا تھا۔ اس کا ہاتھ جس میں ٹیلی فون تھا کانپ رہا تھا۔ وہ ٹیلی فون میں بولا......

"ہم فوراً آرہے ہیں۔"

اس کے بعد ٹیلی فون کو آہستہ آہستہ رکھتے ہوئے وہ ناگوار منہ بنائے ہوئے میری طرف مخاطب ہوا۔

"نرس شیلا بھی اسی آفت میں مبتلا ہو گئی ہے!"

میرے سینے پر ایک گھونسہ سا لگا۔ جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں شیلا ایک مکمل نرس تھی اور اس کے علاوہ ایک یکسر نیک اور دلکش نوجوان ہستی تھی...... حسن کا ایک بہترین نمونہ...... لمبے لمبے سیاہ بال۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں...... حیرتناک حد تک لمبی پلکیں۔ دودھ جیسی سفید جلد...... بے شک! حسن کا ایک اعلیٰ نمونہ...... ایک یا دو منٹ کے سکوت کے بعد میں نے کہا۔

"کمار!...... دیکھ رہے ہو؟...... تمہارے تمام نفیس و باریک دلائل ہوا میں غائب ہو

گئے ...... ان کے ساتھ ہی تمہارا وہ نظریہ قتل بھی گیا گزرا ہوا...... روپ کماری کے بعد مکرجی اور اب اس کے بعد شیلا...... اب کوئی شک نہیں رہا کہ یہ سب کچھ کسی متعدی مرض کا نتیجہ ہے۔"

"شک نہیں رہا؟" وہ متفکر ہو کر بولا "میں یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔ مجھ کو معلوم ہے کہ شیلا اپنا زیادہ تر روپیہ اپنی ایک بھتیجی پر خرچ کرتی ہے جو اس کے ساتھ ہی رہتی ہے...... ایک آٹھ سال کی بچی ہے وہ...... جلال کا مشترک دلچسپی والا نظریہ شیلا پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔"

"پھر بھی" میں نے فکر مندانہ لہجے میں کہا۔ "میں اس بات کا ارادہ کر چکا ہوں کہ ایک متعدی مرض کی تمام احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں۔"

جب تک ہم نے کوٹ اور ہیٹ پہنے میری کار باہر آ چکی تھی اسپتال صرف دو عمارتوں کے بعد تھا۔ لیکن میں ایک سیکنڈ بھی ضائع کرنا نہ چاہتا تھا میں نے فوراً نرس شیلا کو اس جداگانہ وارڈ میں لے جانے کا حکم دیا جو مشتبہ قسم کی بیماریوں کے مشاہدے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ شیلا کا معائنہ کرنے پر میں نے اس کے جسم میں وہی لچکیلا پن پایا جو کہ مکرجی میں دیکھا تھا لیکن مکرجی کے برعکس یہ بات مشاہدہ کی تھی کہ شیلا کی آنکھوں اور چہرے پر دہشت کی علامات بہت کم تھیں۔ نفرت کی علامات یقیناً موجود تھیں۔ ایک شدید نفرت و کراہت!...... مگر خوف کا کوئی نشان نہ تھا۔ دیکھنے میں مجھے شیلا بھی ایسی ہی معلوم ہوئی گویا وہ اندر اور باہر دونوں طرف دیکھ رہی ہے جب میں اس کا معائنہ کرنے لگا تو نمایاں طور پر اس کی آنکھوں میں شناخت کی ایک چمک پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کوئی التجا کر رہی ہے میں نے کمار کی طرف نظر اٹھائی تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ چیز اس نے بھی محسوس کی تھی۔

میں نے ایک ایک انچ کر کے شیلا کے پورے جسم کا معائنہ کیا اس پر کہیں کوئی نشان نہ تھا سوائے ایک ہلکے گلابی سے نشان کے جو کہ اس کے داہنے پاؤں پر نظر آتا تھا۔ مزید غائر معائنہ پر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ نشان کسی سطحی اور جلدی صدمے کا نتیجہ ہے مثلاً کوئی خراش معمولی طور پر جل جانا یا کوئی اور چیز.......... بہر حال یہ معمولی سا زخم اب مکمل طور پر مندمل ہو چکا تھا اور جسم کی جلد بالکل صحت مند تھی۔

باقی تمام تفصیلات میں شیلا کی حالت مکرجی سے مشابہ تھی.......... اور باقی دوسرے مریضوں سے بھی.......... ایک نرس نے مجھے بتایا کہ جب شیلا گھر جانے کے لئے اپنا کوٹ وغیرہ پہن رہی تھی تو اچانک اس کی حالت غیر ہو گئی۔ میرے اس سلسلہ تحقیق کو کمار کے



منہ سے تعجب کی ایک آواز نے درہم برہم کر دیا میں مریضہ کی چارپائی کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا شیلا کا ہاتھ آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا تھا۔ اور اس طرح کانپ رہا تھا جیسے اوپر اٹھنے میں اس کو ارادہ کی ایک بڑی زبردست طاقت صرف کرنی پڑ رہی ہو اس کی انگشت شہادت ایک نیم اشارہ سا کر رہی تھی۔ میں نے اشارے کے سمت میں نظر ڈالی تو شیلا کے پاؤں کا داغ سامنے آ گیا اور اسی وقت میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں اسی زبردست ارادے کی کوشش میں داغ پر مرکوز ہو رہی تھیں جیسے وہ اس داغ کو دیکھنے یاد کھانے کی سعی کر رہی ہو۔

یہ زبردست جدوجہد یقیناً اس کیلئے ناقابل برداشت تھی۔ ہاتھ بے جان سا ہو کر گر پڑا اور آنکھیں پھر خوف و دہشت کے دو تالاب بن گئیں بایں ہمہ یہ بالکل ظاہر تھا کہ شیلا نے ہم لوگوں تک کوئی پیغام پہنچانے یا ہم کو کوئی بات بتانے کی کوشش کی تھی۔ کوئی ایسی بات جس کا تعلق اس مندمل شدہ زخم سے تھا۔

میں نے نرس سے دریافت کیا کہ کیا شیلا نے کبھی کسی سے اپنے پاؤں کے زخم یا چوٹ کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں کیا اور نہ کبھی دوسری نرسوں میں سے کسی نے ایسی کوئی بات کہی۔ لیکن اس کے بعد اس نرس نے یہ انکشاف کیا کہ اسپتال کی ایک دوسری نرس کامنی اسی کمرے میں رہتی تھی۔ جس میں شیلا اور تاجو کی سکونت تھی میں نے پوچھا کہ تاجو کون ہے تو نرس نے بتایا کہ شیلا کی بھتیجی کا نام تاجو ہے۔ تحقیق کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ اس رات نرس کامنی کی ڈیوٹی اسپتال میں نہ تھی چنانچہ میں نے یہ ہدایت دے دی کہ کامنی جیسے ہی واپس آئے مجھے ٹیلی فون کر دے۔

اس اثناء میں ڈاکٹر اشوک جانچ کے لیے مریضہ کا خون لینے میں مصروف تھا۔ میں نے اس کو ہدایت کی کہ خوردبین میں خون کا مطالعہ غور سے کیا جائے اور اگر کوئی روشن ذرہ خون سے دستیاب ہو تو مجھے فوراً مطلع کیا جائے۔ اس وقت حسن اتفاق سے گرم ممالک کے خصوصی امراض کا ایک ممتاز ماہر ڈاکٹر سانو اور مشہور دماغی ماہر ڈاکٹر نجیب جس پر مجھے زبردست اعتماد ہے اسپتال میں موجود تھا میں نے ان دونوں کو مریضہ کے معائنے کے لیے بلا لیا لیکن سابقہ مریضوں کے متعلق ان کو کچھ نہیں بتایا جب وہ دونوں شیلا کا معائنہ کرنے میں مصروف تھے۔ تو ڈاکٹر اشوک نے اندرونی ٹیلیفون پر مجھے اطلاع دی کہ وہ روشن ذرات خون میں سے ایک کو علیحدہ کر لینے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ میں نے ڈاکٹر سانو اور ڈاکٹر نجیب سے درخواست کی کہ ڈاکٹر اشوک کے پاس چلے جائیں اور جو چیز ان کو دکھائے گا اس کے متعلق اپنی رائے سے آگاہ کریں۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں واپس آئے۔ تو کچھ پریشان اور برہم نظر آتے تھے انہوں نے مجھے بتایا کہ ڈاکٹر اشوک نے ان کے سامنے ایک فاسفورس

کی طرح روشن ذرہ خون کا تذکرہ کیا تھا لیکن جب انہوں نے خوردبین میں دیکھا تو ایسی کوئی چیز نہیں ملی۔ ڈاکٹر نجیب نے بڑی سنجیدگی سے مجھ سے کہا کہ ڈاکٹر اشوک کو اپنی آنکھوں کا معائنہ کرانے کی سخت ضرورت ہے...... ڈاکٹر سانو نے طنزیہ کہا کہ اگر ایسی کوئی چیز اس کو نظر پڑتی تو اس کو اتنا ہی تعجب ہوتا جتنا کہ خون کی کسی شریان میں کسی ننھی سی "جل پری" کو تیرتے ہوئے دیکھنے سے ہو سکتا ہے ان الفاظ کو سن کر مجھے پھر اس امر کی صداقت کا احساس تازہ ہو گیا کہ میں نے خاموش رہ کر کس قدر عقل مندی کا کام کیا ہے۔

مریضہ کے چہرے پر بھی وہ کیفیات ظاہر نہ ہوئیں جن کے ظاہر ہونے کی توقع تھی۔ شدید نفرت و کراہت کا عالم بدستور طاری رہا اور ڈاکٹر سانو اور ڈاکٹر نجیب نے اس کیفیت کو "خلاف معمول" قرار دیا۔ وہ اس خیال پر متفق تھے کہ مریضہ کی یہ حالت ضرور کسی دماغی صدمہ کا نتیجہ ہے ان کے خیال میں کسی جراثیمی اثر کسی تشلی دوا یا زہر کی کوئی علامت موجود نہ تھی۔ اس رائے کو تسلیم کرتے ہوئے کہ یہ ایک انتہائی دلچسپ کیس ہے اور مجھ سے یہ دریافت کرتے ہوئے کہ مریضہ کی حالت کی تبدیلیوں اور انجام سے ان کو مطلع رکھا جائے وہ دونوں رخصت ہو گئے۔

چوتھے گھنٹے کے آغاز پر مریضہ کی ظاہری کیفیت میں ایک تغیر رونما ہوا۔ لیکن وہ نہیں تھا جس کی مجھے توقع تھی۔ شیلا کی آنکھوں میں اور چہرے پر صرف نفرت و کراہت کا عالم تھا۔ ایک بار مجھے خیال ہوا کہ اس کے چہرے پر شیطانی اشتیاق کی ایک جھلک سی دوڑ گئی ہے۔ اگر واقعی ایسا ہوا تھا تو یقیناً فوراً ہی یہ چیز غائب بھی ہو گئی چوتھے گھنٹے کے تقریباً وسط میں ہم نے شیلا کی آنکھوں میں شناخت کی جھلک نمودار ہوتے دیکھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کا ہر ساعت سست پڑتا ہوا قلب نمایاں طور پر تیز ہو گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ شیلا کے جسم میں اعصابی قوت اچانک خود کو مجتمع کرنے کی شدید کوشش کر رہی ہے۔

اور اس کے بعد...... شیلا کی آنکھوں کے پپوٹے اوپر نیچے حرکت کرنے لگے...... آہستہ آہستہ...... جیسے ان کو اس حرکت کے لیے زبردست کوشش کرنی پڑ رہی ہو...... آنکھوں کی یہ حرکت نپے تلے وقت میں ہو رہی تھی۔ اور...... اس کے تحت کوئی مقصد و ارادہ محسوس ہوتا تھا۔ چار مرتبہ پپوٹے اوپر اٹھے اور نیچے گرے...... کچھ دیر کے لیے رک گئے...... پھر ایک مرتبہ اٹھے اور گرے...... پھر رک گئے...... سات بار پھر بلند ہوئے اور کھل گئے...... شیلا نے دوبارا ایسا کیا۔

"وہ کچھ اشارہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔" کمار نے میرے کان میں کہا۔ "لیکن اشارہ کیا ہے؟"



ایک بار پھر لمبی لمبی پلکوں والے پپوٹے بند ہوئے اور کھل گئے...... چار مرتبہ...... پھر وقفہ...... ایک مرتبہ...... پھر وقفہ...... پھر سات مرتبہ...... "وہ مر رہی ہے۔" کمار سرگوشی سے بولا۔

میں کانوں میں آلہ لگا کر دوزانو ہو گیا...... ہر لمحہ...... آہستہ آہستہ...... دل کی رفتار کم ہوتی جا رہی تھی...... سست...... اور زیادہ سست...... اور پھر...... حرکت بند ہو گئی۔

"ختم ہو گئی بے چاری!" میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔ لیکن ہم دونوں اس کے اوپر جھکے رہے...... اس خوف ناک آخری تشنج کے انتظار میں......

لیکن وہ رونما ہوا۔ شیلا کے چہرے پر...... مردہ چہرے پر...... نفرت و کراہت طاری تھی اور بس...... شیطانی مسرت کا کوئی نشان نہ تھا اور نہ اس کے مردہ ہونٹوں سے کوئی آواز پیدا ہوئی اپنے ہاتھ کے نیچے مجھے شیلا کے بازو کا نرم گوشت سخت ہوتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

نرس شیلا کو اسی نامعلوم و پراسرار موت نے ختم کیا تھا...... اس میں کوئی بھی شبہ نہ تھا لیکن ایک دھندلا اور مبہم سا احساس ہوتا تھا کہ یہ موت اس پر فتح حاصل نہ کر سکی تھی۔ اس کے جسم پر بے شک فتح پالی تھی...... لیکن اس کے ارادے کی قوت پر نہیں۔

میں کمار کے ساتھ گھر واپس ہوا...... انتہائی اداس!...... جن واقعات کا تذکرہ میں کر رہا ہوں۔ انہوں نے آغاز سے انجام تک...... اور شاید انجام کے بعد بھی...... میرے دماغ پر کچھ ایسا اثر ڈالا تھا کہ اس کا اظہار دشوار ہے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں تقریباً مستقل طور پر ایک بیگانہ و اجنبی دنیا کی تاریکی میں آوارہ پھر رہا ہوں۔ اعصاب میں ایک ایسی خلش سی تھی۔ گویا ان کو کسی اور دنیا کی کچھ نادیدہ چیزیں مسلسل کرید رہی ہیں...... کچھ ایسی کیفیت تھی گویا میرا تحت الشعور زبردستی آگے بڑھتا ہوا شعور کے آستانے تک آگیا ہے اور درمیانی بند دروازے کو جھنجھوڑ کر یہ آواز لگا رہا ہے کہ اپنی حفاظت پر مستعد ہو جاؤ...... ہر ساعت مستعد ہو!...... کیا مجھ جیسے قدامت پرست طبّی انسان کی زبان پر یہ جملے محسوس نہیں ہوئے؟...... مگر چارہ ہی کیا ہے!

کمار رحم طلب حد تک بدحواس و غمزدہ نظر آتا تھا یہاں تک کہ مجھے شبہ ہونے لگا کہ کہیں شیلا کی ذات میں اس کی دلچسپی طبّی پیشہ کے تعلقات کے علاوہ اور کچھ تو نہ تھی بہر حال اگر ان دونوں کا تعلق کچھ اور بھی رہا تھا تو کمار نے اس راز کو مجھ پر ظاہر نہیں کیا۔

چار بجنے والے تھے جب کہ میں کمار کے ساتھ اپنے گھر واپس پہنچا میں نے اس سے اصرار کیا کہ وہ میرے ساتھ ہی رہے سونے سے پیشتر میں نے اسپتال کو ٹیلی فون کیا لیکن وہاں اب تک لوگوں کو نرس کامنی کی کوئی خبر نہ تھی میں چند گھنٹے کے لیے سو گیا مگر نیند بڑی ہی بے چین قسم کی تھی۔



نو بجے کے کچھ دیر بعد ہی نرس کامنی نے مجھے ٹیلی فون کیا۔ رنج و غم سے وہ نیم دیوانی تھی میں نے اس کو اپنے مطب میں آنے کا حکم دیا اور جب آگئی تو میں نے اور کمار نے اس سے جرح کی۔

"تقریباً تین مہینہ پہلے کی بات ہے کہ شیلا ایک بڑی خوبصورت گڑیا تاجو کے واسطے لائی" کامنی نے بیان کیا "بچی اس گڑیا کو دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ میں نے شیلا سے دریافت کیا کہ یہ گڑیا اسے کہاں سے دستیاب ہوئی۔ اس نے بتایا کہ وہ اسے شہر میں سے ایک چھوٹی سے عجیب سی دکان سے لائی ہے۔"

کامنی ایک سیکنڈ کے لیے رک گئی اور پھر بولی...... "شیلا نے مجھ سے کہا کامنی! وہاں اس دکان میں ایک بڑی عجیب عورت نظر پڑی مجھے اس کے تصور سے بھی خوف محسوس ہوتا ہے کامنی! شیلا کی اس بات پر میں نے زیادہ توجہ نہ دی شیلا اپنے احساسات کا بہت کم اظہار کرتی تھی میں نے محسوس کیا کہ اتنا ہی بتا کر وہ کچھ متاسف تھی کہ اس نے کیوں کچھ بتایا۔ لیکن اب مجھے خیال آتا ہے کہ اس واقعہ کے بعد شیلا کی حالت کچھ عجیب ہو گئی تھی۔ وہ ذرا سی دیر میں خوش ہو جاتی تھی اور پھر فوراً ہی کچھ...... کچھ متفکر سی ہو جاتی تھی۔ کوئی دس دن ہوئے ایک روز جب وہ گھر واپس آئی تو اس کے پاؤں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ جی ہاں وہ داہنا پاؤں ہی تھا۔ شیلا نے بتایا کہ وہ اس عورت کے ساتھ چائے پی رہی تھی جس سے اس نے گڑیا حا[illegible]ی تھی۔ اس وقت چائے دانی الٹ گئی اور گرم گرم چائے اس کے پاؤں پر گر پڑی اس عورت نے اس کے پاؤں پر کوئی ٹھنڈا مرہم لگا دیا تھا اور اب اس میں ذرا سی بھی تکلیف باقی نہ تھی...... لیکن اس کے بعد شیلا نے کہا کہ وہ خود اپنی مناسب دوا اس پر لگانا چاہتی ہے چنانچہ اس نے اپنا موزہ اتار دیا اور پٹی کھولنے لگی۔ میں باورچی خانے میں چلی گئی تھی شیلا نے مجھے بلایا کہ آکر اس کا پاؤں دیکھوں۔ اس نے کہا کامنی! یہ تو بڑی عجیب بات ہے یہ کافی جل گیا تھا کامنی! مگر اب بالکل مندمل ہو گیا ہے حالانکہ وہ مرہم اس پر ایک گھنٹے سے زیادہ لگا ہوا نہیں رہا۔ میں نے اس کے پاؤں پر نظر ڈالی۔ اس پر ایک بڑا سا سرخ داغ تھا۔ لیکن اس میں سوزش نہ تھی چنانچہ میں نے کہا کہ چائے یقیناً زیادہ گرم نہ ہو گی...... شیلا نے اس پر کہا۔ نہیں...... یہ تو بالکل جل گیا تھا۔ اس پر آبلہ پیدا ہو گیا تھا...... بڑی دیر تک وہ بیٹھی ہوئی اپنے پاؤں اور پٹی کو دیکھتی رہی۔ مرہم کچھ نیلے رنگ کا تھا اور اس میں ایک طرح کی چمک تھی۔

مرہم پہلے بھی نہ دیکھا تھا...... جی نہیں...... اس میں کسی طرح کی بو نہ تھی...... شیلا نے جھک کر پٹی کو اٹھایا اور بولی...... کامنی! اس کو آگ میں ڈال دو...... چنانچہ میں نے پٹی کو

آگ میں ڈال دیا مجھے یاد ہے کہ اس میں سے ایک عجیب قسم کی روشن لہر سی پیدا ہوئی وہ جلتی ہوئی معلوم نہ ہوتی تھی۔ بس ایک روشن کپکپی سی ہوئی اور اس کے بعد وہ راکھ ہو گئی شیلا نے یہ دیکھا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس کے بعد اس نے پھر اپنے پاؤں کی طرف دیکھا اور بولی...... کامنی؟ میں نے آج تک کسی زخم کو اتنی تیزی سے مندمل ہوتے نہیں دیکھا...... وہ عورت ضرور کوئی جادوگرنی ہے!......"

کامنی رک گئی اور پھر بولی...... "میں نے شیلا سے کہا کہ یہ تم کیا بک رہی ہو...... اس نے جواب دیا...... ارے کچھ نہیں!...... میں تو چاہتی تھی کہ کسی طرح میرے اندر اتنی ہمت ہو کہ اپنے پاؤں میں نشتر لگا کر زخم کو کھول دوں...... اور اس پر سانپ کے کاٹے کا تریاق مل دوں...... اس کے ساتھ ہی وہ ہنس پڑی اور میں نے سمجھا وہ مجھے الو بنا رہی تھی۔ لیکن اس نے جلی ہوئی جگہ پر آئیوڈین لگا لیا اور اس کے علاوہ ایک زہر مار دوا کی پٹی اس پر باندھ لی اگلی صبح اس نے مجھے جگایا اور بولی...... اب ذرا اس پاؤں کو دیکھو کل ہی جلتی ہوئی چائے کی پوری چائے دانی اس پر گر چکی ہے لیکن آج یہ دبانے سے بھی نہیں دکھتا۔ حالانکہ اس جگہ کی کھال تو اتر جانی چاہیے تھی میں تو ایشور سے چاہتی ہوں کہ ایسا ہی ہوتا!...... اور بس یہیں یہ قصہ ختم ہو جاتا ہے ڈاکٹر صاحب...... شیلا نے اس سلسلہ میں پھر اور کچھ نہیں کیا۔ اور نہ میں نے کچھ کہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے متعلق سب کچھ بھول چکی ہے...... جی ہاں...... میں نے اس سے پوچھا تھا کہ وہ دکان کہاں ہے۔ اور وہ عورت کون ہے لیکن اس نے بتایا ہی نہیں...... نہ جانے کیوں...... اور اس کے بعد میں نے کبھی اس کو بشاش بے فکر مسرور اور لاپرواہ نہیں دیکھا...... جی نہیں...... مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ کیوں مر گئی...... میں نہیں جانتی...... کچھ نہیں جانتی......"

کمار نے سوال کیا۔

"کامنی! کیا ۱۴۷ کے ہندسوں سے تمہارے ذہن میں کوئی مفہوم پیدا ہوتا ہے؟ کیا یہ ہندسے کسی ایسے شخص کے گھر وغیرہ کا پتہ ظاہر کرتے ہیں جس سے شیلا واقف نہ ہو؟"

کامنی نے کچھ دیر غور کیا اور انکار میں اپنا سر ہلا دیا میں نے اس کو شیلا کی آنکھوں کے ایک خاص ترتیب سے کھلنے بند ہونے کا حال بتلایا شیلا کی آنکھیں پہلے چار بار پھر ایک بار اور پھر سات بار کھلتی اور بند ہوتی تھیں اور کچھ دیر بعد پھر یہی عمل جاری ہو جاتا تھا۔

"شیلا ضرور کوئی پیغام ہم تک پہنچانا چاہتی تھی جس کا مفہوم ان تین ہندسوں میں پوشیدہ ہے" میں نے کہا۔ "تم ذرا اپنے دماغ پر کچھ زور ڈالو۔"

کامنی سوچنے لگی۔ اچانک وہ چونک پڑی اور اپنی انگلیوں پر کچھ شمار کرنے لگی اس کے



بعد اس نے اطمینان کے طور پر اپنا سر ہلایا اور بولی...... "کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی لفظ کے حروف کی طرف اشارہ کر رہی ہو؟...... اگر ہندسوں کو حروف کا نمائندہ مان لیا جائے تو حروف تہجی کی ترتیب سے چوتھا حرف "ت" ہوتا ہے۔ ایک ہندسہ "الف" کو ظاہر کرتا ہے اور نمبر ۷ سے مراد "ج" ہے اس طرح ۱۴۷ سے ت۔ا۔ج...... بنتے ہیں...... اور یہ پہلے تین حرف ہیں۔ تاجو کے نام کے!"

"بات تو یہ واقعی بہت سادہ اور صاف معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ شیلا اپنی یہ خواہش ظاہر کر رہی ہو کہ ہم چھوٹی بچی تاجو کو اپنی نگرانی میں لے لیں"...... یہ الفاظ میں نے کمار سے مخاطب ہو کر کہے تھے لیکن اس نے سنتے ہی نفی میں سر ہلا دیا۔

"وہ جانتی تھی کہ یہ کام میں خود ہی کر لوں گا۔" کمار نے کہا۔ "نہیں!...... وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی!"

کامنی کے چلے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی جلال نے ٹیلی فون کیا۔ میں نے اس کو شیلا کی موت کا حال سنایا جس کو سن کر وہ بہت متاثر ہوا اس کے بعد لاش کی چیر پھاڑ کا غم انگیز مرحلہ سر کرنا پڑا نتائج بالکل وہی حاصل ہوئے جو کہ مکرجی کے سلسلہ میں حاصل ہوئے تھے۔ اس لڑکی کو کیوں مر جانا چاہیے تھا یہ ظاہر کرنے والی کوئی شے دستیاب نہ ہوئی۔

چار بجے کے قریب جلال نے پھر ٹیلی فون کیا۔

"کیا آپ چھ اور نو بجے کے درمیان گھر پر موجود ہوں گے ڈاکٹر شاہد؟" جلال نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں دبا ہوا اشتیاق تھا۔

"یقیناً...... بشرطیکہ کوئی اہم ضرورت ہو" میں نے ملاقاتی یادداشت کی نوٹ بک کو دیکھ کر جواب دیا۔ "کیا تمہیں کوئی نئی بات معلوم ہوئی ہے مسٹر جلال؟"

اس نے پس و پیش کیا۔

"کچھ کہہ نہیں سکتا۔ مگر میرے خیال میں شاید...... ہاں ہاں بات ایسی ہی ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے اپنے اشتیاق کو چھپانے کی کوشش نہ کرتے ہوئے کہا "کیا تمہارا مطلب ہے کہ...... کہ تمہیں وہ جگہ معلوم ہو گئی جس کی ہمیں تلاش تھی؟"

"شاید...... شاید کچھ دیر بعد معلوم ہو جائے۔ میں اب اسی طرف جا رہا ہوں جہاں وہ جگہ ہو سکتی ہے۔"

"مجھے اتنا بتا دو جلال کہ...... کہ...... وہاں تمہیں کیا چیز پانے کی توقع ہے؟"

"گڑیاں...... یا...... پتلیاں!" اس نے جواب دیا۔

اور شاید میرے مزید سوالات سے بچنے کے لیے اس نے ٹیلی فون رکھ دیا۔

"گڑیاں!.......... پتلیاں!!"

میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔ شیلا نے ایک گڑیا خریدی تھی.....اور اسی نا معلوم جگہ پر جہاں اس نے گڑیا کو خریدا تھا۔ اس کے پاؤں کو وہ تکلیف پہنچی تھی۔ جس نے اس کو اس قدر پریشان رکھا.....یا یوں کہو کہ وہ زخم جس کے غیر معمولی اندمال نے اس کو پریشان کر دیا تھا جلال کی باتیں سن کر اب میرے دماغ میں اس امر کی بابت کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ شیلا نے اپنی پراسرار بیماری کی وجہ اسی زخم کو قرار دیا تھا اور ہمیں ایسا بتانے کی کوشش بھی کی تھی۔ اس نے مرتے وقت اپنی قوت ارادی کو مجتمع کرنے کی جو زبردست کوشش کی تھی۔ اس کا مقصد سمجھنے میں ہم نے یقیناً غلطی نہیں کی تھی ہو سکتا ہے کہ اس کا قیاس غلط ہو اور زخم یا پراسرار مرہم کو اس کی بیماری سے کوئی تعلق نہ ہو بہر حال یہ ایک حقیقت ہے کہ شیلا شدید طور پر ایک بچی میں دلچسپی رکھتی تھی۔ اس کی طرح اور جتنے لوگ مر چکے تھے ان سب کی مشترک دلچسپی بچوں سے ہی تھی.....اور بلاشبہ بچوں کی ایک زبردست مشترک دلچسپی کا مرکز گڑیا ہوتی ہے.....نہ جانے جلال نے کون سی نئی بات معلوم کی تھی؟

میں نے کمار کو ٹیلی فون کیا لیکن وہ نہ مل سکا اس پر میں نے نرس کامنی کو ٹیلی فون کیا اور اسے حکم دیا کہ فوراً وہ گڑیا لے کر میرے پاس چلی آئے جو شیلا اپنی بھتیجی تاجو کے لیے خرید کر لائی تھی کامنی نے میرے حکم کی تعمیل کی۔

یہ گڑیا یا پتلی ایک نادر خوبصورت چیز تھی اس کو لکڑی سے تراشا گیا تھا اور پھر اس پر ایک سفید و سخت پلاستر چڑھا دیا گیا تھا۔ گڑیا بالکل زندہ پتلی کا نمونہ معلوم ہوتی تھی۔ ایک چھوٹی سے پتلی جس کا ننھا سا چہرہ بالکل پری جیسا تھا.....اس کے لباس پر کار چوب جیسا بہت نفیس کام تھا اور لباس کسی ایک ملک کے عام لوگوں کا تھا جس کو میں سمجھ نہ سکتا تھا۔ یہ گڑیا میرے خیال میں ایک عجائب گھر میں رکھنے والی چیز تھی اور اس کی قیمت یقیناً اتنی زیادہ ہونی چاہیے تھی کہ شیلا کے لیے اس کا ادا کرنا دشوار تھا اس پر کوئی ایسا نشان نہ تھا جس سے اس کے بنانے والے یا فروخت کرنے والے کا پتہ چل سکتا جب میں کافی غور سے اس کا معائنہ کر چکا تو میں نے اس کو میز کی ایک دراز میں رکھ دیا اور جلال سے کچھ خبر سننے کا بڑی بے صبری سے انتظار کرنے لگا۔

سات بجے کے قریب میرے دروازے کی گھنٹی بجی اور مسلسل بجتی چلی گئی میں نے دار المطالعہ کا دروازہ کھولا تو ہال میں سے مجھے گل خاں کی آواز سنائی دی میں نے اس کو آواز دیکر بلا لیا پہلی ہی نظر میں مجھے معلوم ہو گیا کہ کوئی بہت بڑا واقعہ پیش آیا ہے اس کے ہونٹ



ق سے بند تھے اور چہرہ زرد تھا۔ آنکھوں میں پتھرا جانے کی کیفیت نمایاں تھی اس نے ت ہونٹوں سے کہا۔

"نیچے ذرا کار تک چلیے۔ میرا خیال ہے سردار مردہ ہو چکا ہے۔"

"مردہ!" میں نے حیرت سے کہا اور ایک ہی سانس میں دوڑتا ہوا سیڑھیوں سے اتر ا کار کے پاس پہنچ گیا شوفر کار کے دروازے کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا تو یں نے دیکھا کہ جلال پچھلی نشست کے ایک گوشے میں سمٹا ہوا پڑا تھا۔ نبض کی حرکت الل محسوس نہ ہوتی تھی اور جب میں نے اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کو اوپر اٹھایا تو میری ط ف دیکھنے والی ان آنکھوں میں بینائی موجود نہ تھی۔ بایں ہمہ اس کا جسم سرد نہ تھا۔

"اندر لے آؤ اسے" میں نے حکم دیا۔

گل خاں اور شوفر اس کو اندر لے آئے اور میرے مطب میں معائنے کی میز پر لٹا دیا یں نے اس کا سینہ کھولا اور آلہ سے دیکھنے لگا حرکت قلب کی کوئی علامت نہ مل سکی بظاہر تنفس کا عمل بھی بند تھا تیزی سے میں نے چند طریقوں سے آزمائش کی تمام ظاہری علامات کے لحاظ سے۔ جلال مردہ تھا۔ لیکن پھر بھی.......... مجھے اطمینان نہ تھا مشتبہ حالتوں میں جو تدابیر اختیار کی جاتی ہیں میں نے وہ کر ڈالیں لیکن نتیجہ صفر ہی رہا۔

گل خاں اور شوفر قریب ہی میرے پہلو میں کھڑے ہوئے تھے انہوں نے میرے الری فیصلے کو میرے چہرے پر پڑھ لیا میں نے دیکھا کہ انہوں نے آپس میں ایک عجیب نظر ا تبادلہ کیا اور نمایاں طور پر ان میں سے ہر ایک پر خوف سوار ہو گیا لیکن شوفر پر گل خاں ے زیادہ نمایاں اثر تھا گل خاں نے ایک ایسی آواز میں جو اتار چڑھاؤ سے خالی تھی پوچھا۔

"کیا یہ زہر کا نتیجہ ہو سکتا ہے؟۔"

"ہاں ......... ہو سکتا ہے.........." میں نے کہا اور رک گیا۔

زہر......... اور وہ پراسرار ارادہ جو کہ جلال نے کسی جگہ جانے کے متعلق مجھے یلیفون پر بتایا تھا.......... اور دوسرے مریضوں کی موت میں بھی زہر کا امکان تھا! لیکن یہ وت......... مجھے پھر شبہ ہوا.......... یہ موت دوسری اموات کی طرح نہیں ہوئی۔

"گل خاں" میں نے کہا۔ "کب اور کہاں تم نے سب سے پہلے یہ محسوس کیا کہ جلال لی حالت میں گڑبڑ ہے؟"

اس نے اسی سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"سڑک پر یہاں سے کوئی چھ سات عمارات پیشتر.......... سردار میرے بالکل ذیک بیٹھا تھا نا گہاں وہ بولتا ہے.......... خدا کی پناہ.......... گویا کوئی خبیث روح دیکھ کر

خوف زدہ ہو گیا ہے..........اور جسم سخت ہو جاتا ہے ہم اس سے بولتا ہے.......... معاملہ کیا ہے سردار؟ تم کو کوئی درد ہے؟......وہ ہم کو کوئی جواب نہیں دیتا۔ پھر وہ ہم پر گویا کہ گرتا ہے اور ہم دیکھتا ہے اس کی آنکھیں پھیل گیا۔ اور وہ ہم کو قطعی مردہ معلوم ہوا ہم نے شوفر پال کو پکار کر کہا کہ کار روک لے اور ہم دونوں نے سردار کو دیکھا اور بے تحاشا کار میں یہاں آپہنچے۔

میں نے تھرماس میں سے گرم گرم چائے نکال کر ایک ایک پیالی ان دونوں کو دی۔ ان کو اس کی ضرورت معلوم ہوتی تھی۔ جلال کے اوپر میں نے ایک چادر ڈال دی۔

"بیٹھ جاؤ" میں نے کہا "اور گل خاں تم مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ جب تم لوگ گھر سے روانہ ہوئے تو جلال تمہیں لے کر کہاں گیا تھا اور اس پورے عرصے میں کیا کیا ہوا۔ دیکھو کوئی چھوٹی سے بات بھی چھوٹ نہ جائے۔" اس نے کہا۔

"دو بجے کے قریب سردار آشا کے پاس گیا۔ آشا مکرجی کی بہن ہے سردار وہاں ایک گھنٹہ تک رہا پھر باہر نکلا۔ گھر پہنچا اور پال شوفر سے کہا کہ ساڑھے چار بجے واپس آ جائے۔ لیکن سردار بہت زیادہ ٹیلیفون ادھر ادھر کر رہا تھا۔ لہذا ہم پانچ بجے تک روانہ نہ ہو سکا۔ اس نے پال کو بتلایا کہ وہ وہاں جانا مانگتا ہے۔ یہ جگہ بسنت پارک کے قریب ایک چھوٹا سی گلی میں واقع تھی سردار نے پال سے کہا کہ کار کو گلی میں نہ لے جائے بلکہ کار کو پارک کے نزدیک ہی روک لے اور اس نے مجھ سے کہا.......... گل خاں! میں اس جگہ تنہا جا رہا ہوں میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ میں تنہا نہیں ہوں.......... اس کی کچھ وجوہات ہیں تم ادھر ادھر لگے رہو اور کبھی کبھی اندر جھانک لو مگر جب تک میں آواز نہ دوں۔ اندر مت آنا.......... میں نے کہا سردار کیا یہ دانشمندی ہو گی؟.......... اور اس نے کہا۔ جو کچھ میں کر رہا ہوں اس کو میں اچھی طرح سمجھتا ہوں تم وہی کرو جو میں کہتا ہوں.......... حجت کی اب کوئی گنجائش نہ تھا۔ ہم اس جگہ پہنچے اور پال نے سردار کی ہدایت پر عمل کیا۔ سردار اس چھوٹی سڑک پر چل دیا اور ایک معمولی سی دکان کے سامنے رک گیا جس کی کھڑکی میں بہت سا گڑیا پتلیاں لگی ہوئی ہیں۔ ہم اس کے پاس سے گزرا تو ہم اندر نگاہ کی۔ وہاں روشنی زیادہ نہ تھا۔ مگر ہم نے دیکھا اندر اور بہت سی گڑیا تھا اور ایک کمسن عورت وہاں موجود تھا یہ "لڑکی" ہم کو مچھلی کے شکم کے مانند ایک دم سفید معلوم ہوتا تھا اور بہت دبلا پتلا تھا سردار ایک یا دو ساعت باہر شوکیس میں باہر گڑیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر وہ اندر چلا گیا اور ہم آہستہ آہستہ پھر ادھر گیا تاکہ پھر اس کمسن عورت کو دیکھے کیونکہ یہ لڑکی ہم کو اتنی سفید نظر آتا تھا کہ ہم نے بابا آج تک کوئی عورت ایسا نہیں دیکھا سردار اس لڑکی سے



بات کر رہا تھا اور لڑکی اس کو کچھ گڑیاں دکھا رہا تھا۔ جب ہم دوسرے بار قریب سے گزرا تو دکان میں ایک اور عورت موجود تھا یہ عورت بہت زیادہ بھاری عورت تھا۔ ہم نے ایسا زبردست عورت نہیں دیکھا۔ اس کا جسم بہت بھورا تھا اور قطعاً اسپ نما تھا چہرے پر ہلکی سی مونچھ بھی تھا اور بہت سے خال تھے ہم نے سب کچھ چھپ کر غور سے دیکھا۔ دیکھنے میں یہ عورت بھی ایسا ہی عجیب و غریب تھا جیسا کہ وہ سفید بلی لڑکی تھا.......... دیو کی مانند زبردست اور فربہ...... لیکن جب ہم نے اس کی آنکھیں دیکھا تو بے حد دہشت زدہ ہو گیا...... اف!.......... خدا جانے وہ آنکھیں کیا شے تھا!...... بہت کشادہ...... سیاہ.......... اور روشن اس کے بعد جب پھر ہم ادھر سے گزرا تو دیکھا کہ سردار ایک گوشے میں اس دیو ہیکل عورت کے پاس تھا۔ سردار کے ہاتھ میں کاغذی روپیہ کا ایک پلندہ تھا اور کمسن لڑکی کچھ دہشت زدہ سا دیکھ رہا تھا اس کے بعد جب ہم پھر ادھر گیا تو ہم کو نہ تو سردار نظر آیا اور نہ وہ دیو عورت.......... لہذا ہم رک کر دریچے میں سے دیکھنے لگا کیونکہ ہم سردار کو نظروں سے جدا نہ رکھنا چاہتا تھا۔ یکایک ہم نے دیکھا کہ سردار اس دوکان کے عقب میں ایک دروازے سے باہر نکلا۔ وہ بالکل دیوانہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی شے تھی۔ دیو نما عورت اس کے پیچھے تھی اور اس کی آنکھوں سے شعلے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔ سردار کچھ بک بک کر رہا تھا مگر ہم سن نہ سکا کہ وہ کیا کہتا ہے عورت بھی بک رہی تھی اور اس کی جانب عجیب و غریب ہاتھ کے اشارے کر رہی تھی لیکن سردار سیدھا دروازے کی طرف آیا اور جب وہاں سے نکلا تو میں نے دیکھا اس نے اپنے لمبے کوٹ میں کوئی شے چھپا کر بٹن لگائے جو کہ ہاتھ میں لئے ہوئے تھا.......... وہ ایک گڑیا تھا۔ پوشیدہ ہو جانے سے پہلے ہم نے گڑیا کے پاؤں دیکھ لئے تھے گڑیا کافی بڑا تھا کیونکہ سردار کا لباس کافی پھول گیا تھا۔"

گلِ خان خاموش ہو گیا بے ارادہ ایک سگریٹ نکال کر ہاتھ میں گھمانے لگا اسی وقت اس کی نظر جلال کے ڈھکے ہوئے جسم کی طرف پڑی اور اس نے سگریٹ کو پھینک دیا۔ اس کے بعد وہ بولا۔

"ہم نے سردار کو اس قدر دیوانہ سا کبھی اس سے پیشتر نہیں دیکھا وہ انگریزی زبان میں زیرِ لب نہ جانے کیا کیا کہہ رہا تھا میں نے دیکھا کہ یہ وقت گفتگو کا نہیں تھا۔ لہذا ہم اس کے ساتھ ساتھ خاموش چلتا رہا۔ ایک بار اس نے ہم سے بات کی مگر ایسے جیسے خود اپنے سے بات کر رہا ہو... آپ سمجھے میرا کیا مطلب ہے؟.......... سردار نے کہا.......... جادو گرنی کو زندہ رہنے نہ دینا چاہیے.......... پھر وہ ایسا ہی کچھ بکتا ہوا آگے چل دیا۔ اس کا ہاتھ کوٹ کے اندر پوشیدہ گڑیا کو دبائے ہوئے تھا.......... ہم کار کے پاس پہنچ گیا۔ اور سردار

نے پال کو حکم دیا کو طوفان کے مانند تیزی سے کار کو آپ کے مکان کی طرف لے چلے اور آمد ورفت کے ہنگامے کی پرواہ نہ کرے کیوں ہم صحیح کہتا ہے نا............پال ؟........بے شک ؟

جب ہم کار میں داخل ہو گئے تو سردار نے خود ہی بولنا بند کر دیا اور خاموش ہو گیا.......... ایک لفظ بھی ہم نے نہیں بولا..........یکایک وہ چلایا.............جیسا کہ ہم آپ کو پیشتر ہی بتا چکا ہے..........اور بس یہی سارا ماجرہ ہے صحیح ہے نا.......پال ؟"

شوفر نے جواب نہ دیا وہ بیٹھا ہوا گل خاں کو ایسی نگاہ جما کر دیکھ رہا تھا جس میں کچھ التجا کی جھلک تھی میں نے صاف طور پر دیکھا کہ گل خاں نے اپنے سر سے ایک انکاریہ اشارہ کیا۔

شوفر نے مخصوص سہمے ہوئے لہجے میں کہا..........

"میں نے دوکان کو نہیں دیکھا لیکن گل خاں جو کچھ کہہ رہا ہے وہ حقیقت ہے۔"

میں اٹھا اور جلال کے بے حس و حرکت جسم کے پاس پہنچا۔ میں چادر ہٹانے والا ہی تھا کہ ایک چیز نے میری نظر کو اپنی طرف کھینچ لیا.............ایک سرخ داغ.............چاندی کی چونی کے برابر..........ایک خون کا داغ.............میں نے ایک ہاتھ سے اس کی جگہ پر قائم رکھتے ہوئے احتیاط سے چادر کا سرا اوپر اٹھایا۔ خون کا داغ چادر پر ٹھیک جلال کے قلب کے اوپر تھا۔

میں نے اپنا سب سے زیادہ طاقتور خوردبینی شیشہ اور سب سے زیادہ مہین سوئی اٹھائی شیشے کے نیچے مجھے ایک ننھا سا سوراخ جلال کے سینے پر نظر آیا یہ سوراخ ایک انجکشن کی سوئی سے زیادہ بڑا نہ تھا۔ احتیاط کے ساتھ میں نے اپنی سوئی اس میں داخل کی۔ وہ بڑی آسانی سے اندر چلی گئی۔ اندر بڑھتی رہی یہاں تک کہ قلب کی دیوار پر جا کر رک گئی۔ میں نے اس کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔

کوئی سوئی کی طرح مہین نوک والا انتہائی آلہ جلال کے سینے میں قلب تک بھونک دیا گیا تھا۔

میں نے شک و شبہ کی ایک نظر جلال پر ڈالی۔ ایسی کوئی وجہ موجود نہ تھی کہ اتنے مہین سوراخ سے موت واقع ہو جاتی بشرطیکہ وہ آلہ جس نے یہ سوراخ پیدا کیا تھا زہر آلود نہ ہو یا کوئی اور صدمہ ایسا نہ پہنچے جو کہ اس زخم کے صدمے کو مہلک حد تک قوی بنا دے۔ لیکن جلال جیسے عجیب و غریب انسان میں ایسا صدمہ یا ایسے صدمے کچھ اس طرح کی دماغی کیفیت پیدا کر سکتے تھے جس کی وجہ سے حقیقی موت کے مانند ایک تقریباً مکمل موت پیدا ہو جائے۔



اپنے تمام جانچ پڑتال کے نتائج کے باوجود مجھے یہ یقین نہ تھا کہ جلال مردہ ہے لیکن یہ بات میں نے گل خان پر ظاہر نہیں کی۔ جلال مردہ ہو یا زندہ بہر صورت ایک اہم اور خطرناک سوال ایسا تھا جس کا جواب گل خاں کو دینا ضروری تھا۔ میں نے ان دونوں کی طرف رخ بدلا۔

"تم کہتے ہو کہ کار میں صرف تم تین آدمی تھے ؟" میں نے پوچھا۔

ایک بار میں نے پھر ان دونوں کے درمیان ایک خاص نگاہ کا تبادلہ محسوس کیا۔

"ہمارے علاوہ وہ گڑیا بھی تھا۔" گل خاں نے نیم سرگوشی سے کہا میں نے بے صبری سے اس جواب کو نظر انداز کر دیا۔

"میں پھر کہتا ہوں.............کار میں صرف تم تین آدمی موجود تھے ؟"

"تین..........آدمی..........جی ہاں۔"

"اس صورت میں تم کو کافی وضاحت کرنی پڑے گی۔" میں نے سختی سے کہا۔ "جلال کے سینے میں کوئی چیز بھونک دی گئی ہے مجھے پولیس کو بلانا پڑے گا۔"

گل خاں اٹھا اور بے حس و حرکت جسم کے نزدیک آیا۔ اس نے خوردبینی شیشہ اٹھایا اور ننھے سے سوراخ کی طرف دیکھا اس کے بعد اس نے شوفر پال کی طرف نظر ڈالی اور بولا۔

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا پال کہ یہ اس گڑیا کی شرارت ہے"۔

میں نے شک و شبہ سے کہا..........گل خاں! کیا تمہیں یہ توقع ہے کہ میں یہ لغویات تسلیم کر لوں گا ؟

اس نے جواب نہ دیا۔ سگریٹ نکالی لیکن اس مرتبہ اس کو پھینکا نہیں۔ شوفر کچھ لڑکھڑایا ہوا جلال کے پاس پہنچا اور دوزانو ہو کر کچھ عجیب طرح کی دعائیں اور التجائیں سی کرنے لگا یہ عجیب بات تھی کہ اب گل خاں پوری طرح سنبھلا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جلال کی موت کے سبب کے متعلق جو غیر یقینی کیفیت تھی۔ اس کے دور ہو جانے سے گل خان کو اپنی سابقہ خود اعتمادی واپس مل گئی تھی۔ اس نے سگریٹ سلگائی اور تقریباً خوش طبعی سے بولا۔

"ہم ارادہ کر رہا ہے کہ آپ کو یہ بات تسلیم کراوے۔"

میں ٹیلیفون کی طرف بڑھا۔ گل خاں کود کر میرے سامنے آگیا اور ٹیلیفون کی طرف پشت کئے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"ایک ساعت توقف کرو شاید صاحب" وہ بولا۔ "اگر ہم واقعی ایک ایسا ذلیل دغاباز

انسان ہے کہ جس شخص نے ہم کو حفاظت کے لئے ملازم رکھا ہے اسی کے سینے میں خنجر اتار دے تو کیا آپ یہ نہیں سمجھا کہ آپ کس قدر خطرناک حالت میں ہے۔

ہمیں اور پال کو کون اس کام سے روک سکتی ہے کہ آپ کا کام تمام کر دیں اور فرار ہو جائیں؟ سچ یہ ہے کہ ایسا کوئی خیال میرے ذہن میں نہ آیا تھا اب میں نے محسوس کیا کہ میری موجودہ حالت واقعی کس درجہ خطرناک تھی میں نے شوفر کی طرف نظر ڈالی۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور بڑے غور سے گل خاں کو دیکھ رہا تھا۔

"ہم دیکھ رہا تھا کہ آپ نے ہمارا بات سمجھ لیا۔" گل خاں نے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ کہا وہ پال کے پاس گیا اور بولا...... "اپنے ہتھیار ادھر لاؤ پال۔"

ایک لفظ ادا کئے بغیر ہی شوفر نے اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈال دیئے اور دو ریوالور نکال کر گل خاں کے حوالے کئے گل خاں نے ان کو میری میز پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اپنی جیب سے ایک اور پستول نکالا اور رکھ دیا۔

"بیٹھ جایئے ڈاکٹر صاحب" اس نے میز کے پاس میری کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہمارا تمام گولا بارود بس یہی ہے ان ہتھیاروں کو اپنے ہاتھ کے نیچے رکھئے۔ اگر ہم فرار ہونے کی کوشش کریں تو گولی چلا دیجئے۔ ہم صرف یہ چاہتا ہے کہ جب تک آپ ہماری بات نہ سن لے کچھ نہ کرے۔"

میں بیٹھ گیا ان ہتھیاروں کو اپنی طرف کھسکا لیا اور دیکھنے لگا کہ وہ بھرے ہوئے ہیں یا نہیں۔ ان سب میں گولیاں چڑھی ہوئی تھیں۔

"ڈاکٹر صاحب" گل خاں بولا۔ "ہم چاہتا ہے کہ آپ تین باتوں پر خیال فرمائے۔ اول یہ کہ اگر سردار کی موت میں ہمارا ہاتھ ہوتا تو کیا ہم آپ کو ایسا موقع دیتا جیسا کہ اس وقت آپ کو حاصل ہے؟...... دوئم یہ کہ ہم سردار کے داہنی طرف کار میں موجود تھا وہ ایک دبیز کوٹ پہنے ہوئے تھا یہ کس طرح ممکن تھا کہ ہم سردار کے بائیں طرف سینے میں کوئی ایسی مہین شے پیوست کر دیتا جیسا کہ زخم سے ثابت ہوتا ہے؟...... یہ مہلک شے اس کے دبیز کوٹ میں سے پار ہوئی۔ گڑیا میں سے پار ہوئی۔ لباس میں سے پار ہوئی اور سردار کے جسم میں سے پار ہوئی لیکن سردار نے کوئی مزاحمت نہیں کی؟ ہم یہ سب کیسے کر سکتا تھا؟ جلال ایک طاقتور انسان تھا۔ علاوہ ازیں پال یہ سب کچھ دیکھ سکتا تھا......"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں بولا۔ "پال بھی تمہارا شریک کار ہو تب؟"

"بالکل صحیح" اس نے تسلیم کیا۔ "آپ زبردست فرماتا ہے پال بھی اس دلدل میں اتنا ہی پھنسا ہوا ہے جتنا کہ ہم...... کیوں کیا ہمارا خیال مجھے نہیں پال؟" اس نے تیز نظر شوفر پر



الی "بہت خوب! ہم اس مسئلے کو ایک سوالیہ نشان کے ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ اب آپ تیسری بات سنئے اگر ہم نے ہی سردار کو اس طریقہ پر ہلاک کیا ہے اور پال شریک کار رہا ہے تو کیا ایسی صورت میں ہم سردار کو اٹھا کر آپ کے پاس لاتا؟...... کیونکہ آپ ہی وہ واحد انسان ہے جو یہ سمجھ سکتا ہے کہ سردار کو کس طرح ہلاک کیا گیا...... اور کیا ہم یہ تسلیم کر لیتا کہ ہم ہی سردار کے ہمراہ تنہا تھا!...... خدا شاہد صاحب ہم اس قدر احمق نہیں!"

تلخی سے اس کے لبوں پر اینٹھن کی سی کیفیت پیدا ہو گئی۔

"علاوہ ازیں ہم سردار کو ہلاک ہی کیوں کرتا؟ ہم اس کے ساتھ نہ جانے کتنی بار موت کے منہ میں کود کر سلامت نکل آیا...... اور پال بھی۔"

میں نے ان تمام باتوں کی معقولیت اور وزن کو محسوس کیا۔ اپنے وجود کی گہرائیوں میں مجھے یہ ضد آمیز یقین محسوس ہوتا تھا کہ گل خاں جو کچھ کہہ رہا ہے۔ وہ حقیقت سمجھتا ہے۔ اس نے جلال کے سینے میں وہ زخم نہیں لگایا تھا۔ بایں ہمہ اس فعل کو ایک بے جان گڑیا کی طرف منسوب کرنا عقل سے جنگ کرنا تھا...... لیکن کار میں صرف یہی تین آدمی موجود تھے۔ گل خاں میرے خیالات کو ایک حیرتناک و اعجاز انگیز صحت کے ساتھ بھانپ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ گڑیا ان گڑیوں میں سے ہو جو چابی بھرنے کے بعد ہاتھ پاؤں چلائے۔"

"گل خاں!...... جاؤ اور کار میں سے وہ گڑیا اٹھا لاؤ" میں نے تیزی سے کہا کیونکہ اس نے معقول خیال پیش کیا تھا۔

"گڑیا وہاں نہیں ہے۔" اس نے واپس آکر کہا اور پھر بے رحمی سے پھیکی سی ہنسی ہنسا۔ وہ تو کود کر بھاگ گیا!"

"بالکل لغو......" میں نے کہنا شروع کیا لیکن شوفر بیچ میں بول اٹھا:-

"یہ بالکل صحیح ہے کوئی چیز کار سے باہر کودی تھی جب کہ میں نے دروازہ کھولا...... میں نے سوچا کوئی بلی ہو گی یا شاید کوئی کتا...... میں نے دل میں کہا یہ کیا بلا ہے...... تب میں نے اس کو دیکھا وہ بے تحاشا بھاگ رہی تھی...... سر جھکائے ہوئے...... اور پھر وہ تاریکی میں چھپ گئی۔ میں نے گل خاں سے کہا یہ کیا بلا تھی گل خاں کار میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ وہ بولا...... وہ گڑیا تھی۔ اس نے سردار کا کام تمام کیا ہے...... میں نے کہا...... گڑیا!...... کیا مطلب ہے تمہارا گڑیا سے۔ تب اس نے مجھے سب حال بتایا اس سے پہلے مجھے کسی گڑیا کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ وہ کیا چیز ہے...... مگر مجھے کوئی چیز ایسی نظر آئی تھی جو بلی یا کتے کے مانند نہ تھی۔ وہ میری ٹانگوں کے درمیان سے کار میں سے کود کر گئی تھی۔"

میں نے طنزیہ کہا...... "کیا تمہارا خیال یہ ہے گل خاں کہ یہ مشینی گڑیا ایسی تھی جس میں ایک ہتھیار سینے میں پیوست کرنے اور پھر خود بھاگ جانے کی مشین لگی ہوئی تھی؟"

وہ غصہ سے سرخ ہو گیا لیکن سکون کے ساتھ جواب دیا۔

"ہم یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ وہ مشینی گڑیا تھا وہ کوئی اور چیز بھی ہو سکتا ہے...... یہ خیال کافی دیوانگی معلوم ہوتا ہے......"

"گل خاں!" میں نے اچانک پوچھا۔ "تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ڈاکٹر صاحب" وہ بولا۔ "جب ہم سرحدی علاقہ میں تھا تو وہاں ایک اسپ مر گیا اچانک مر گیا...... ایک شخص پر شک و شبہ تھا کہ کام اس کا ہی ہے۔ ہمارا قبیلے کا قاضی اس شخص سے بولا۔ خاں! ہم یہ نہیں خیال کرتا کہ تم نے یہ کام کیا ہے لیکن سارے قبیلے میں تنہا ہمارا ہی خیال ہے۔ اب تم کیا کہتا ہے؟...... اس شخص نے جواب دیا...... قاضی صاحب! آپ ہم کو دو ہفتے کی مہلت دے دو اور اگر ہم اس شخص کو حاضر نہ کر دے جس نے ایسا کام کیا ہے تو ہم کو پھانسی دے دے...... قاضی نے کہا تمہارا بات معقول ہے اور فی الحال ہم یہ فیصلہ دیتا ہے کہ اسپ کی موت کسی صدمے کے باعث ہوئی۔ موت تو واقعی صدمے سے ہوئی تھی لیکن یہ صدمہ بندوق کی گولی کا تھا...... بہر حال ابھی دو ہفتہ ختم نہ ہوا تھا کہ وہ شخص آپہنچا اسپ کا قاتل اس کی زین سے بندھا ہوا تھا۔"

"میں تمہارا مقصد سمجھ گیا ہوں گل خاں...... مگر یہ سرحدی قبائلی علاقہ نہیں ہے؟"

"ہم بھی جانتا ہے بابا کہ نہیں ہے۔ لیکن کیا آپ یہ اعلان نہیں کر سکتا کہ یہ موت مرض قلب سے ہوئی ہے؟ صرف فی الحال؟...... اور کیا ہم کو ایک ہفتہ کی مہلت نہیں دے سکتا؟...... پھر اگر ہم اپنا وعدہ پورا نہ کرے تو آپ ہم کو گولی سے اڑا دے!...... ہم فرار نہیں ہو گا...... اصل بات یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب...... اگر آپ پولیس کو اطلاع کرتا ہے تو یہ قطعی ایسا ہی ہے کہ ان میں سے ایک ریوالور اٹھائے اور ہم کو اور پال کو اسی جگہ اور ابھی گولی سے ختم کر ڈالے اگر ہم پولیس کو گڑیا کا بات بتائیں گے پولیس ہنستے ہنستے بیمار ہو جائے گا۔ اور ہم کو تختہ دار پر پہنچا دے گا اور اگر ہم گڑیا کا حال نہ بتائیں گے تب بھی ہمارا یہی حشر ہو گا اگر کسی طرح پولیس ہم کو بے گناہ سمجھ کر آزاد بھی کر دے تو یہ ایک معجزہ ہو گا۔ لیکن سردار کے گروہ میں دوسرے لوگ ہمیں معاف نہ کریں گے اور ہمارا کام تمام کر دیا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب! آپ اس طرح دو بے گناہوں کا خون بہائے گا۔ اور خراب تر بات یہ ہے کہ آپ کبھی معلوم نہ کر سکے گا کہ دراصل سردار کو کس نے ہلاک کیا کیونکہ پولیس کے



لوگ ہمارے علاوہ اور کسی پر شک و شبہ نہ کرے گا۔ ہمارے بعد اور کسی کو مشتبہ سمجھنے کی ضرورت ہی کیا ہو گی؟"

ان دونوں کی بے گناہی کے متعلق جو مجھے یقین تھا اس کے چاروں طرف شک و شبہ کا بادل چھا گیا۔ گل خاں کی تجویز اگرچہ بظاہر سادہ اور نئی مگر دراصل کافی حیرت انگیز ہو سکتی تھی۔ اگر میں اس تجویز پر راضی ہو جاؤں تو گل خاں اور پال کو فرار ہونے کے لیے پورا ایک ہفتہ مل سکتا تھا بشرطیکہ ان کا مقصد یہی ہو۔ اگر گل خاں واپس نہ آیا اور میں نے اس معاملہ کا اظہار پولیس سے کیا تو مجرم کو امداد دینے بالکل خود قتل میں شریک ہونے کا الزام مجھ پر عائد ہوتا تھا۔ اگر میں نے یہ بہانا کیا کہ مجھے ان لوگوں پر شک و شبہ ابھی ابھی محسوس ہوا ہے تو کم از کم مجھ پر جہالت کا الزام لگایا جا سکتا تھا۔ اگر یہ دونوں بعد میں گرفتار ہو گئے اور انہوں نے اس باہمی معاہدے کا تذکرہ کیا تو اس صورت میں بھی قتل میں شریک ہونے کا الزام عائد ہو جاتا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ گل خاں نے اپنے ہتھیار میرے حوالے کر کے ایک غیر معمولی چالاکی سے کام لیا ہے میں یہ دعویٰ بعد میں نہیں کر سکتا تھا کہ ان لوگوں نے مجھے بہکا کر اس تجویز پر میری رضامندی حاصل کر لی تھی۔ اس کے علاوہ یہ ایک زبردست چال بھی ہو سکتی تھی جس کا مقصد یہ ہو تا کہ میرا اعتماد حاصل کیا جائے میں یہ کیسے جان سکتا تھا کہ ان دونوں آدمیوں کے پاس ابھی اور ہتھیار موجود ہیں جو کہ میرے انکار کی صورت میں وہ استعمال کریں گے؟

اس چالاک پھندے سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے میں جلال کے پاس پہنچا چاروں ریوالوروں کو میں نے اپنی جیبوں میں ڈال لیا تھا۔ میں جلال کے اوپر جھک گیا۔ اس کا گوشت سرد تھا۔ لیکن اس میں موت کی خصوصی سردی نہ تھی۔ ایک بار پھر میں نے غور سے اس کا معائنہ کیا...... اس مرتبہ مجھے اس کے قلب میں ایک انتہائی خفیف حرکت محسوس ہوئی...... اس کے ذہن کے گوشے میں لعاب کا ایک بلبلا سا ظاہر ہونے لگا...... جلال زندہ تھا۔

میں برابر اس پر جھکا رہا میرا دماغ اس قدر تیزی سے کام کر رہا تھا۔ کہ پہلے کبھی نہ کیا تھا۔ جلال زندہ تھا بے شک...... لیکن اس بات سے میری خطرناک حالت میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی بلکہ خطرہ اور بڑھ گیا تھا۔ کیونکہ اگر گل خاں نے ہی جلال کے سینے میں زخم لگایا تھا اور گل خاں اور پال شریک کار رہے تھے تو یہ معلوم ہو کر کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہے ہیں کیا یہ دونوں آدمی اب اپنے اس کام کو پورا کرنے کی کوشش نہ کریں گے جو کہ ان کے خیال میں پورا ہو چکا تھا؟...... جلال زندہ ہوا اور اپنا حال بتانے اور ان دونوں پر الزام لگانے

کے قابل ہو تو اس صورت میں ان دونوں کو ایک ایسی موت کا سامنا ہوگا جو قانونی کاروائی سے پیدا ہونے والی موت سے زیادہ یقینی اور اٹل ہوگی...... جلال کے ایک ہی حکم پر اس کے گروہ کے لوگ ان دونوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ لہٰذا گل خاں اور پال کے لیے یہ لازمی ہے کہ اگر جلال زندہ ہو تو اس کو مار ڈالیں اور اس کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اس پر مجبور ہوں گے کہ مجھے بھی ختم کر دیں۔

اس جھکی ہوئی حالت میں میں نے آہستہ سے اپنا ہاتھ جیب میں ڈالا اور ایک ریوالور بجلی کی طرح تڑپ کر باہر نکالتے ہوئے ان کی طرف تان لیا۔

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ!...... تم دونوں!" میں بولا۔

گل خاں کے چہرے پر حیرت کوند گئی اور شوفر کی صورت پر بدحواسی چھا گئی لیکن ان کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔

میں نے کہا۔ "اس مکارانہ معاہدے کی کوئی ضرورت نہیں گل خاں!...... جلال مردہ نہیں ہے جب وہ بولنے کے قابل ہو جائے تو خود بتادے گا کہ اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا تھا۔"

اس اعلان کا جو اثر ہوا اس کے لیے میں تیار نہ تھا اگر گل خاں سچا نہ تھا تو یقیناً ایک زبردست اداکار ضرور تھا۔ اچانک اس کا لمبا پتلا جسم سخت ہو گیا اور اس کے چہرے پر ایک سرور و اطمینان نمودار ہوا جو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس کے بھورے گالوں پر آنسو بہنے لگے شوفر دوزانو ہو گیا اور سسکیاں لے لے کر دعائیں پڑھنے لگا۔ میرے تمام شکوک کافور ہو گئے۔ میں یہ یقین نہ کر سکا کہ یہ سب کچھ محض اداکاری ہے۔ ایک لحاظ سے میں شرمندہ ہو کر رہ گیا۔

"تم اپنے ہاتھ نیچے گرا سکتے ہو گل خاں" میں نے کہا اور ریوالور پھر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

وہ گلوگرفتہ آواز میں بولا۔ "کیا سردار زندہ رہ سکے گا؟"

میں نے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اس کے تمام امکانات موجود ہیں۔ اگر کوئی متعدی اثرات موجود نہیں تو مجھے اس کا یقین ہے۔"

"شکر خدا؟" گل خاں نے زیر لب کہا اور بار بار اسی کو دہراتا رہا۔

ٹھیک اسی وقت کمار کمرے میں داخل ہوا اور ہم سب کو دیکھ کر حیرت زدہ کھڑا رہ گیا۔

"جلال کے سینے میں کوئی پراسرار ہتھیار بھونک دیا گیا ہے۔" میں نے اس کو بتایا۔



"اس کی پوری تشریح میں بعد میں کروں گا۔ قلب کے اوپر ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ جو ...ا ہا دل کے اندر تک چلا گیا ہے اس وقت اس کا اصلی مرض جذباتی صدمہ ہے اب وہ اس کے اثرات سے آزاد ہو رہا ہے اس کو ملحقہ کمرے میں لے جاؤ اور جب تک میں نہ آؤں اس کی نگہداشت کرتے رہو۔"

مختصر طور پر میں نے بیان کیا کہ میں نے کیا کیا اب تک کیا تھا۔ اور فوری علاج کے لیے کچھ دوائیں تجویز کر دیں۔ جب جلال وہاں سے ہٹا لیا گیا تو میں گل خاں سے مخاطب ہوا۔

"گل خاں!" میں نے کہا "میں ابھی کسی سے کچھ نہ کہوں گا...... فی الحال...... لیکن لو یہ تمہارے ریوالور موجود ہیں۔ میں تم کو وہ مہلت دے رہا ہوں جو تم نے مانگی تھی۔"

اس نے ریوالور اٹھائے اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک تھی۔

"ہم یہ نہیں کہتا کہ ہمیں وہ بات جاننے کا خواہش نہیں ہے جس نے آپ کو ہمارا تجویز مان لینے پر آمادہ کر دیا۔" وہ بولا۔ "لیکن آپ جو کچھ بھی کرے ہم کو سب منظور ہے...... بشرطیکہ آپ سردار کو اچھا کر دے۔"

"کچھ لوگوں کو جلال کی حالت کی اطلاع دینی بے شک ضروری ہوگی" میں نے جواب دیا۔ "میں یہ کام تم پر چھوڑتا ہوں۔ اگر کوئی اور پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ صرف اتنا جانتا ہوں کہ جلال میرے پاس آرہا تھا۔ کار میں اس پر قلبی حملہ ہوا۔ تم اسے میرے پاس لائے اور اب میں اس کے قلبی حملے کا علاج کر رہا ہوں اگر وہ مر گیا تو گل خاں پھر...... وہ معاملہ دوسرا ہوگا۔"

"اطلاع کرنے کا کام ہم کرے گا۔" اس نے جواب دیا۔ "صرف دو آدمی ایسے ہیں جن سے آپ کو ملاقات کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہم اس گڑیوں کی دکان پر جائے گا۔ اور اس مکار دیو نما عورت سے حقیقت معلوم کر کے دم لے گا۔"

اس کی آنکھیں ایک خوفناک عزم کے اثر سے محض لکیریں سی بن کر رہ گئی تھیں اور اس کے ہونٹ بھی۔

"نہیں!" میں نے سختی سے کہا "ابھی نہیں۔ ابھی تو تم اس جگہ پر صرف نگرانی رکھو اگر وہ عورت باہر جائے تو معلوم کرو کہ کہاں جاتی ہے اس لڑکی پر بھی سخت نگرانی کرو اگر ایسا معلوم ہو کہ ان میں سے کوئی ایک یا وہ دونوں کہیں اور کا ارادہ کر رہی ہیں...... فرار ہو رہی ہیں...... تو ان کو ایسا کرنے دو لیکن ان کا تعاقب کرو میں نہیں سمجھتا کہ جب تک جلال یہ بتلانے کے قابل نہ ہو کہ وہاں کیا واقع پیش آیا تھا اس وقت تک ان دونوں عورتوں میں

سے کسی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے یا کوئی ایسی حرکت کی جائے جس سے ان کو خطرے کا احساس ہو جائے۔"

"بہت خوب" اس نے کہا مگر بادل ناخواستہ۔

"تمہاری وہ گڑیا والی کہانی پولیس والوں کے لیے اتنی بھی قابل یقین ثابت نہ ہو گی جتنی کہ میرے زور یقین و دماغ کے لیے ثابت ہوئی ہے ایسا کوئی کام نہ کرو کہ ان لوگوں کو اس معاملہ میں دخل دینے کا موقع مل جائے۔ جب تک جلال زندہ ہے پولیس کو اس معاملہ میں شامل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

میں اس کو علیحدگی میں لے گیا اور بولا۔

"کیا تم کو شوفر پر یہ اعتماد ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہ کہے گا؟"

"پال کی طرف سے آپ اطمینان رکھئے" وہ بولا۔

"بہر حال تم دونوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ خاموش رہے۔" وہ دونوں رخصت ہو گئے۔ میں جلال کے کمرے میں پہنچا۔ اب اس کا قلب پہلے سے زیادہ قوی معلوم ہوتا تھا اور اس کا تنفس کمزور مگر امید افزا تھا اس کے جسم کا درجہ حرارت اگرچہ ابھی تک خطرناک حد تک کم تھا۔ لیکن پہلے سے بہتر تھا جیسا کہ میں گل خاں سے کہہ چکا تھا اگر کوئی متعدی اثرات موجود نہ ہوئے اور جس ہتھیار سے وہ زخم لگایا تھا اگر اس پر کوئی زہر یا کسی خطرناک دوا کا اثر نہ تھا تو اب جلال کو زندہ رہنا چاہیے تھا۔

اسی رات کے بعد دو بہت ہی خلیق قسم کے شریف آدمی مجھ سے ملنے آئے۔ جلال کی حالت کے متعلق میری وضاحت کو سنتے رہے پوچھنے لگے کہ کیا ان کو جلال کے دیکھنے کی اجازت مل سکتی ہے پھر اس کو جا کر دیکھا اور رخصت ہو گئے۔ انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ میں کامیاب ہوں یا ناکام کسی صورت میں بھی مجھے اپنی فیس کی طرف سے کوئی اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر ضرورت ہو تو مشورے کے لیے بڑی سے بڑی فیس والے دوسرے ڈاکٹروں کو بھی بلانے میں کوئی پس و پیش نہ کروں اس کے جواب میں میں نے ان کو یقین دلایا کہ مجھے جلال کے صحت یاب ہونے کی بہت پختہ امید ہے انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ خود ان کے اور گل خاں کے علاوہ اور کسی کو بھی جلال کے دیکھنے کی اجازت نہ دی جائے اس سلسلہ میں مجھے زحمت سے بچانے کے لیے انہوں نے یہ خواہش ظاہر کی کہ وہ اپنے دو آدمیوں کو یہاں نگرانی کے لیے بھیج دیں جو کہ کمرے کے دروازے کے باہر ہال میں بیٹھے رہیں گے میں نے جواب میں کہا کہ مجھے خوشی سے یہ منظور ہے۔

انتہائی قلیل وقت میں ہی دو خاموش و مستعد قسم کے آدمی آ پہنچے اور جلال کے



کمرے کے دروازے پر اسی طرح پہرہ دینے لگے جیسا کہ مکرجی کے معاملہ میں ہو چکا تھا۔

اس رات میرے خوابوں میں میرے چاروں طرف گڑیاں ناچتی رہیں معلوم ہوتا تھا میرا تعاقب کر رہی ہیں مجھے دھمکا رہی ہیں میری نیند سکون و راحت سے محروم رہی۔

صبح کی آمد کے ساتھ ساتھ جلال کی حالت میں کافی نمایاں اضافہ ہو گیا۔ گہری سکتے کی سی حالت میں کوئی تغیر نہ تھا۔ لیکن جسم کا درجہ حرارت فطری معیار تک آ گیا تھا اور تنفس کی رفتار اور حرکت قلب بالکل مطمئن کن تھی میں نے اور کمار نے اپنے فرائض کو اس طرح تقسیم کر لیا کہ ہم میں سے کوئی نہ کوئی مستقل طور پر اس قدر قریب موجود رہے کہ نرسیں فوراً بلا سکیں۔ ناشتہ کے بعد پہلے دو پہرے داروں کی جگہ دوسرے آدمی آ گئے تھے رات کے ان دو شریف و خاموش ملاقاتیوں میں سے ایک شخص پھر آیا جلال کی حالت کو دیکھا اور میری مطمئن کن رپورٹ سے نمایاں طور پر مسرور ہوا۔

گزشتہ رات جب میں بستر پر لیٹا تھا تو اس وقت یہ ایک بدیہی خیال میرے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ کہ ممکن ہے جلال نے اپنی تلاش و تحقیق کے سلسلے میں کوئی یادداشت مرتب کی ہو لیکن اس وقت میں نے مناسب نہ سمجھا تھا کہ جلال کی جیبوں کی تلاش لوں۔ اب اس ملاقاتی کو دیکھ کر ذہن میں آیا کہ جلال کے پاس کوئی چیز ہے یا نہیں اس کے معلوم کرنے کا یہ موقع بہت مناسب ہے چنانچہ میں نے اپنے ملاقاتی کے سامنے یہ تجویز پیش کی اگر جلال کی جیب میں کچھ کاغذات موجود ہوں تو ان کا معائنہ کرنا مناسب ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے بتا دیا کہ میں اور جلال باہم ایک خاص معاملے کی تحقیق میں مصروف تھے اور جب جلال اس بیماری میں مبتلا ہوا اس وقت وہ اسی معاملے پر مجھ سے تبادلہ خیال کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس کے لیے ممکن ہے کہ اس کے پاس کچھ تحریری یادداشتیں ایسی موجود ہوں جو میرے کام کی ہوں۔ میرا ملاقاتی رضامند ہو گیا۔ میں نے جلال کا اوور کوٹ اور سوٹ

کچھ کاغذات ضروری موجود تھے
منگوایا اور ہم دونوں نے اس کی تلاشی لینی شروع کی ان میں
تحقیق کے متعلق کوئی چیز نہ تھی۔
لیکن ہماری باہمی
یہ ایک
البتہ اوور کوٹ کی اندرونی جیب میں سے ایک عجیب چیز دستیاب ہوئی......
پتلے سے فیتے کا ٹکڑا تھا...... تقریباً آٹھ انچ لمبا...... اور اس میں بے ترتیب فاصلوں پر نو عدد
گرہ لگی ہوئی تھیں یہ گرہیں بھی عجیب تھیں۔ یاد نہ پڑتا تھا کہ اگر کوئی گرہ کبھی پہلے دیکھی
ہو۔ میں نے فیتے کا مطالعہ کیا ایک ایسی بے چینی اور پریشانی کے ساتھ جو بالکل نمایاں ہونے
کے باوجود قابل تشریح تھی۔ میں نے اپنے ملاقاتی کی طرف نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس کی
آنکھوں میں لاعلمی اور پریشانی کی جھلک تھی...... اچانک مجھے جلال کی توہم پرستی کا خیال آیا
اور میں نے سوچا کہ یہ گرہ دار فیتہ غالباً کوئی تعویز گنڈہ وغیرہ ہو گا۔ میں نے اس کو پھر اس کی
جیب میں رکھ دیا۔

جب میں پھر تنہا ہوا تو میں نے اس کو باہر نکالا اور زیادہ غائر نظر سے اس کا معائنہ کیا۔
یہ فیتہ انسانی بالوں کو گوندھ کر بنایا گیا تھا۔ بال عجیب قسم کے زردی مائل سیاہ تھے اور بلاشبہ
کسی عورت کے تھے۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ ہر ایک گرہ مختلف طریقہ سے باندھی گئی
تھی۔ اس کی بناوٹ پیچیدہ قسم کی تھی۔ ان کی شکل و صورت کے اختلاف اور باہم بے
ترتیب فاصلے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کوئی لفظ یا جملہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے......
اور ان گرہوں کا مطالعہ کرتے وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میں ایک بند دروازے کے
سامنے کھڑا ہوں جس کا کھولنا میرے واسطے زندگی و موت کی اہمیت رکھتا ہے...... یہ بالکل
وہی احساس تھا جو مکر جی کو مرتے دیکھ کر ہوا تھا۔ ایک تاریک و نامعلوم جذبے کے تحت میں
نے یہ فیتہ جلال کی جیب میں واپس نہ رکھا بلکہ میز کے اس دراز میں ڈال دیا جس کے اندر
نرس کامنی کی دی ہوئی گڑیا رکھی ہوئی تھی۔
تین بجے کہ کچھ دیر بعد گل خاں نے مجھے ٹیلی فون کیا۔ اس کی آواز سن کر مجھے خوشی
سے بھی زیادہ کوئی چیز محسوس ہوئی۔ کار میں ظہور پذیر ہونے والے واقعات کا جو افسانہ اس
نے سنایا تھا۔ وہ اب دن کی پوری روشنی میں اور بھی زیادہ بعید از عقل ہو گیا تھا اور میرے
تمام شکوک واپس آ گئے تھے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ گل خاں کے غائب ہو
جانے کی صوت میں میری حالت جس قدر خطرناک ہو سکتی تھی اس پر میں نے نظر ثانی
کرنا شروع کر دیا تھا میں نے جس خلوص و خوشی کے ساتھ اب ٹیلی فون پر اس کو مخاطب کیا
اس میں میرے موجودہ احساسات کا رنگ ضرور نمایاں ہو گیا ہو گا کیونکہ گل خاں ہنسا اور
بولا۔



"آپ نے خیال کیا کہ ہم فرار ہو گیا ہو گا یہی خیال تھا نا آپ کا ؟...... لیکن آپ ہم کو
بھگا نہیں سکتا ڈاکٹر صاحب !...... اچھا اب انتظار کیجئے اور دیکھئے ہم آپ کو کیا دکھاتا ہے۔"
میں اس کی آمد کا انتظار بے صبری سے کرتا رہا جب وہ میرے پاس آیا تو اس کے ساتھ
ایک قوی ہیکل آدمی اور تھا اور یہ آدمی کاغذ کا ایک بڑا سا تھیلا لئے ہوئے تھا۔ میں نے پہچان
لیا یہ ایک پولیس کانسٹیبل تھا جو مجھے کبھی کبھی ساحلی شاہراہ پر مل جایا کرتا تھا۔ لیکن میں نے
اسے کبھی بغیر وردی نہیں دیکھا تھا میں نے ان دونوں کو بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور کانسٹیبل
ایک کرسی کے کنارے پر بیٹھ گیا قدرے احتراز کے ساتھ وہ کاغذی تھیلا اپنے گھٹنوں پر
رکھے ہوئے تھا میں نے سوالیہ نظر سے گل خاں کی طرف دیکھا۔
"اس کا نام شیر سنگھ ہے۔" گل خاں نے کانسٹیبل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"اس نے ہمیں بتایا کہ یہ آپ سے واقف ہے ڈاکٹر صاحب...... پھر بھی ہم نے
مناسب سمجھا کہ اس کو یہاں لے آئے۔"
"ڈاکٹر صاحب کو میں بھلی بانت نہ جانتا تو گل خاں میں یہاں کبھی نہ آتا۔" شیر سنگھ
نے کہا۔ "میں جانتا ہوں ڈاکٹر صاحب کی کھوپڑی میں دماغ ہے دماغ...... اس میں ہمارا انسپکٹر
کی طرح گوبر نہیں بھرا ہے۔"
"درست بولتا ہے تم...... ہم سمجھ گیا ہے۔" گل خاں نے کہا: ڈاکٹر صاحب تم کو نسخہ
لکھ دے گا۔"
"مجھے نسخے وسخے کی ضرورت نہیں ہے خان بابا...... سمجھے ؟" شیر سنگھ نے گرج کر
کہا۔ "میں نے یہ سارا کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے...... سمجھے ؟...... اور اگر ڈاکٹر صاحب
یہ کہیں گے کہ میں نشہ میں تھا یا پاگل تھا تو میں انسپکٹر کی طرح ان کو بھی کھری کھری سنا
دوں گا...... سمجھے گل خاں ؟"
بڑھتے ہوئے استعجاب کے ساتھ میں یہ باتیں سنتا رہا۔
"باقی تم زیادہ گرم کیوں ہوتا ہے ؟" گل خاں نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "سمجھے،
سمجھے تم ہم سے مت بولے گا ! ہم تو تمہارا یقین کرتا ہے تم نہیں جانتا بابا کہ ہم تمہارا بات کا
کس قدر اور کیوں یقین کرنا چاہتا ہے۔"
اس نے میری طرف ایک پر سرعت نظر ڈالی اور مجھے یہ اندازہ ہوا کہ اس کانسٹیبل کو
وہ میرے پاس خواہ کسی بھی مقصد سے لایا ہے یہ ظاہر ہے کہ جلال کے متعلق اس نے
کانسٹیبل کو کچھ نہیں بتایا ہو گا۔
"آپ کو یاد ہو گا ڈاکٹر صاحب کہ جب ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ گڑیا اس کار میں سے کود

کر بھاگ گیا۔ تو آپ نے ہم کو جعلیہ سمجھا تھا۔" گل خاں بولا۔ "ہم نے دل میں سوچا۔ چلو
کوئی بات نہیں...... ممکن ہے وہ گڑیا زیادہ دور نہ گیا ہو۔ ممکن ہے وہ قدرے بہتر قسم کا مشینی
گڑیا ہو کچھ بھی ہو وہ کچھ دور بھاگا ضرور تھا پس ہم کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگا جس نے
گڑیا کو دیکھا ہو۔ آج صبح ہمارا ملاقات شیر سنگھ سے ہو گیا اور اس نے ہم کو بتایا...... ہاں اب تم
بتلاؤ شیر سنگھ وہی جو ہم کو تم نے بولا تھا۔"

شیر سنگھ نے جلد جلدی اپنی آنکھوں کو جھکایا تھیلے کو احتیاط سے ذرا سا ہٹایا اور بتانا
شروع کیا۔ اس کے انداز سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ یہی کہانی بار بار دہرا چکا ہے اور غالباً ایسے
لوگوں کے سامنے دہرا چکا ہے جنہوں نے اس کی بات کو ذرا بھی ہمدردی سے نہیں سنا
کیونکہ بولتے بولتے وہ کبھی کبھی میری طرف حریفانہ نظر سے یا مخالفانہ انداز سے دیکھنے لگتا
تھا۔

"یہ قصہ آج رات کے ایک بجے کا ہے۔" شیر سنگھ نے بیان کیا۔ "میں اپنے گشت پر جا
رہا تھا کہ اچانک میں نے کسی کو چلاتے ہوئے سنا...... مدد!...... مدد! قتل! قتل!...... ارے
اسے دور ہٹاؤ!...... وہ چلا رہا تھا میں دوڑ کر وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ وہاں ایک شریف آدمی بنچ کے
اوپر نیچے ناچ رہا تھا اور چلا رہا تھا میں اس کے پاس گیا اور اپنی لاٹھی اس کی ٹانگوں کے بیچ میں
ڈال دی اس نے جھک کر دیکھا اور سیدھا میری گود میں آپڑا...... اس کے سانس کی ذرا سی ہوا
میری ناک میں پہنچی تو میں نے سمجھا کہ میں اس تماشے کا کارن سمجھ گیا ہوں۔ میں نے اس
کو کھڑا کیا اور کہا...... اب ہوش میں آؤ...... یہ نشہ جلد ہی ہرن ہو جائے گا...... بتاؤ تم کہاں
رہتے ہو؟ میں تمہیں ایک گاڑی پر بٹھا دوں گا یا تم چاہو تو اسپتال میں پہنچا دوں اگر ہوش میں
نہ آئے تو جیل خانے کی ہوا کھانی پڑے گی...... سمجھے؟...... وہ مجھے پکڑے ہوئے کھڑا رہا اور
کانپتا رہا پھر بولا...... "کیا تم سمجھتے ہو میں نشے میں ہوں؟...... میں جواب دینے والا ہی تھا کہ
میری نظر اس کے چہرے پر پھر پڑی اور میں نے دیکھا کہ وہ نشہ میں نہ تھا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ
نشہ میں رہا ہو لیکن اب ایسا نہ تھا...... اچانک وہ بنچ پر گر پڑا اور اپنا پتلون اوپر اٹھا کر اپنے
موزے نیچے گھسیٹ لیے اور میں نے دیکھا کہ ایک درجن چھوٹے چھوٹے سوراخوں میں
سے خون نکل رہا تھا۔ وہ بولا۔ "شاید اب تم یہ کہہ دو کہ یہ کام بھی شراب نے ہی کیا ہے
!...... میں نے ان سوراخوں کو غور سے دیکھا۔ "ان کو چھو کر دیکھا یہ سچ مچ خون ہی تھا......
معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص بار بار اسی کے سوئیاں چھید تا رہا ہے......"

غیر اختیاری طور پر میری نظر گل خاں کی طرف اٹھ گئی اس نے مجھ سے آنکھیں چار
نہ کیں وہ محویت سے ایک سگریٹ انگلیوں میں گھما رہا تھا۔



میں نے کہا...... "یہ کس شیطان نے زخم لگائے ہیں تمہارے؟۔"...... اس پر وہ
بولا...... "یہ کام گڑیا نے کیا ہے!"

میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک ہلکی سی کپکپاہٹ دوڑ گئی اور میں نے پھر گل خاں کی
طرف دیکھا اس مرتبہ اس نے میری طرف ایک خبردار کن نظر ڈالی شیر سنگھ نے میری
طرف آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔

وہ بولا...... "یہ کام گڑیا نے کیا ہے...... "وہ کہتا تھا...... "یہ کام گڑیا نے کیا ہے!"

گل خاں ہنس دیا اور شیر سنگھ نے اپنی آنکھیں میری جانب سے ہٹا کر اس کی طرف
چمکائیں میں نے عجلت سے کہا۔

"میں سمجھ گیا ہوں شیر سنگھ...... اس شخص نے تم سے بیان کیا کہ وہ زخم گڑیا نے
لگائے تھے۔ یہ بات بڑی عجیب سی ہے یقیناً۔"

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو یقین نہیں؟" شیر سنگھ نے طیش سے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس نے تمہیں یہی بتایا تھا۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس کے
بعد کیا ہوا؟"

"اب یقیناً آپ یہی کہیں گے کہ میں نشے میں تھا۔ اسی لیے میں نے اس شخص کی بات
کا یقین کر لیا۔" وہ بولا۔ "اس گوبر کا دماغ رکھنے والے انسپکٹر نے بھی یہی کہا تھا۔"

"نہیں، نہیں" میں نے اسے عجلت سے یقین دلایا شیر سنگھ کرسی کی پشت سے سہارا
لے کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"میں نے اس شرابی سے پوچھا...... "اس عورت کا نام کیا ہے؟"...... وہ بولا۔ "کس
عورت کا نام؟"...... میں نے جواب دیا...... "وہی گڑیا اور کون!...... تمہارا مطلب کسی
گوری چٹی فرنگن سے ہی ہے نا؟ اپنے کپڑوں میں سوئیاں اور کوئی عورت نہیں لگاتی۔ حملہ
کرنے کے لیے ایک فرنگن ہی اپنا پن استعمال کرتی ہے۔ باقی دنیا کی سب عورتیں خنجر سے
کام لیتی ہیں...... اس شخص نے کہا۔ نہیں بھئی وہ تو سچ مچ ایک گڑیا ہی تھی ایک چھوٹی سی
پتلی...... مرد کی صورت کی...... گڑیا سے میرا مطلب گڑیا ہی ہے میں چلا جا رہا تھا اور ٹھنڈی
ہوا کا لطف لے رہا تھا۔ مجھے اس سے انکار نہیں کہ میں نے تھوڑی سی پی رکھی تھی۔ لیکن وہ
اتنی نہ تھی کہ میں ہوش و حواس کھو بیٹھتا۔ میں جھاڑیوں میں ادھر اُدھر چھڑی گھما رہا تھا۔
اتفاق سے میری چھڑی ہاتھ سے چھوٹ کر اس سامنے والی جھاڑی میں گر پڑی۔ میں نے
جھک کر اسے اٹھانا چاہا تو وہاں مجھے گڑیا نظر آئی۔ وہ ایک بڑی سی گڑیا تھی اور کچھ اس طرح
سمٹی ہوئی پڑی تھی جیسے کسی کے ہاتھ سے وہاں گر پڑی ہو میں نے اس کو اٹھانے کے لیے

ہاتھ بڑھایا۔ جیسے ہی میں نے اس کو چھوا گڑیا اس طرح اچھل پڑی گویا میں نے اسپرنگ دبا دیا ہے۔ وہ ٹھیک میرے سر کے اوپر سے کود گئی میں حیرت زدہ رہ گیا اور جھک کر دیکھنے لگا۔ کہ گڑیا کہاں ہے اسی وقت مجھے اپنی پنڈلی میں ایک بے پناہ درد محسوس ہوا جیسے کسی نے کوئی چیز بھونک دی ہو میں اچک کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ سامنے وہی گڑیا موجود تھی اور اپنے ہاتھ میں ایک بڑی سے سوئی لئے ہوئے دوسرا حملہ کرنے کو تیار تھی...... یہ سن کر اس شرابی نے کہا ہو سکتا ہے کہ تم نے کوئی بڑا بھاری مچھر یا کیڑا مکوڑا دیکھا ہو...... وہ فوراً بولا...... مچھر کو ڈالو جہنم میں!...... ارے صاحب وہ ایک گڑیا تھی اور ایک بڑے سے پن سے مجھ پر حملے کر رہی تھی۔ یہ گڑیا کوئی دو فیٹ اونچی تھی اس کی آنکھیں سیاہ تھیں اور وہ میری طرف دیکھ کر اس طرح مسکرا رہی تھی کہ میرا خون خشک ہوا جاتا تھا اور جب میں حیرت زدہ دم بخود کھڑا تھا تو اس نے پھر اپنا پن مجھے چبھو دیا۔ میں کود کر بنچ پر چڑھ گیا کچھ دیر گڑیا چاروں طرف ناچتی رہی پھر کود کر بنچ پر آ گئی اور پھر حملہ کیا میں سمجھ گیا کہ وہ مجھے مار ڈالنا چاہتی ہے اور میں پوری طاقت سے چلانے لگا۔ تب تم یہاں آئے اور گڑیا ان جھاڑیوں میں غوطہ لگا کر غائب ہو گئی خدا کے لیے تم میرے ساتھ چلو جب تک مجھے گھر جانے کے لیے کوئی گاڑی نہ مل جائے کیونکہ میں تم سے یہ چھپانا نہیں چاہتا کہ میں اپنی ہڈیوں کی گہرائی تک سہما ہوا ہوں......"

ایک منٹ توقف کے بعد شیر سنگھ نے پھر کہنا شروع کیا......"میں اس شرابی کو بازو کا سہارا دے کر لے چلا اور سوچنے لگا کہ شراب کی لال پری بھی آدمی کو کیا کیا تماشہ دکھاتی ہے مگر پھر بھی میں اس چکر میں تھا کہ اس کی ٹانگ میں یہ سوراخ کیسے پیدا ہو گئے۔ ہم پارک سے نکل کر شاہراہ پر آ گئے۔ شرابی اب تک کانپ رہا تھا اور میں کسی ٹیکسی کو روکنے کی فکر میں انتظار کر رہا تھا۔ اچانک ایک پاگل عورت کی طرح وہ خوف زدہ آواز میں چلا اٹھا......وہ جا رہی ہے گڑیا!...... دیکھو...... وہ سامنے...... میں نے اس کے اشارے کی طرف دیکھا تو واقعی مجھے کوئی چیز پہلو کی ایک سڑک سے نکل کر شاہراہ پر جاتی ہوئی نظر پڑی روشنی زیادہ اچھی نہ تھی۔ میں نے خیال کیا کہ یہ کوئی بلی ہے یا شاید کوئی کتا...... اسی وقت میں نے دیکھا کہ سڑک کے دوسرے کنارے پر ایک چھوٹی سی کار آ کر رکی وہ شے بلی ہو یا کتا بہر حال وہ اس کار کی طرف جاتی معلوم ہوئی۔ شرابی ابھی تک چلا رہا تھا اور میں دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ یہ کیا بلا ہے۔ جب کہ یکا یک ایک بڑی سی موٹر کار آندھی کی طرح دوڑتی ہوئی شاہراہ سے گزری وہ کار اس شے سے ٹکرائی مگر رکی نہیں۔ اس سے پہلے کہ اپنی سیٹی منہ تک لے جاؤں وہ بڑی کار غائب ہو چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ چیز ہاتھ پاؤں سے ٹپک رہی تھی۔



میں نے دل میں کہا میں اس کی تکلیف کو ختم کر دوں گا اور میں اپنی لاٹھی سنبھال کر اس طرف دوڑا جیسے ہی میں نے ایسا کیا وہ چھوٹی سی کار جو دوسری طرف کھڑی ہوئی تھی ایک دم اسٹارٹ ہوئی اور ہوا کی طرح روانہ ہو گئی۔ میں اس چیز کے پاس پہنچا جس سے بڑی کار ٹکرائی تھی اور اس پر نظر ڈالی......"

یہ کہہ کر کانسٹیبل نے اپنا تھیلا نیچے رکھا اور اوپر کا حصہ کھول ڈالا۔

"اور وہ چیز جو میں نے دیکھی یہ تھی۔" وہ بولا۔

تھیلے میں سے اس نے ایک گڑیا باہر نکالی۔ اسے آپ گڑیا کہہ لیجئے۔ یوں وہ حصہ جو گڑیا کا بچ گیا تھا...... موٹر کار اس کو بالکل بیچ سے کچلتی ہوئی گزر گئی تھی۔ ایک ٹانگ غائب تھی۔ دوسری ایک دھاگے سے لٹکی ہوئی تھی۔ اس کے کپڑے پھٹ گئے تھے اور سڑک کی گرد سے آلودہ تھے۔ یہ ایک گڑیا تھی...... لیکن...... اسے دیکھ کر ایک کچلے ہوئے مسخ شدہ بونے کا شبہ ہوتا تھا۔ اس کی گردن اس کے سینے پر بے جان ڈھیلی لٹکی ہوئی تھی۔

گل خاں نے ایک قدم آگے بڑھایا اور گڑیا کا سر اوپر اٹھایا...... میں نے غور سے دیکھا اور دیکھتا رہ گیا...... مجھے اپنی کھوپڑی چٹختی اور دل کی حرکت سست ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

کیونکہ گڑیا کا چہرہ جو اس وقت میری طرف دیکھ رہا تھا...... سیاہ آنکھوں والا چہرہ......

یہ بالکل مکرجی کا چہرہ تھا...... اور اس چہرے پر ایک انتہائی شفاف نقاب کی طرح اس شیطانی مسرت کا عالم طاری تھا جو کہ میں نے مکرجی کے چہرے پر اس وقت دیکھی تھی جب کہ موت نے اس کے قلب کی حرکت کو بند کر دیا تھا۔

جب میں گڑیا کو حیرت زدہ تک رہا تھا تو شیر سنگھ مجھے غور سے دیکھ رہا تھا وہ مجھ پر اس کے اثرات کو دیکھ کر مطمئن معلوم ہوتا تھا۔

"بڑی بھیانک چیز ہے یہ ...... ہے نا ؟" وہ بولا۔ "ڈاکٹر صاحب اس معاملے کو سمجھ رہے ہیں گل خاں ...... میں نہ کہتا تھا کہ ڈاکٹر شاہد ایک اچھا دماغ رکھتے ہیں!" ...... وہ گڑیا کو اپنے زانو پر لے کر بیٹھ گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کوئی جادوگر ایک جادو کا پتلا لیے ہوئے بیٹھا ہے۔ اگر اس وقت گڑیا کے قدرے مسکراتے ہوئے منہ سے شیطانی قہقہہ نکل پڑتا تو مجھے کوئی حیرت نہ ہوتی۔

"اب میں باقی حال بتاتا ہوں ڈاکٹر صاحب" شیر سنگھ نے کہا۔ "میں وہاں کھڑا ہوا گڑیا کو دیکھتا رہا اور پھر اس کو اٹھالیا میں نے اپنے دل میں کہا ...... "شیر سنگھ بھیا اس گڑیا میں کوئی گڑبڑ جھالا معلوم ہوتا ہے ...... میں نے مڑ کر دیکھا کہ اس شرابی کا کیا ہوا وہ اسی جگہ کھڑا ہوا تھا جہاں میں نے اس کو چھوڑا تھا۔ میں اس کے پاس واپس آیا تو وہ بولا ...... یہ وہی گڑیا ہے نا جس کا میں نے تذکرہ کیا تھا؟ ...... یہ وہی گڑیا ہے ...... میں نے اس سے کہا ...... بھائی صاحب یہ بات کچھ گڑبڑ معلوم ہوتی ہے اب تم کو میرے ساتھ چل کر انسپکٹر صاحب کو یہ سب باتیں بتانا ہوں گی جو تم نے مجھے بتائی ہیں اور ان کو اپنی ٹانگیں دکھانی ہوں گی ...... شرابی نے کہا۔ ہاں یہ بات ٹھیک ہے لیکن اس بلا کو مجھ سے دور ہی رکھو ...... اس کے بعد ہم دونوں کوتوالی کی طرف روانہ ہو گئے ...... وہاں انسپکٹر اور کچھ دوسرے افسر اور سپاہی موجود تھے۔



میں نے جا کر وہ گڑیا انسپکٹر کی میز پر رکھ دی۔ وہ بولا ...... یہ کیا چیز ہے ؟ ...... میں نے شرابی سے کہا ...... انسپکٹر صاحب کو اپنی ٹانگیں دکھلاؤ ...... انسپکٹر نے مسکرا کر کہا ...... کیوں کیا ان کی ٹانگیں بہت خوب صورت ہیں ؟ ...... شرابی نے اپنا پتلون اوپر اٹھایا اور انسپکٹر کو زخم دکھلائے ...... گوبر دماغ والا انسپکٹر بولا ...... یہ زخم کیسے اور کس نے لگائے ہیں ؟ ...... یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ شرابی نے جواب دیا ...... یہ اس گڑیا نے لگائے ہیں ...... انسپکٹر نے اس کی طرف نظر اٹھائی اور آنکھیں جھپکاتا ہوا پھر کرسی پر بیٹھ گیا میں نے انسپکٹر کو اس شرابی کے چلانے کے بارے میں بتلایا اور اس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا یا جو کچھ میں نے دیکھا تھا سب بیان کیا۔ دوسرے تمام افسر قہقہے لگانے لگے۔ سپاہی ہنسنے لگے مگر انسپکٹر کا چہرہ لال ہو گیا اور وہ بولا ...... تم مجھے الو بنانا چاہتے ہو شیر سنگھ ؟ ...... میں نے جواب دیا کہ میں وہی بتا رہا ہوں جو اس شخص نے مجھے بتایا اور جو میں نے خود دیکھا ہے اور یہ گڑیا سامنے موجود ہے۔ انسپکٹر نے کہا ...... میں جانتا تھا کہ تم جنگلی آدمی ہو لیکن یہ خبر نہ تھی کہ شراب بھی پیتے ہو۔ میں تمہارا سانس سونگھنا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر میں سمجھ گیا کہ اب سارا قصہ ختم ہوا کیونکہ سچی بات یہ ہے کہ شرابی کے پاس ایک بوتل تھی اور میں نے بھی اس میں سے ایک دو گھونٹ پی لئے تھے ...... صرف ایک دو گھونٹ ...... لیکن میرے سانس میں بو موجود تھی ...... انسپکٹر نے سونگھ کر کہا ...... میرا پہلے ہی یہ خیال تھا۔ بڑے لاپرواہ ہو تم! ...... اس کے بعد انسپکٹر نے شرابی پر چیخنا چلانا شروع کر دیا ...... بڑے شریف بنے پھرتے ہو تو تم! ...... ہمارے شہر کے لیے تم واقعی ایک قابل فخر شہری ہو! ...... آخر تم کرنا کیا چاہتے تھے ...... یہی نا کہ ایک اچھے کانسٹیبل کو خراب کر دو اور مجھے دھوکہ دو ؟ ...... تم نے یہ پہلی بار ایسا کیا ہے مگر اب دوسری بار ایسا کرنے کا موقع تمہیں نہیں ملے گا ...... بند کر دو اس شخص کو حوالات میں ...... اور اس کم بخت گڑیا کو بھی اسی کے ساتھ بند کر دو تاکہ دل بہلاتی رہے یہ سن کر وہ شرابی خوف سے چلایا اور فرش پر گر پڑا۔ وہ بالکل بے ہوش ہو چکا تھا انسپکٹر بولا ...... احمق کہیں کا ...... یہ بے وقوف خود اپنے جھوٹ پر یقین رکھتا ہے! ...... اس کو ہوش میں لے آؤ اور یہاں سے جانے دو ...... اس کے بعد انسپکٹر نے مجھ سے کہا۔ اگر تم ایک اچھے آدمی نہ ہوتے شیر سنگھ تو میں غلطی پر تمہاری کافی خبر لیتا چلو یہ اپنی گڑیا اٹھاؤ اور گھر جاؤ۔ میں تمہارے گشت پر دوسرا آدمی بھیج دوں گا۔ کل تمہاری چھٹی رہے گی۔ تاکہ تم اچھی طرح ہوش کا سبق لے سکو ......" میں نے کہا۔ بہت بہتر لیکن جو کچھ میں نے دیکھا تھا وہ واقعی دیکھا ہے ......" اس کے بعد میں نے سپاہیوں کی طرف مڑ کر کہا۔ " تم سب جاؤ جہنم میں! ...... اس وقت وہاں سب ہی ہنس رہے تھے۔ ہنستے ہنستے دہرے ہوئے جاتے تھے ......

اس پر میں نے انسپکٹر سے بھی کہہ دیا۔ مجھے تم برخاست کردو یا نہ کرو مگر میں تم سے بھی کہوں گا کہ تم بھی جاؤ جہنم میں؟..... لیکن وہ سب ہنستے ہی رہے اس لیے میں نے گڑیا کو اٹھایا اور باہر نکل آیا۔"

شیر سنگھ نے ایک مختصر وقفہ کے بعد پھر کہنا شروع کیا..... "میں گڑیا کو گھر لے گیا۔ اور اپنی بیوی کیسری کو سب حال بتایا..... کیسری کیا کہتی ہے؟ میرے خیال میں ہمیشہ سے ہی عقل سے بہرے رہے ہو۔ لیکن آج تو تم نے غضب ہی کر دیا۔ چھریاں چلانے والی گڑیا کی بھی ایک ہی رہی!..... اس پر مزید یہ کہ انسپکٹر کو خفا کر بیٹھے۔ کوئی تعجب نہیں کہ اب بڑے گھر کی سیر بھی کرنی پڑے ان بچوں کا کیا ہوگا آخر؟..... جاؤ اپنے بستر پر جاکر لیٹو اور نیند سے یہ نشہ ہرن کرو اور اس گڑیا کو کوڑے پر پھینک دو..... بیوی کی یہ باتیں سن کر میرے حواس ٹھکانے ہو گئے۔ لیکن میں نے گڑیا کو کوڑے پر پھینکا نہیں بلکہ اپنے ساتھ لے کر کمرے میں چلا گیا ابھی کچھ دیر پہلے میری ملاقات گل خاں سے ہوئی ان باتوں کی اسے نہ جانے کیسے کچھ سن گن لگ گئی تھی۔ میں نے اس کو حال بتلایا اور یہ مجھے یہاں لے آیا۔ معلوم نہیں اس سے اس کا کیا مقصد ہے۔"

"تم چاہو تو میں انسپکٹر سے کچھ کہہ دوں؟" میں نے کہا۔

"آپ کیا کہہ سکتے ہیں؟" اس نے معقول جواب دیا۔ "اگر آپ اس سے کہیں گے کہ شرابی ٹھیک کہتا تھا اور میں ٹھیک کہتا ہوں اور میں نے واقعی گڑیا کو بھاگتے دیکھا تھا تو انسپکٹر کیا خیال کرے گا؟..... وہ سوچے گا کہ آپ بھی اتنے ہی پاگل ہیں جتنا کہ میں..... اور اگر آپ یہ تشریح کریں گے کہ میں صرف ایک منٹ کے لیے پاگل ہو گیا تھا تو وہ لوگ مجھے اسپتال بھیج دیں گے نہیں ڈاکٹر صاحب!..... میں آپ کی ہمدردی کا احسان مند ہوں لیکن اب میرے لیے یہی طریقہ باقی ہے کہ اس معاملے کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہوں اور اپنی عزت اپنے ہاتھ رکھوں اور اگر کوئی زیادہ چیں پٹاخ کرے تو میں ایک آدھ ہاتھ رسید کر دوں۔ میں بہت خوش ہوں کہ آپ نے بڑی مہربانی سے میری باتیں سنی ہیں۔ اب میری طبیعت کچھ بہتر محسوس ہوتی ہے۔"

شیر سنگھ ایک ٹھنڈی گہری سانس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔

"اور آپ کا خیال کیا ہے؟....." وہ بولا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ اس شرابی نے جو کچھ دیکھا اور میں نے جو کچھ دیکھا اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

"اس شرابی کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا" میں نے احتیاط سے جواب دیا۔ "رہی تمہاری بات..... تو یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ گڑیا وہاں سڑک پر پڑی ہوئی ہو اور جب



موٹر کار ادھر سے گزری ٹھیک اسی وقت کوئی بلی یا کتا سڑک کے اس پار دوڑا ہو۔ وہ بلی یا کتا تو بچ گیا لیکن اس کی اس حرکت سے تمہاری توجہ گڑیا کی طرف مبذول ہو گئی اور تم نے سوچا....."

اس نے تیزی سے ہاتھ ہلا کر میری بات کو روک دیا۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ بس اتنا ہی کافی ہے۔" وہ بولا۔ "آپ کی فیس کے طور پر میں یہ گڑیا آپ کے پاس ہی چھوڑے جاتا ہوں....."

کافی شان اور نمایاں اطمینان کے ساتھ شیر سنگھ کمرے میں سے چلا گیا۔ گل خاں خاموش ہنسی کے مارے کانپ رہا تھا۔ میں نے گڑیا کو اٹھایا اور میز پر رکھ دیا۔ میری نظر گڑیا کے چالاک کینہ پرور چہرے پر پڑی..... اور میرے دل نے ہنسنا قبول نہ کیا نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے نرس کا منی والی گڑیا کو میز کی دراز سے نکالا اور دوسری گڑیا کے قریب رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ گرہ دار فیتہ نکالا اور ان دونوں کے درمیان رکھ دیا۔ گل خاں میرے پہلو میں کھڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے حیرت کی ایک ہلکی سیٹی نکل گئی۔

"یہ آپ کو کہاں سے ملا ڈاکٹر صاحب؟ اس نے فیتے کی طرف اشارہ کر کے کہا میں نے اس کو سب حال بتلایا۔ اس نے ایک بار پھر حیرت سے سیٹی سی بجائی۔

"قطعی یقینی بات کہ سردار کو علم نہ تھا کہ یہ فیتہ اس کے پاس ہے۔" وہ بولا۔ "جانے یہ کس نے اس کی جیب میں رکھ دیا؟..... یقیناً یہ اسی دیو نما عورت کا کام ہے مگر کیسے؟"

"یہ کس چیز کے بارے میں کہہ رہے ہو تم؟" میں نے پوچھا۔

"اس فیتے کے بارے میں اور کس کے؟" اس نے فیتہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

"یہ فیتہ نہیں..... جادوگرنی کا ہار ہے..... ہار!!..... ہمارے سرحدی علاقے میں یہی کہا جاتا ہے اس کو..... یہ نہایت خراب سحر ہے ڈاکٹر صاحب!..... جادوگرنی اس کو آدمی کے قبضے میں چپکے سے رکھ دیتی ہے اور پھر وہ آدمی اس کے قابو میں آجاتا ہے..... یہ کہہ کر وہ فیتے کے اوپر جھکا اور بولا..... "بے شک!..... یہ ساحرہ کا ہار ہے..... نو عدد گرہ اور عورت کا بال..... اور یہ سردار کی جیب میں تھا!"

فیتے پر نظریں جمائے وہ کھڑا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اس کو اٹھانے کی اس نے کوئی کوشش نہیں کی۔

"اسے اٹھالو اور قریب سے دیکھو گل خاں" میں نے کہا۔

"مجھے تو آپ معاف ہی رکھیئے!" وہ ایک قدم پیچھے ہٹ کر بولا۔ "میں آپ کو بتاتا ہے۔ یہ خراب جادو ہے ڈاکٹر صاحب!"

میں برابر توہم پرستی کے اس کہرے کو محسوس کر کے برہم ہوتا جارہا تھا جو کہ ہر لمحہ میرے چاروں طرف اور زیادہ گہرا ہوتا جارہا تھا۔ اب میرے صبر وضبط کا پیمانہ چھلک پڑا۔

"دیکھو گل خاں" میں نے گرم ہو کر کہا۔ "کیا تم مجھے بقول شیر سنگھ الو بنانے کی کوشش کررہے ہو؟ ہر مرتبہ جب میری ملاقات تم سے ہوتی ہے تو مجھے عقل ویقین کے خلاف ایک نئی بدتمیزی کا تماشا دیکھنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلے تمہاری وہ موٹر کاروالی گڑیا...... اس کے بعد شیر سنگھ...... اور اب یہ جادوگرنی کا ہار...... آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟"

اپنی تنگ ہوتی ہوئی آنکھوں سے اس نے مجھ پر ایک نظر ڈالی اس کے رخساروں کی اونچی ہڈیوں پر ایک ہلکی سرخی دوڑ گئی۔

"ہمارا مقصد صرف ایک ہی ہے۔" وہ معمول سے زیادہ لفظوں کو کھینچتے ہوئے بولا۔" اور یہ کہ ہمارا سردار اپنے قدموں سے چلنے لگے اس کے بعد ہم اس کا دماغ کچلنا چاہتا ہے۔ جس نے سردار پر حملہ کیا...... رہا شیر سنگھ تو کیا آپ یہ خیال فرماتا ہے کہ وہ مکاری کررہا تھا۔"

"میرا یہ خیال نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن مجھے یاد ہے کہ جب جلال کے سینے پر زخم لگا تو تم ہی اس کے پہلو میں کار کے اندر موجود تھے پھر مجھے یہ بھی تعجب ہے کہ تم نے اس قدر جلد شیر سنگھ کو کیسے آج تلاش کر لیا؟"

"اس کا کیا مطلب ہے؟" اس نے پوچھا۔

"مطلب یہ ہے کہ تمہارا وہ شرابی شخص غائب ہو چکا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"مطلب یہ کہ بالکل ممکن ہے وہ تمہارا ہی کوئی شریک کار ہو مطلب یہ کہ شیر سنگھ کو جس تماشے نے اس قدر متاثر کیا ہے وہ ممکن ہے محض ایک مکاری کا ناٹک ہو اور سڑک پر پڑی ہوئی وہ گڑیا اور عین وقت پر وہ دوڑتی ہوئی موٹر کار ظاہر ہونا سب کچھ ایک ہوشیاری سے بنائے ہوئے منصوبے کا ہی حصہ ہو جس کا مقصد وہ نتائج پیدا کرنا ہو جو کہ پیدا کیے جا چکے ہیں یہ صرف تمہارا اور اس شوفر کا یہی قول ہے کہ کل رات اس وقت جب تم یہاں موجود تھے کار میں کوئی گڑیا موجود نہ تھی...... مطلب یہ کہ......"

اچانک میں رک گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں گل خاں پر دراصل غصہ کی بارش کررہا تھا جو کہ میری لاعلمی اور بے چارگی نے پیدا کر دیا تھا۔

"آپ کا جملہ ہم مکمل کیئے دیتا ہے" وہ بولا۔ "آپ کا مطلب یہ ہے کہ اس تمام شرارت کے پیچھے جو شخص ہو سکتا ہے وہ ہم ہے!"

اس کا چہرہ سفید پڑ گیا تھا۔ اور عضلات تن گئے تھے۔



"یہ آپ کے لیے بہت اچھا ہے کہ ہم آپ کو پسند کرتا ہے ڈاکٹر" وہ بولا۔ "اور اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ ہم جانتا ہے آپ سردار کا دوست ہے...... سب سے اچھا یہ بات ہے کہ شاید آپ ہی ایک ایسا انسان ہے جو سردار کی کوئی مدد کر سکتا ہے۔ ورنہ......"

"گل خاں!" میں بولا مجھے افسوس ہے۔ بے حد افسوس...... اس لیے نہیں کہ میں نے کیا کہا۔ بلکہ اس لیے کہ مجھے مجبوراً ایسا کہنا پڑا کچھ بھی ہو شک وشبہ تو موجود ہی ہے...... اور یہ شک وشبہ معقول بھی ہے...... تمہیں اتنا تو تسلیم کرنا ہی پڑے گا...... تم سے یہ بات چھپانا میں مناسب نہیں سمجھتا۔"

"اس جرم سے ہمارا مقصد کیا ہو سکتا تھا؟" وہ بولا۔

"جلال طاقتور دشمن رکھتا ہے" میں نے کہا۔ "اس کو طاقتور دوست بھی نصیب ہیں۔ دشمنوں کے لیے یہ بات کس قدر اطمینان کی ہوتی کہ جلال کا خاتمہ بغیر کسی شک وشبہ کے ہو جاتا اور بلند ترین شہرت اور مسلمہ دیانت کا ایک ڈاکٹر فریب میں آکر اس موت کو ایک فطری موت قرار دیدیتا!...... یہ میرا ذاتی غرور نہیں بلکہ پیشہ ورانہ فخر کی بات ہے کہ میں اس قسم کا ایک ڈاکٹر خود کو سمجھتا ہوں گل خاں"۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا اس کا چہرہ نرم پڑ گیا اور میں نے دیکھا کہ خطرناک کشیدگی کمزور ہو گئی۔

"آپ جو کچھ فرمارہا ہے یا پہلے فرمایا تھا۔ اس کے خلاف ہم کوئی دلیل نہیں رکھتا۔ ڈاکٹر صاحب...... لیکن ہم آپ کا شکر گزار ہے کہ آپ نے ہمارے دماغ کے بارے میں بہت اونچا خیال قائم کیا ہے آپ جس منصوبے کی طرف اشارہ کرتا ہے اس کو تیار کرنے کے لیے بلاشبہ ایک کافی چالاک انسان کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے یہ منصوبہ بنایا ہے تو واقعی ہم زبردست چالاک آدمی ہے!"۔

اس طنزیہ جملے پر میں شرمندہ سا ہو گیا۔ لیکن میں نے جواب نہ دیا گل خاں نے مکرجی کے پتلے کو اٹھالیا اور اس کو غور سے دیکھنے لگا۔ میں جلال کی حالت دریافت کرنے کے لیے ٹیلی فون کی طرف بڑھا لیکن گل خاں کی ایک حیرت زدہ آواز سن کر رک گیا۔ اس نے مجھے اشارے سے بلایا اور مجھے یہ بتلا دیتے ہوئے اس کے کوٹ کے کالر کی طرف اشارہ کیا میں نے کالر کو ادھر ادھر چھو کر دیکھا کوئی شے جو کہ بڑے پن کے گول چہرے کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ میری انگلیوں کو محسوس ہوئی میں نے اس کو باہر کی طرف کھینچا تو ایسا معلوم ہوا جیسے نیام میں سے خنجر نکال رہا ہوں یہ کسی دھات کا ایک ٹکڑا تھا...... نو انچ لمبا...... پن سے بھی زیادہ مہین...... سخت اور سوئی کی طرح نوکیلا۔

ایک ہی نظر میں میں سمجھ گیا کہ میرے سامنے وہ ہتھیار موجود ہے جس نے جلال کے سینے کو فگار کیا تھا!

"لوبابا! یہ ایک اور بد تمیزی ہے!" گل خاں بولا۔ "ہو سکتا ہے یہ ہم نے ہی رکھا ہو ڈاکٹر صاحب!"

"تم بے شک ایسا کر سکتے تھے گل خاں۔"

اس نے قہقہہ لگایا۔ میں نے اس خنجر کا معائنہ کیا...... یہ واقعی ایک خنجر تھا۔ بظاہر یہ انتہائی نفیس فولاد کا معلوم ہوتا تھا۔ لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ یہ فولاد کا ہی ہے اس کی سختی ایسی تھی کہ میرے تجربے میں نہیں آئی تھی۔ سرے پر گول حصہ قطر میں نصف انچ تھا اور ایک پن کے گول سرے کی بہ نسبت ایک خنجر کا دستہ زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ خوردبین کے نیچے دیکھنے پر اس کے گول گول پیچ دار حلقے بنے ہوئے تھے...... جیسے اس پر گرفت مضبوط رکھنے کے خیال سے بنائے گئے ہوں...... کسی ہاتھ کی گرفت...... گڑیا کے ہاتھ کی گرفت...... یہ یقیناً گڑیا کا خنجر تھا...... اس پر کچھ داغ لگے ہوئے تھے۔

میں نے اکتا کر اپنا سر نفی میں ہلایا اور اس چیز کو ایک طرف رکھ دیا یہ سوچ کر کہ بعد میں ان داغوں کو جانچ کر ضرور دیکھوں گا یہ میں سمجھ گیا تھا کہ وہ خون کے داغ تھے لیکن مجھے یقینی طور پر معلوم کرنا اشد ضروری تھا۔ لیکن اگر وہ واقعی خون کے ہی داغ ہوں تب بھی وہ اس ناقابل یقین کہانی کا یقینی ثبوت نہ بن سکتے تھے کہ اس مہلک ہتھیار کو ایک گڑیا کے ہاتھ نے ہی استعمال کیا ہے!

میں نے مکرجی کے پتلے کو اٹھالیا اور نہایت غائر نظر سے اس کا معائنہ کرنے لگا۔ میں تعین نہ کر سکا کہ وہ کس شے کا بنا ہوا تھا۔ دوسری گڑیا کی طرح وہ لکڑی کا نہ تھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا تھا کہ اسکی ساخت میں گوند اور موم کا مرکب استعمال کیا گیا ہے مجھے اس قسم کے کسی مرکب کا علم نہ تھا میں نے اس کے کپڑے اتار ڈالے۔ گڑیا کے جسم کا جو حصہ نقصان سے محفوظ رہ گیا تھا وہ اعضا کی بناوٹ کے لحاظ سے مکمل تھا اس کے بال انسانی بال تھے جو بڑی احتیاط سے اس کی کھوپڑی پر جما دیئے گئے تھے۔ آنکھیں کسی قسم کی سیاہ شیشے کی بنائی ہوئی تھیں۔ اس کے لباس کے بنانے میں اسی ہنر مندی کا ثبوت دیا گیا تھا۔ جو کہ تاجو کی گڑیا میں نظر آتا تھا۔

اس وقت میں نے دیکھا کہ گڑیا کی لٹکی ہوئی ٹانگ کسی دھاگے سے لٹکی ہوئی نہ تھی وہ ایک تار سے لٹکی ہوئی تھی یہ ظاہر تھا کہ اس پتلے کا اندرونی ڈھانچہ کسی طرح کے تار سے بنایا گیا تھا میں اپنے آلات کی الماری کے پاس گیا اور سرجری میں کام آنے والی آری اور چند



نشتر نکال لایا۔

"ایک ساعت توقف کرو ڈاکٹر" گل خاں بولا۔ "آپ اس چیز کو چھری سے قطع کرنا چاہتا ہے؟"

میں نے سر کے اشارے سے اقرار کیا اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک بڑا بھاری سا شکاری چاقو نکالا۔ اس سے پیشتر کے میں اسے روک سکوں اس نے ایک کلہاڑی کی طرح چاقو کا وار مکرجی کے پتلے کی گردن پر کر دیا پتلے کی گردن صاف قطع ہو گئی۔ گل خاں نے اس کا سر پکڑا اور اس کو مروڑنے لگا۔ ایک تار سا چیخ کر ٹوٹ گیا۔ اس نے گڑیا کا سر میز پر ڈال دیا اور اس کا جسم میری طرف پھینک دیا سر لڑھکتا ہوا چلا اور اس فیتے کے پاس آکر رک گیا جس کو گل خاں نے جادوگرنی کا ہار بتلایا تھا

ایسا معلوم ہوا کہ جیسے گڑیا کا سر مڑ کر اوپر ہماری طرف دیکھ رہا ہے مجھے خیال ہوا جیسے ایک لمحہ کے لیے اس کی آنکھوں میں ایک سرخ چمک سی پیدا ہوئی...... چہرے پر تشنج کی سی کیفیت نمودار ہوئی...... وہی شیطانی کینہ پرور کیفیت جو کہ میں نے مکرجی کے زندہ چہرے پر دیکھی تھی...... میں نے خود اپنے اوپر طیش کھاتے ہوئے خود کو سنبھالا یقیناً صرف روشنی کے عکس کا کرشمہ ہوگا!...... میں نے گل خاں کی طرف دیکھا اور کہا۔

"یہ حرکت تم نے کیوں کی۔؟"

"سردار کے واسطے آپ ہم سے زیادہ اہم ہے" اس نے پراسرار طور پر کہا۔

میں نے جواب میں کچھ نہ کہا، گڑیا کے ٹوٹے ہوئے جسم کو میں نے کاٹ کر کھول ڈالا جیسا کہ میرا خیال تھا۔ یہ تار کے ڈھانچہ پر بنایا گیا تھا۔ اس ڈھانچہ کے اوپر جس چیز کا خول چڑھایا گیا تھا جب میں نے اس کو کاٹا تو دیکھا کہ ڈھانچہ ایک ہی تار یا دھات کے ایک ہی ٹکڑے سے تیار کیا گیا تھا اور جس چالاکی سے گڑیا کے بالائی جسم کی تشکیل کی گئی تھی۔ اسی چالاکی سے تار کو موڑ کر انسانی ڈھانچے کا خاکہ بنایا گیا تھا!

جسم کی ساخت میں انسانی جسم کی ہو بہو نقل تو نہیں ہو سکتی تھی پھر بھی کافی حیرتناک مناسبت و مشابہت سے کام لیا گیا تھا جسم میں ہڈیوں کے جوڑ نہ تھے اور نہ اعصاب۔ لیکن گڑیا کو جس شے سے تیار کیا گیا تھا وہ حیرت ناک حد تک نرم تھی...... چھوٹے چھوٹے ہاتھ آسانی سے مڑ جاتے تھے...... بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میں کسی زندہ جسم کی چیر پھاڑ کر رہا ہوں...... اور...... بڑی دہشت سی محسوس ہوتی تھی۔

میں نے کٹے ہوئے سر کی طرف نظر ڈالی۔

گل خاں اس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نظر جما کر دیکھ رہا تھا اور خود اس

کی آنکھیں گڑیا کی آنکھوں کے سیاہ چمکدار شیشوں سے چند انچ سے زیادہ دور نہ تھیں اس کے ہاتھ سختی سے میز کے کنارے پر جمے ہوئے تھے اور میں نے دیکھا کہ ہاتھوں پر ایک ایسا تناؤ اور کشیدگی کی کیفیت تھی۔ جیسے گل خاں خود کو دور ہٹانے کی ایک شدید کوشش کر رہا ہو۔

جب اس نے گڑیا کے سر کو میز پر ڈالا تھا تو یہ سر لڑھک کر گرہ دار فیتے کے پاس رک گیا تھا...... لیکن اب وہ فیتہ گڑیا کی کٹی ہوئی گردن اور پیشانی کے گرد اس طرح لپٹا ہوا تھا جیسے وہ ایک سانپ ہو!

اور صاف طور پر میں نے دیکھا کہ گل خاں کا چہرہ گڑیا کی طرف قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ...... اور قریب اور قریب...... گڑیا کے ننھے سے چہرے کی طرف...... جیسے گل خاں کا چہرہ اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا۔ گڑیا کے چہرے میں ایک زندہ شیطان مسکراتا نظر آتا تھا...... اور...... گل خاں کا چہرہ خوف و نفرت کا سمندر تھا!

"گل خاں" میں نے چلا کر کہا۔ اور اپنا ہاتھ اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ کر اس کا سر جھٹکے سے نیچے ہٹا دیا جب میں نے ایسا کیا تو مجھے قطعی ایسا محسوس ہوا کہ گڑیا کی آنکھیں میری طرف گھوم کر دیکھنے لگیں اور اس کے ہونٹوں پر پیچ و خم پیدا ہو گئے۔

گل خاں لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔ ایک ساعت کے لیے اس نے میری طرف دیکھا اور اس کے بعد کود کر میز کے پاس پہنچ گیا اس نے گڑیا کا سر اٹھایا اور اسے پوری قوت سے فرش پر پٹک دیا اور اس کے بعد اس کے اوپر بار بار اس طرح پاؤں رکھ کر دباتا رہا جیسے وہ کسی زہریلی مکڑی کو کچل کر مار ڈالنا چاہتا ہو۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ سر ایک بے شکل لوتھڑا سا بن کر رہ گیا انسانی شباہت وغیرہ اس میں سے بالکل ختم ہو گئی...... لیکن اس کے اندر وہ دو سیاہ شیشے جو کہ پتلے کی آنکھیں تھیں اور اب تک چمک رہی تھیں اور جادوگرنی کے ہار کا گرہ دار فیتہ اب تک اس میں لپٹا ہوا تھا۔

"خدا کی پناہ! گل خاں یہ تو...... یہ تو ہم کو اپنی سمت کھینچ رہا تھا......

اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ایک سگریٹ سلگائی اور دیا سلائی کی تیلی کو پھینک دیا۔

یہ تیلی اس چیز پر گر پڑی جو کبھی پتلے کا سر تھا۔

فوراً ہی ایک تیز چمک نمودار ہوئی...... ایک خوف ناک سسکیوں کی آواز...... اور ایک شدید گرمی کی لہر...... جس جگہ کچلا ہوا سر پڑا تھا۔ اب وہاں صرف فرش پر ایک جھلسا ہوا نشان باقی تھا...... اس کے اندر وہ سیاہ شیشے پڑے تھے جو کہ پتلے کی آنکھیں رہ چکے تھے بے نور اور تاریک...... گرہ دار فیتہ غائب ہو چکا تھا۔



اور پتلے کا جسم بھی غائب تھا۔ میز کے اوپر سیاہ موم جیسے رقیق مادے کی ایک بدبودار مقدار نظر آتی تھی جس میں تار کے ڈھانچے کی پسلیاں ابھری ہوئی تھیں!

ملحقہ کمرے کا ٹیلی فون گونج اٹھا۔ ایک مشین کی طرح میں نے آلہ کو اٹھا لیا۔

"ہاں" میں نے کہا۔ "کیا بات ہے؟"

"مسٹر جلال حضور!...... بے ہوشی دور ہو گئی ہے۔ اب وہ بیدار ہیں۔"

میں گل خاں کی طرف متوجہ ہوا۔

"جلال کو ہوش آ گیا ہے!" میں نے کہا۔

اس نے میرے شانوں کو پکڑ لیا۔ اس کے بعد ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے چہرے پر ایک دہشت کا رنگ تھا۔

"اچھا؟" وہ زیر لب بولا۔ "ہاں بالکل درست ہے!...... ہار کی گرہیں جل گئیں تو سردار کو ہوش آ گیا۔ اب وہ جادو سے آزاد ہو گیا ہے اب تو ہمیں اور آپ کو اپنی حفاظت کرنا ہے!"

میں گل خاں کو جلال کی چارپائی کے پاس لے گیا۔ میرے خیال میں گل خاں کے خلوص و صداقت کے متعلق جو کچھ شکوک میرے دل میں تھے ان کو پرکھنے کا سب سے بہتر طریقہ یہی تھا کہ اس کو اس کے سردار کے سامنے لے جایا جائے کیونکہ اگرچہ یہ واقعات جن کا تذکرہ میں نے کیا ہے کچھ عجیب طلسمی قسم کے ضرور معلوم ہوتے تھے لیکن یہ ممکن تھا کہ ان میں ہر ایک واقعہ اس سوچے سمجھے مجرمانہ منصوبے کا ہی حصہ ہو جس کا الزام میں نے گل خاں پر لگایا تھا۔ گڑیا کا سر کاٹ لینا ایک قسم کی ڈرامائی حرکت ہو سکتی تھی جس کا مقصد میری قوت تخیل کو متاثر کرنا ہو۔ یہ گل خاں ہی تھا جس نے میری توجہ کو گرہ

دار فیتے کی شیطانی شہرت کی طرف مبذول کرایا تھا۔ یہ گل خاں ہی تھا جس نے گڑیا میں پوشیدہ اس لمبے فولادی پن کو دریافت کیا تھا۔ کٹے ہوئے سر کی طرف اسے جو طلسمی کشش کھینچ رہی تھی۔ وہ ممکن ہے محض ایک اداکاری اور جھوٹ ہو اور جلتی ہوئی دیا سلائی کو پھینکنا ایک دانستہ حرکت ہو جس کا مقصد گڑیا کو نیست و نابود کر کے جرم کی شہادت و ثبوت کو مٹا دینا ہو۔ مجھے محسوس نہ ہوتا تھا کہ اس سلسلہ میں خود اپنے رد عمل کو میں کوئی اہمیت دے سکتا ہوں۔

لیکن گل خاں کو اس قدر ماہر اداکار اس قدر مکار جعلساز سمجھنا بہت دشوار تھا مگر نہیں...... ہو سکتا ہے کہ وہ کسی اور انسانی دماغ کی دی ہوئی ہدایت پر عمل کر رہا ہو۔ اور وہ انسانی دماغ اس قسم کی شاطرانہ باریکیوں کی اہلیت رکھتا ہو۔ بایں ہمہ میں چاہتا تھا کہ گل خاں پر اعتماد کر سکوں۔ میں خواہش کر رہا تھا کہ وہ اس آزمائش میں کامیاب ثابت ہو۔

لیکن اس آزمائش کی قسمت میں ناکامی لکھی ہوئی تھی۔ جلال پوری طرح ہوش و حواس میں تھا...... پوری طرح بیدار...... اور اس کا دماغ غالباً اس قدر مستعد اور صحت مند تھا جس قدر کہ پہلے رہتا تھا۔ لیکن دماغی احکامات کی آمدورفت کا سلسلہ ابھی تک منقطع تھا۔ اس کا دماغ آزاد ہو چکا تھا مگر جسم نہیں جسمانی عمل کی اہلیت ابھی مفلوج تھی ان غیر شعوری وغیر ارادی حرکات کے علاوہ جو کہ زندگی کے قیام کے لیے ضروری ہیں اس کے جسم میں کوئی بھی عضلاتی حرکت ممکن نہ تھی۔ وہ بول نہ سکتا تھا۔ اس کی آنکھیں میری طرف دیکھ رہی تھیں...... روشن اور ذہانت سے لبریز...... لیکن اس کے چہرے پر جذبات کا کوئی بھی اثر نہ تھا یہی نہ بدلنے والی نظر گل خاں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

گل خاں نے زیر لب پوچھا...... "کیا سردار سن سکتا ہے!"

"میرے خیال میں سن تو سکتا ہے مگر ہمیں بتانے کے لیے اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں۔"

گل خاں چارپائی کے قریب دوزانو ہو گیا اور جلال کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے اور پھر وہ صاف آواز میں بولا...... "سب کچھ ٹھیک ہے سردار! ہم سب اس کام پر لگے ہوئے ہیں۔"

یہ الفاظ اور یہ طرز عمل ایک مجرم انسان کا سا نہیں تھا...... لیکن میں اس کو یہ بھی تو بتا چکا تھا کہ جلال بول نہیں سکتا بہر حال میں نے جلال سے کہا۔

"تم شاندار و کامیاب طریقہ پر افاقہ حاصل کر رہے ہو۔ تو کیا تمہیں ایک زبردست جذباتی صدمہ پہنچا تھا اور میں اس کے سبب کو معلوم کر چکا ہوں میں چاہتا ہوں کہ ادھ



ادھر حرکت کرنے کے بجائے تم ایک دن تک اسی حال میں رہو۔ میں ایک مکمل طبی سبب و مصلحت کی بنا پر ایسا کہہ رہا ہوں اپنے دماغ کو کسی پریشانی اور کسی الجھن میں مبتلا نہ کرو۔ کسی بھی ناگوار شے پر غور و فکر نہ کرو۔ اپنے دماغ کو راحت لینے دو میں تمہیں ایک ہلکی سی خواب آور دوا دینے والا ہوں۔ اس کے اثرات کے خلاف جنگ نہ کرنا۔ خود کو نیند میں ڈوبنے دینا۔"

میں نے خواب آور انجکشن لگایا اور اس کے فوری تیز اثر کو دیکھ کر مطمئن ہو گیا۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ جلال سن سکتا تھا۔

گل خاں کے ساتھ میں اپنے دارالمطالعہ میں واپس آ گیا۔ کوئی بھی نہ بتا سکتا تھا کہ جلال پر کب تک یہ سکتہ کی حالت طاری رہے گی۔ ممکن تھا کہ وہ ایک گھنٹہ میں ہی پوری طرح صحت یاب ہو کر بیدار ہو جائے یا یہی کیفیت اس پر کئی دن تک اپنی گرفت قائم رکھے۔ اس اثناء میں مجھے خواہش تھی کہ تین باتوں کی طرف سے اطمینان کر لینا ضروری محسوس ہوتا تھا۔ اول یہ کہ جلال نے جس جگہ سے گڑیا حاصل کی تھی۔ اس پر پوری نگرانی رکھی جا رہی ہے یا نہیں۔ دوئم یہ کہ گل خاں نے دوکان کے اندر جن دو عورتوں کو دیکھا تھا ان کے متعلق ہر ممکن تفصیل معلوم کی جائے اور سوئم یہ کہ وہ کیا چیز تھی جس نے جلال کو اس دکان پر جانے کے لئے مجبور کیا تھا۔ کم از کم فی الحال میں نے دوکان میں ہونے والے واقعات کی کہانی کو جو گل خاں نے سنائی تھی۔ ایک حقیقت تسلیم کر لیا تھا اسی کے ساتھ ساتھ میں گل خاں کو اب آئندہ انتہائی مجبوری و ضروری موقعوں کے علاوہ کسی اور بات میں اپنا راز دار نہ بنانا چاہتا تھا۔

"گل خاں" میں نے کہا۔ "ہم نے کل رات جو فیصلہ کیا تھا کیا اس کے مطابق تم نے ان گڑیوں کی دوکان کو مسلسل نگرانی میں رکھنے کا انتظام کر دیا ہے؟"

"بالکل!...... ہمارے علم کے بغیر وہاں ایک مکھی بھی پر نہیں مار سکتا۔"

"کوئی اطلاع ملی تم کو وہاں سے؟"

"آج رات ہمارے آدمی اس دکان کو آہنی حلقہ میں لیے ہوئے تھے۔ دکان کا اگلا حصہ قطعی تاریک تھا اس کی پشت پر ایک عمارت ہے اور دکان کے عقبی حصے اور اس عمارت کے درمیان کچھ کھلا ہوا جگہ ہے۔ وہاں ایک دریچہ ہے جس پر بھاری چوبی پردہ تھا لیکن اس کے نیچے سے روشنی کا ایک لکیر سا نظر آتا تھا دو بجے کے قریب وہ سفید لڑکی چوروں کے موافق وہاں آیا اور اندر چلا گیا۔ پشت پر ہمارے آدمیوں نے بڑے زور کے غصہ کا آواز سنا اور بعد میں روشنی گل کر دیا گیا۔ آج صبح لڑکی نے دکان کھولا کچھ دیر بعد دیو نما عورت بھی وہاں آ گیا۔"

ان کا پورا نگرانی ہو رہا ہے۔"

"تم نے ان دونوں کی بابت کیا معلوم کیا؟"۔

"دیو نما عورت خود کو رانی کہتا ہے۔ وہ لڑکی اس کا بھتیجی ہے ایسا ہی کہتی ہے وہ...... یہ دونوں وہاں ہفت یا ہشت ماہ پیشتر آیا تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں کہ کہاں سے آیا...... رانی اپنا مکان وغیرہ کا کرایہ پابندی سے ادا کرتا ہے۔ عظیم دولت کا مالک معلوم ہوتا ہے بھتیجی بازار کا سب کام کرتا ہے۔ سن رسیدہ دیو نما عورت کبھی باہر نہیں جاتا۔ دست پناہ کے موافق یہ دونوں ایک ساتھ رہتا ہے کسی سے ملتا نہیں۔ ہمسایہ لوگ سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ دیو نما عورت کی دکان میں کچھ خاص قسم کے خریدار آتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے خریدار دولت مند نظر آتا ہے بظاہر یہ عورت دو قسم کا کاروبار کرتا ہے...... ایک تو عام قسم کا گڑیا وغیرہ فروخت کرتا ہے اور ایک خاص قسم کا گڑیا جس کے بنانے میں لوگ کہتے ہیں یہ عورت حیرتناک ماہر ہے۔ ہمسایہ لوگ ان دونوں عورت کو ذرا بھی پسند نہیں کرتا۔ کچھ لوگ کہتا ہے یہ عورت نشہ کا کاروبار کرتا...... بس ابھی تک ہم اتنا ہی معلوم کر سکا ہے۔"

"خاص قسم کی گڑیاں؟...... دولت مند لوگ؟"۔

"دولت مند لوگ...... رجنی دیوی اور مہاجن سہراب بھائی کی طرح!......"۔

"عام گڑیاں...... رام پنڈت اور محمود خاں جیسے لوگوں کے لیے؟...... لیکن یہ گڑیاں "خاص قسم" کی بھی ہو سکتی ہیں۔ گل خاں ان کی خصوصیت سے واقف نہ ہو گا۔

"وہاں ایک تو وہ دوکان ہے" گل خاں بولا "اور اس کے پشت پر دو تین کمرہ ہے۔ اوپر منزل پر ایک وسیع کمرہ ہے گودام کے موافق...... یہ پورا عمارت ان کے پاس کرایہ پر ہے...... دیو نما عورت اور وہ لڑکی ان کمروں میں رہتا ہے جو دکان کے پیچھے ہے۔"

"بہت اچھا کام کیا ہے تم نے" میں نے تعریف کی اور پھر قدرے پس و پیش کے بعد بولا...... "گل خاں! کیا تمہیں اس گڑیا کو دیکھ کر کسی شخص کا خیال آیا تھا؟"۔

اس نے غور سے میرا جائزہ لیا۔

"یہ بات آپ بتائیے...... ہم کو۔"

"میرا تو یہ خیال ہے کہ وہ گڑیا مکرجی سے مشابہت رکھتی تھی"

"خیال ہے...... صرف خیال؟ وہ چلایا صرف مشابہت؟" نہیں بابا!...... وہ تو بالکل ایک دوسرا مکرجی معلوم ہوتا تھا!"

"تم نے اس کے بارے میں مجھ سے پہلے نہیں کہا...... کیوں؟۔" میں نے مشکوک



ہو کر پوچھا۔

"لعنت ہو ہم پر" وہ بولا۔ "ہم جانتا تھا کہ آپ نے یہ بات دیکھ لیا ہے ہم نے سوچا کہ آپ شیر سنگھ کی وجہ سے خاموش ہے ہم نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد آپ نے ہم کو ایسا پریشان رکھا کہ ہم کو موقع ہی نہ ملا۔"

"یہ لازمی ہے کہ وہ گڑیا جس نے بھی بنائی تھی وہ مکرجی کو اچھی طرح جانتا تھا" میں بولا "جس طرح لوگ اپنی تصویر یا مجسمہ بنوانے کے لئے مصور یا سنگ تراش کے سامنے بیٹھتے ہیں اسی طرح مکرجی یہ گڑیا بنوانے کے لئے ضرور بیٹھا ہو گا سوال یہ ہے کہ مکرجی نے ایسا کیوں کیا؟...... اور یہ کام اس نے کب کیا؟...... مکرجی جیسے آدمی کو یہ خواہش کیوں ہوئی کہ اپنی شکل کی ایک گڑیا بنوائے؟۔"

"آپ ہمیں صرف یہ اجازت دے دے کہ دیو نما عورت کو کچھ دیر کے لئے مرمت کر دے...... اس کے بعد ہم سب بتا دے گا۔" گل خاں نے ایک خوفناک ارادے کے ساتھ جواب دیا۔

"نہیں میں نے انکاریہ طور پر سر ہلا کر کہا "جب تک جلال بولنے کے قابل نہ ہو ایسی کوئی بات کرنا مناسب نہیں لیکن یہ ہو سکتا ہے کہ اس معاملے پر کسی اور طریقہ پر کچھ روشنی پڑ سکے جلال اس دوکان پر گیا تھا تو اس کے جانے کا کوئی مقصد ضرور تھا میں جانتا ہوں وہ مقصد کیا تھا لیکن یہ معلوم نہیں کہ اس دوکان کی طرف جلال کی توجہ کو کس شخص یا کس چیز نے مبذول کیا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مکرجی کی بہن سے کچھ معلومات حاصل کرنے کے بعد ہی جلال کی توجہ اس دوکان کی سمت مبذول ہوئی کیا مکرجی کی بہن سے تمہاری واقفیت ایسی ہے کہ اس سے جا کر ملاقات کر سکو اور یہ معلوم کر سکو کہ گذشتہ دن اس نے جلال کو کیا باتیں بتلائی تھیں؟...... لیکن ضرورت یہ ہے کہ یہ بات ہوشیاری کے ساتھ ادھر ادھر کی باتوں میں معلوم کی جائے اور جلال کی بیماری کا کوئی حال نہ بتلایا جائے"

گل خان نے صاف جواب دیا...... جی نہیں...... اگر آپ ہم کو کوئی اچھا طریقہ نہ بتلائے تو یہ کام ہمارے بس کا نہیں ہے بابا!...... آشا کوئی احمق عورت نہیں ہے"

"اچھا تو سنو...... معلوم نہیں جلال نے تم کو بتلایا یا نہیں بہر حال تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ روپ کماری مر چکی ہے ہمارا خیال ہے کہ روپ کماری اور مکرجی کی موت کے درمیان کوئی تعلق موجود ہے ہمارا یہ بھی خیال ہے کہ ان دونوں کی موت کے اس باہمی تعلق کا اس محبت سے کوئی واسطہ نہیں جو روپ کماری اور مکرجی دونوں کو آشا کے بچے سے

تھی۔ روپ کماری کی موت بالکل اس طرح ہوئی جیسے مکرجی کی"

گل خاں بول اٹھا"............ آپ کا مطلب ہے کہ ..............

"ہاں ہاں............ ایک سبب کی بنا پر ہمارا یہ خیال تھا کہ ان دونوں کو یہ ............ یہ بیماری ایک ہی جگہ سے لگی تھی جلال کا خیال تھا کہ شاید آشا کو کوئی ایسی بات معلوم ہو جس سے اس جگہ کا پتہ لگایا جا سکے ............ وہ جگہ جہاں روپکماری اور مکرجی دونوں گئے ہوں ............ خواہ ایک ساتھ یا علیحدہ اور مختلف اوقات میں ............ اور اس طرح ایک ہی قسم کی ............ بیماری کے اثرات کا شکار ہوئے ہوں ہو سکتا ہے کہ یہ بیماری کسی دشمن نے ان کو ارادی طور پر لگا دی ہو............ یہ ظاہر ہے کہ جلال کو آشا سے جو کچھ معلوم ہوا' اسی کی بنا پر وہ رانی کی دکان پر گیا تھا لیکن سنو ............ ایک بات اس میں ذرا بیڈھب ہے اگر جلال نے آشا کو بتا نہیں دیا ہے تو آشا کو اب تک یہ معلوم نہیں کہ اس کا بھائی مکرجی مر چکا ہے"

"ٹھیک ہے۔" گل خاں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ سردار نے اس کے بارے، میں حکم نہیں دیا تھا۔"

"اگر جلال نے نہیں کہا تو تم کو بھی نہ کہنا چاہیے۔"

"آپ بہت کچھ چھپا رہا ہے ڈاکٹر صاحب ؟" وہ جانے کے لئے کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

"ہاں میں نے صاف کہا۔ لیکن میں نے تم کو کافی بتا دیا ہے۔"

"اچھا ؟............ خیر ............ جانے دو۔" وہ بولا۔ "بہر حال اگر سردار نے مکرجی کی موت کی خبر آشا کو سنا دی ہے تو ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا۔ ایسا ہوا تو گفتار آسانی سے ہو سکے گا۔ اگر ایسا نہیں تو ............ دیکھا جائے گا۔ ہم آشا سے بات کرنے کے بعد آپ کو بتائے گا ............ خدا حافظ۔"

اس تضحیکی سلام وداعی کے ساتھ وہ رخصت ہو گیا۔ میز پر گڑیا کے جو آثار باقی رہ گئے تھے۔ میں نے ان کا مطالعہ شروع کیا۔ بدبودار رقیق مادہ اب سخت ہو گیا تھا۔ سخت ہونے میں اس نے ایک چپٹے انسانی جسم کی شکل اختیار کر لی تھی۔ ایک عجیب ناگوار سی ہیئت تھی اس کی ننھی ننھی پسلیاں اور ریڑھ کا ٹوٹا ہوا تار اس کے اوپر چمک رہا تھا اس سامان کو تجربہ کے لئے جمع کر لینے میں میری طبیعت کو جو پس و پیش سا تھا میں اس پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسی وقت کمار اندر داخل ہوا میرا ذہن جلال کی بیداری اور دیگر واقعات کے خیال میں اس قدر مشغول تھا کہ کچھ دیر بعد یہ محسوس کر سکا کہ کمار زرد رو اور سنجیدہ تھا گل



خاں کے متعلق اپنے شبہات کو بیان کرتے کرتے میں اچانک رک گیا۔ اور کمار سے پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔

"آج صبح میں بیدار ہوا تو میرے دماغ میں شیلا کا خیال گردش کر رہا تھا۔" وہ بولا۔ "اس کی آنکھوں میں پہلے ۴ مرتبہ پھر ایک مرتبہ اور پھر سات مرتبہ حرکت ہوئی تھی۔" اگر یہ ۴۔ ا۔ ۷ کے ہندسے سے کوئی مخفی اشارہ تھا۔ تو میں جانتا تھا کہ اس اشارہ کا مفہوم "تاجو" ہرگز نہیں ہو سکتا۔ حروف تہجی کے لحاظ سے چوتھا حرف "ت" پہلا حرف "الف" اور ساتواں حرف "ج" بنتا ہے اس طرح لفظ تاج بن جاتا ہے۔ اس سے ہم نے خیال کیا تھا کہ یہ اشارہ ناممکن تھا۔ اور نرس شیلا مکمل طور پر "تاجو" کہنا چاہتی تھی۔ لفظ تاج پر غور کرتے کرتے اچانک میرے ذہن میں ایک اور خیال پیدا ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک میں آج "تاج" نام کی تین ہی چیزیں مشہور ہیں۔ تاج محل۔ تاج محل ہوٹل اور تاج مارکہ کاغذ وغیرہ۔ اس کمپنی کی بنائی ہوئی ایک ڈائری خود میرے میز پر موجود ہے۔ اس پر ایک سنہرا تاج بنا ہوا ہے مجھے یاد آیا کہ نرس شیلا نے ایک بار اسے دیکھ کر بہت پسند کیا تھا۔ معاً میں نے سوچا کہ کیا شیلا اپنی آنکھوں کے ذریعے مجھے اسی تاج ڈائری کا خیال لا رہی تھی ؟ مگر میری اس ڈائری کو یاد دلانے سے اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے ؟ اور اسی وقت ایک خیال نے مجھے چونکا دیا۔ کہ خود شیلا کے پاس اس کی اپنی کوئی ڈائری اسی قسم کی موجود تھی جس کی طرف وہ مجھے متوجہ کرنا چاہتی ؟ یہ خیال مستقل طور پر میرے دماغ کا تعاقب کرتا رہا۔ جب مجھے موقع ملا میں نے نرس کامنی کو ساتھ لیا اور اس کے کمرے میں پہنچا ہم نے تلاش کیا تو ہمیں نرس شیلا کی ایک ڈائری مل گئی ............ وہ ڈائری یہ ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے ایک سرخ جلد کی خوب صورت ڈائری جس پر سنہرا تاج بنا ہوا تھا میرے حوالہ کی اور بولا :۔ میں اس کا مطالعہ کر چکا ہوں۔"

میں نے ڈائری کو کھولا۔ اس کے کچھ اجزاء جن کا تعلق موجودہ معاملے سے ہے حسب ذیل ہیں :۔

۳ نومبر ...... آج ایک عجیب قسم کا تجربہ ہوا۔ بسنت پارک کے قریب حوض میں چند نئی قسم کی مچھلیاں رکھی گئی ہیں۔ ان کو دیکھنے کے لیے میں وہاں گئی تھی۔ وہاں کوئی ایک گھنٹہ صرف ہوا۔ اس کے بعد پرانی سڑکوں کی دکانوں کی طرف گھومتی رہی۔ خیال تھا کہ کوئی چیز اچھی مل جائے تو تاجو کے واسطے گھر لے جاؤں پہلو کی ایک سڑک پر ایک چھوٹی سی انتہائی عجیب دوکان نظر پڑی ...... بڑی عجیب وغریب اور قدیم وضع کی دوکان ...... اس کی ٹرن میں چند انتہائی خوب صورت گڑیوں اور پتلیوں کے کپڑے نظر آئے ایسی چیزیں آج

تک میری نظر سے نہ گزری تھیں۔ میں کھڑی ہو کر ان کو دیکھنے لگی اور کھڑکی میں سے دوکان کے اندر جھانکتی رہی۔ دوکان میں ایک لڑکی موجود تھی۔ اس کی پشت میری طرف تھی۔ اچانک وہ گھومی اور میری طرف دیکھا اس کو دیکھ کر مجھے بڑا شدید حیرت کا جھٹکا سا لگا۔ اس کا چہرہ بالکل سفید تھا...... کوئی بھی رنگ اس پر نظر نہ آتا تھا......اور اس کی آنکھیں کشادہ تھیں دل میں گڑ جانے والی مگر خوفزدہ قسم کی آنکھیں...... سر پر کافی بڑے بال تھے...... زردی مائل سیاہ...... اور سب کے سب اس کے سر پر ایک جوڑے کی شکل میں بندھے ہوئے تھے۔ اس سے زیادہ عجیب شکل وصورت کی لڑکی میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پورے ایک منٹ تک نظر جما کر وہ مجھے دیکھتی رہی اور میں اس کو......اس کے بعد اس نے نفی کے انداز میں زور زور سے اپنا سر ہلایا اور اپنا ہاتھ ہلا ہلا کر مجھے اشارہ کیا کہ میں وہاں سے چلی جاؤں میں اس قدر حیرت زدہ تھی کہ اپنی آنکھوں پر بمشکل ہی یقین کر سکی۔ یہ دریافت کرنے کے لیے کہ معاملہ کیا ہے۔ میں اندر جانے والی ہی تھی کہ نظر اپنی گھڑی پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ اسپتال پہنچنے کا وقت بالکل قریب تھا۔ میں نے پھر دوکان کے اندر نظر ڈالی تو دیکھا کہ پشت کی طرف ایک دروازہ آہستہ آہستہ کھل رہا تھا۔ لڑکی نے ایک آخری اور نمایاں طور پر مایوس اشارہ میری طرف کیا۔ اس اشارے میں کوئی ایسا اثر تھا کہ اچانک جی چاہا میں وہاں سے بھاگ جاؤں لیکن میں نے ایسا نہ کیا۔ البتہ میں وہاں سے ٹہلتی ہوئی چلی آئی۔ اس چیز نے آج دن بھر مجھے چکر میں ڈالے رکھا ہے خواہش تجسس کے ساتھ ساتھ مجھے تھوڑا سا غصہ بھی ہے۔ گڑیاں اور ان کے کپڑے بہت خوب صورت ہیں۔ ایک خریدار کی حیثیت سے میرے اندر کیا خرابی ہے آخر؟...... یہ بات مجھے ضرور معلوم کرنی ہے۔

۵ نومبر...... آج سہ پہر میں گڑیوں کی دکان پر پھر گئی تھی راز اور گہرا ہو رہا ہے لیکن سوچتی ہوں کہ یہ راز واز کچھ نہیں۔ مرے خیال میں یہ بے چاری لڑکی کچھ دیوانی ہے آج میں کھڑکی میں دیکھنے کے لیے نہیں رکی بلکہ سیدھی اندر پہنچ گئی۔ سفید لڑکی پشت کی طرف کھڑی ہوئی تھی جب اس نے مجھ کو دیکھا تو اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ خوف زدہ نظر آتی تھیں اور میں نے دیکھا وہ کانپ رہی تھی میں اس کے نزدیک پہنچی تو اس نے دبی آواز میں کہا۔ "تم پھر کیوں آگئیں؟ میں نے تو تم سے جانے کے لیے کہا تھا!"...... میں ہنس پڑی......بے اختیار......اور کہا۔ "آج تک مجھے تم جیسا عجیب دوکاندار نظر نہیں آیا۔ کیا تم یہ نہیں چاہتیں کہ لوگ تمہارا سامان خریدیں! اس نے دھیمی آواز میں عجلت سے کہا۔ " اب وقت ہاتھ سے نکل چکا ہے! اب تم نہیں جاسکتیں!...... لیکن دیکھو کوئی چیز چھونا نہیں! ......وہ عورت تمہیں جو چیز دے اس کو ہرگز نہ چھونا...... جس چیز کی طرف اشارہ کرے اس



کو بھی ہرگز نہ چھونا"...... اور اس کے بعد اس لڑکی نے ایک انتہائی روزمرہ کے لہجے میں صاف صاف کہا۔ " فرمایئے کیا چیز دکھلاؤں میں آپ کو؟ ہماری دکان میں گڑیوں کے متعلق سب سامان موجود ہے۔" طرز گفتگو کی یہ تبدیلی اس قدر اچانک ہوئی کہ میں چونک پڑی۔ اسی وقت میں نے دیکھا کہ دوکان کے عقب میں ایک دروازہ کھل گیا تھا..........وہی دروازہ جس کو میں نے پہلے موقع پر کھلتے ہوئے دیکھا تھا.........اب اس دروازے میں ایک عورت کھڑی ہوئی مجھے دیکھ رہی تھی۔

حیرت سے منہ کھولے میں اسے دیکھتی رہی.......... نہ جانے کب تک...... صحیح معنی میں وہ ایک غیر معمولی عورت تھی اس کا قد و قامت چھ فیٹ ضرور تھا......اس کا سینہ وزنی اور جسم بھاری بھر کم تھا۔ وہ موٹی نہ تھی.......... طاقت ور تھی............اس کا چہرہ لمبا ہے اور جلد کا رنگ شربتی ہے لبوں کے اوپر مونچھیں نمایاں ہیں۔ اور سر پر لوہے کی طرح سیاہ بال ہیں مجھے سکتہ میں ڈال دینے والی چیز اس کی آنکھیں تھیں یہ آنکھیں بے انتہا بڑی ہیں۔

سیاہ اور آگ سے لبریز..........وہ یقیناً ایک زبردست قوت کی عورت ہے یا شاید ایسا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس وہ لڑکی تھی جو بالکل اس کی ضد تھی..........بالکل زندگی سے خالی........ مگر نہیں مجھے یقین ہے کہ یہ عورت ایک انتہائی غیر معمولی طاقت کی مالک ہے۔ مجھے بے اختیار وہ پرانی کہانی یاد آگئی جس میں ایک بھیڑیا ایک معمولی لڑکی کی دادی اماں کا بھیس بدل کر گھر میں آبیٹھا تھا بچی نے اس کی آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا تھا.......... کس قدر بڑی بڑی ہیں تمہاری آنکھیں دادی اماں؟...... بھیڑیئے نے جواب دیا ہاں بیٹا! صرف اس لئے کہ میں تمہیں زیادہ اچھی طرح دیکھ سکوں.......... بچی نے کہا تھا "اور کس قدر بڑے بڑے ہیں تمہارے دانت دادی اماں.......... اس پر بھیڑیا بولا ہاں بیٹا صرف اس لئے کہ تمہیں زیادہ اچھی طرح کھا سکوں؟

کس قدر لغو تھا یہ خیال........بالکل احمقانہ! لیکن مجھے یقین نہیں کہ یہ خیال سب کا سب لغو تھا اس عورت کے دانت واقعی بڑے.......... اور مضبوط اور زرد ہیں میں نے اس سے مخاطب ہو کر ایک اُحمقانہ سوال کیا.......... آپ کے مزاج کیسے ہیں؟ وہ مسکرائی اور اپنے ہاتھ سے مجھے چھوا اور میرے جسم میں ایک عجیب سنسنی دوڑ گئی اس کے ہاتھ انتہائی حسین ہیں میں نے آج تک اس قدر خوبصورت ہاتھ نہیں دیکھے.......... وہ تو اس درجہ حسین ہیں کہ غیر انسانی ہو گئے ہیں.......... لمبے لمبے ہاتھ "متناسب خوب سورت انگلیوں والے بیحد سفید ہاتھ!! بالکل اسی طرح کے خوبصورت ہاتھ جیسے میں نے یک

دیوانے مصور کی تصویر میں بد صورت عورتوں کے دیکھے تھے شاید میری زبردست حیرت کا سبب بھی یہی تھا یہ ہاتھ اس عورت کے بھاری بھر کم اور بھدے جسم کی ملکیت معلوم ہی نہیں ہوتے لیکن یہی حال اس کی آنکھوں کا بھی ہے۔ ہاتھ اور آنکھیں مناسبت کے ہیں ..........ہاں بالکل!

وہ عورت مسکرائی اور بولی..........تم خوبصورت چیزدں سے محبت کرتی ہو......اس کی آواز اس کے ہاتھوں اور آنکھوں سے ہی مناسبت رکھتی ہے..........ایک گہری شیریں روشن آواز!..........وہ میرے جسم میں کسی ساز کے نغمے کی طرح اترتی محسوس ہوئی میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ دہ بولی..........تب تو میں تمہیں یہ چیزیں ضرور دکھاؤں گی میری عزیزہ..........آؤ" اس نے لڑکی کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ وہ دروازے کی طرف مڑی اور میں اس کے پیچھے چل دی۔ دروازے میں سے گزرتے وقت میں نے مڑ کر لڑکی پر نظر ڈالی وہ پیشتر سے بھی کہیں زیادہ دہشت زدہ نظر آتی تھی اور بالکل نمایاں طور پر میں نے اس کے ہونٹوں کو ایسی شکل اختیار کرتے ہوئے دیکھا جیسے کہہ رہے ہوں..........یاد رکھنا!"۔

یہ عورت مجھے جس کمرے میں لے گئی وہ..........مگر میں اسے بیان نہیں کر سکتی یہ کمرہ بالکل اس کی آنکھوں۔ ہاتھوں اور آواز کے مانند تھا۔ جب میں اس کمرے میں داخل ہوئی تو مجھے یہ عجیب احساس ہوا کہ اب میں کلکتہ میں نہیں ہوں..........ہندوستان میں بھی نہیں بلکہ یوں کہیے کہ اس زمین کے اوپر کسی جگہ بھی نہیں!!..........ایسا محسوس ہوتا تھا کہ اگر کائنات میں کسی جگہ کا وجود ہو سکتا تو وہ یہی کمرہ ہے۔ بڑا خوفناک تھا یہ احساس!..........دکان کی وسعت کو دیکھتے ہوئے یہ کمرہ طول و عرض میں جس قدر ممکن ہو سکتا تھا اس سے زیادہ بڑا نہ تھا۔ شاید وہ روشنی کی وجہ سے ایسا معلوم ہوتا تھا یہ روشنی ایک نرم و پر سکون شام کی سی روشنی تھی..........کمرے میں ہر طرف یہاں تک کہ چھت تک پر خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے ہیں اس میں ایک آتش دان ہے اور اس کے اندر آگ جل رہی تھی۔ کمرہ غیر معمولی طور پر گرم تھا۔ لیکن گرمی پریشان کن یا ناخوشگوار نہ تھی ہر طرف ایک ہلکی سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی جو غالباً جلتی ہوئی لکڑی کی تھی۔ فرنیچر بھی قدیم اور نفیس ہے لیکن نامانوس قسم کا......دیواروں پر کچھ منقش پردے بھی ہیں جو نمایاں طور پر قدیم معلوم ہوتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے مگر در حقیقت مجھے یہ یاد کرنا دشوار محسوس ہو رہا ہے کہ اس کمرے میں کیا کیا چیز موجود ہے ذہن میں اگر کوئی صاف طور پر موجود ہے تو صرف یہ کہ کمرے میں ایک مانوس قسم کا حسن پایا جاتا ہے۔ ایک بڑی سی میز مجھے ضرور یاد



ہے..........بہت بڑی میز......جو کسی شاہانہ ضیافت کی یاد دلاتی تھی..........یا پھر وہ گول آئینہ شدید طور پر یاد ہے..........لیکن میں اس کو یاد کرنا نہیں چاہتی۔

میں نے دیکھا کہ بے اختیار طور میں اس عورت کے سامنے خود اپنے متعلق اور تاجو کے متعلق سب باتیں بیان کرنے لگی۔ اور بتایا کہ تاجو کو حسین چیزوں سے کس قدر عشق ہے اس نے سنا اور پھر اسی گہری شیریں آواز میں بولی..........اس کو میں ضرور ایک حسین چیز دوں گی میری عزیزہ!..........اور اٹھ کر ایک الماری کے پاس گئی اور جب میرے پاس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک انتہائی حسین گڑیا تھی۔ میرا منہ خوشی سے کھلا رہ گیا۔ جب میں نے یہ سوچا کہ تاجو کس قدر فریفتہ ہو جائے گی اس گڑیا پر..........اس کی صورت ایک چھوٹی سی لڑکی کی سی تھی..........بالکل زندہ لڑکی کی مانند اور انتہائی نفیس!......کیا وہ اسے پسند کرے گی؟ عورت نے پوچھا..........میں نے جواب دیا۔ لیکن میں ایسی بے بہا چیز کبھی نہ خرید سکوں گی۔ میں غریب ہوں..........وہ ہنسی اور بولی۔ لیکن میں تو غریب نہیں ہوں۔ میں گڑیا کے لباس کو مکمل کر لوں تو یہ تمہاری ہو جائے گی..........اگرچہ یہ بات بد تمیزی کی تھی مگر میں بے اختیار کہہ بیٹھی۔ تم بہت بہت مال دار ہو گی۔ تب ہی تو یہ تمام خوبصورت چیزیں تمہارے پاس موجود ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ تم کیوں گڑیوں کی دکان کرتی ہو..........وہ پھر ہنسی اور بولی۔ صرف اس لئے کہ تم جیسے اچھے لوگوں سے ملاقات ہو سکے میری عزیزہ!"

اس کے بعد ہی مجھے اس آئینہ کا حیرتناک تجربہ پیش آیا یہ آئینہ گول تھا اور میں رہ رہ کر اس کو دیکھ رہی تھی کیونکہ میرے خیال میں یہ شفاف ترین آئینہ جس پر کھدائی کا بہترین کام تھا اور کبھی کبھی ان نقش و نگار کا عکس آئینے میں اس طرح رقصاں نظر آتا تھا جیسے کسی جنگلی تالاب کے اندر ہلکی ہوا کی حرکت سے کنارے کے ہرے پودے ناچتے ہوئے نظر آئیں آئینے میں مجھے پورا کمرہ منعکس نظر آ رہا تھا بالکل اسی طرح کا اور کمرہ ہے جس میں ایک تموج سا پیدا ہوا اور کمرے کا عکس دھندلا پڑ گیا لیکن میرا عکس بالکل صاف موجود رہا اس کے بعد کمرے کا عکس آئینے میں سے غائب ہو گیا اب اس میں صرف میں خود کو دیکھ سکتی تھی اور ایسا معلوم ہوا کہ میں ہر لمحہ چھوٹی اور پھر اور چھوٹی ہوتی جا رہی ہوں یہاں تک کہ میں کسی طرح بھی ایک گڑیا سے بڑی نہیں رہ گئی میں اپنے چہرے کو اور قریب لے گئی تو آئینے میں ننھے چہرے نے خود کو آگے بڑھا دیا میں نے اپنا سر ہلایا اور مسکرائی اس چہرے نے بھی ایسا ہی کیا یقیناً یہ میرا ہی عکس تھا..........لیکن اس قدر چھوٹا!!..........اچانک مجھے دہشت محسوس ہوئی اور میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں جب میں نے دوبارہ

آئینے کو دیکھا تو ہر چیز ایسی ہی معمولی نظر آئی جیسی کہ حیرتناک تماشے سے پہلے تھے۔ میں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالی اور یہ دیکھ کہ سہم گئی کہ کتنا زیادہ وقت میں نے وہاں صرف کر دیا تھا دل میں ایک دہشت کا احساس لئے ہوئے میں جانے کے لئے اٹھی اس عورت نے کہا "کل میرے پاس پھر آنا میری عزیزہ! میں تمہارے واسطے گڑیا تیار کر رکھوں گی"............ میں نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر آنے کا وعدہ کیا وہ میرے ساتھ دکان کے دروازے تک آئی جب میں ادھرے سے گزری تو لڑکی نے میری طرف کوئی نظر نہ کی۔

اس عورت کا نام رانی ہے میں اس کے پاس کل نہیں جاؤنگی............ اور پھر کبھی کسی دن! ............ مجھے اس میں ایک کشش و دلچسپی محسوس ہوتی ہے لیکن ڈر بھی لگتا ہے گول آئینے کے سامنے مجھے جن احساسات کا تجربہ ہوا وہ مجھے پسند نہیں اس کے علاوہ جب میں نے پہلے پہل اس آئینے کو دیکھا تھا اور پورے کمرے کو اس میں منعکس پایا تھا تو مجھے آئینے میں اس عورت کا عکس کیوں نظر نہیں آیا؟............ پھر اگرچہ کمرہ روشن تھا لیکن مجھے یاد نہیں کہ میں نے اس میں کوئی کھڑکی یا لیمپ یا قمقمے دیکھے ہوں!............ اور پھر وہ لڑکی!!............ مگر ............ بایں ہمہ............ تاجو کو کس قدر خوشی ہوتی اس گڑیا کو پا کر۔

۷ نومبر ............ بڑی عجیب بات کہ رانی کے پاس نہ جانے کا جو عزم میں نے کیا تھا اس پر قائم رہنا بڑا دشوار ہو رہا ہے میری طبیعت بہت بے چین سی ہے کل رات میں نے ایک بھیانک خواب دیکھا میں نے دیکھا کہ میں رانی کے کمرے میں پہنچ گئی ہوں میں وہاں کی ہر شے کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ یکایک مجھے محسوس ہوا کہ میں باہر سے اس کمرے کے اندر کی طرف دیکھ رہی ہوں............ اور ............ اور میں آئینے کے اندر موجود ہوں میں دیکھ رہی تھی کہ میں بہت چھوٹی ہو گئی ہوں............ بالکل ایک گڑیا کی مانند............ میں خوفزدہ ہو گئی اور آئینے کی دیوار سے ٹکرانے لگی............ پھڑپھڑانے لگی جیسے کوئی پروانہ کھڑکی کے بند شیشے کے خلاف جدوجہد کر رہا ہو۔ اس وقت مجھے دو خوب صورت لمبے ہاتھ اپنی طرف بڑھتے ہوئے نظر آئے انہوں نے آئینہ کو کھولا اور مجھے پکڑ لیا اور میں کشمکش کرنے لگی............ جنگ کرنے لگی............ اور آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگی۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں بیدار ہو گئی۔ میرا دل اس بری طرح دھڑک رہا تھا جیسے میرا دم گھٹ جائے گا۔ تاجو کہتی ہے میں چلا رہی تھی............ "نہیں!...... نہیں!...... میں ایسا نہیں کروں گی ...... نہیں کروں گی!"............ بار بار چلا رہی تھی۔ تاجو نے میری طرف ایک تکیہ پھینکا اور اسی وجہ سے میں بیدار ہو گئی۔



آج چار بجے میں اسپتال سے روانہ ہوئی اس ارادہ کے ساتھ کہ سیدھی گھر جاؤں گی نہ جانے میں کس خیال میں کھوئی ہوئی تھی۔ بہرحال وہ خیال کوئی بھی کیوں نہ ہو یہ حقیقت تھی کہ میں اس میں بہت زیادہ محو تھی۔ مجھے ہوش سا آیا تو دیکھا کہ بسنت پارک کی طرف جانے والی بس پر سوار ہوں۔ شاید غائب دماغی کی کیفیت میں میں رانی سے ملنے کے لئے روانہ ہو گئی تھی اس چیز نے مجھے اس قدر حیرت زدہ کیا کہ میں میرا عمل بہت ہی احمقانہ ہے۔ مجھے ہمیشہ سے اپنی ٹھوس عقل پر فخر رہا ہے۔ میرے خیال میں بہتر یہ ہے کہ میں ڈاکٹر کمار سے مشورہ کروں اور یہ معلوم کروں کہ میں اعصابی خرابی کا شکار تو نہیں ہوتی جا رہی۔ ایسی کوئی ٹھوس وجہ نظر نہیں آتی کہ میں رانی سے ملنے نہ جاؤں وہ انتہائی دلچسپ عورت ہے اور یہ ظاہر کر چکی ہے کہ مجھے پسند کرتی ہے۔ یہ اس کی بڑی مہربانی و فیاضی کی بات تھی کہ مجھے وہ خوبصورت گڑیا پیش کر رہی تھی۔ وہ یقیناً مجھے احسان فراموش اور اور بد نصیب اور بد تہذیب خیال کرے گی پھر وہ گڑیا تاجو کے لئے کس قدر خوشی کا باعث ہوتی جب میں سوچتی ہوں کہ آئینے کے متعلق میں کیا محسوس کرتی رہی ہوں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں بالکل ایک نادان لڑکی کی طرح حقیقت کو طلسم سمجھتی رہی ہوں آئینے یا چمکدار سطح رکھنے والی چیزیں بعض اوقات انسان کی نظروں کے سامنے عجیب عجیب منظر پیش کر دیتی ہیں۔

غالباً اس طلسم کی تہہ میں کمرے کی گرمی اور خوشبو کا بھی بہت دخل تھا مجھے در حقیقت یہ یقینی علم نہیں کہ آئینہ میں رانی کا عکس موجود نہ تھا۔ میں تو خود اپنے عکس کو دیکھنے میں حد سے زیادہ محو تھی۔ کسی عورت کو جادوگرنی سمجھ کر بھاگ پڑنا بڑی ہی لغویات ہے۔ لیکن میں پھر بھی ایسا ہی کر رہی ہوں اگر اس سفید لڑکی کا معاملہ درمیان میں نہ ہوتا تو ............ مگر وہ تو یقیناً اعصابی خرابی میں مبتلا ہے! میں جانا چاہتی ہوں مگر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں نہیں جا رہی ہوں۔

۱۰ نومبر ............ مجھے خوشی ہے کہ میں اپنے بے ہودہ خیالات پر قائم نہیں رہی۔ رانی ایک حیرتناک عورت ہے۔ یقیناً کچھ باتیں ایسی ضرور ہیں جو میری سمجھ میں نہیں آتیں لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ رانی ان تمام انسانوں سے بالکل مختلف ہے جن سے آج تک میری ملاقات ہوئی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوتی ہوں تو زندگی بالکل مختلف ہو جاتی ہے جب میں وہاں سے رخصت ہوتی ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی حسین طلسمی محل سے نکل کر ایک انتہائی بھدی خشک دنیا میں آ گئی ہوں کل سہ پہر میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں اسپتال سے سیدھی رانی کے پاس جاؤں گی جیسے ہی میں

نے یہ پختہ ارادہ کیا مجھے محسوس ہوا گویا دماغ پر چھایا ہوا ایک بادل ہٹ گیا ہے۔ اس وقت
میں اس قدر بشاش اور مسرور تھی کہ ایک ہفتے سے ایسی کیفیت نہ ہوتی تھی۔ جب میں دکان
میں داخل ہوئی تو سفید لڑکی نے...... جس کا نام چمپا ہے...... میری طرف اس طرح نظر جما
کر دیکھا گویا وہ ابھی رو پڑے گی وہ انتہائی عجیب گھٹی گھٹی آواز میں بولی.......... یاد رکھنا کہ میں
نے تمہیں بچانے کی کوشش کی ہے۔"

یہ بات اس قدر عجیب معلوم ہوئی کہ میں ہنس پڑی اور ہنستی رہی۔ اس وقت رانی نے
اندرونی دروازہ کھولا اور جب میں نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا اور اس کی آواز سنی تو میں
سمجھ گئی کہ میں کیوں اس قدر بے فکر اور خوش تھی......... ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ ایک
انتہائی خوفناک محاصرے سے نکل کر میں اپنے گھر واپس آ گئی........ اپنے احساس کو
صرف اسی طریقہ سے میں بیان کر سکتی ہوں مجھے یہ عجیب احساس ہوتا ہے کہ کمرہ بھی
اتنا ہی زندہ ہے جتنا کہ رانی.......... یعنی کمرہ خود رانی کا ہی ایک حصہ ہے یا رانی کے اس
حصے کا ایک حصہ ہے جو اس کی آنکھوں ہاتھوں اور آواز پر مشتمل ہے رانی نے مجھ سے یہ نہ
پوچھا کہ میں کیوں اب تک نہیں آئی تھی۔ وہ گڑیا نکال کر لے آئی۔ یہ گڑیا اب پہلے سے بھی
زیادہ حیرت ناک ہے ابھی رانی کو اس گڑیا میں کچھ اور کام کرنا باقی ہے۔ ہم دونوں بیٹھ
گئے۔ اور باتیں ہونے لگیں۔ اچانک رانی نے کہا...... میں چاہتی ہوں کہ تم کو ایک گڑیا بنا
دوں........ میری عزیزہ!......... ٹھیک ہی الفاظ تھے اس کے اور ایک ساعت کے لئے
مجھے ایک خوف کا احساس ہوا کیونکہ مجھے اپنا خواب یاد آگیا اور میں نے دیکھا کہ میں آئینے کے
اندر پھڑپھڑا رہی ہوں۔ اور باہر نکلنے کی کوشش کر رہی ہوں لیکن فوراً ہی میں نے محسوس کیا
کہ یہ تو رانی کی گفتگو کا ایک خاص انداز ہے ورنہ حقیقت میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایک
گڑیا بنانا چاہتی ہے جو شکل و صورت میں میری طرح ہو۔ لہٰذا میں ہنس پڑی اور بولی.........
"ہاں ہاں......... تم چاہو تو میری طرح کی گڑیا بنا سکتی ہو رانی" میں اکثر سوچتی ہوں کہ وہ نا
جانے کس قوم کی ہے۔

میرے ساتھ وہ بھی ہنس پڑی۔ اس کی آنکھیں پہلے سے بھی زیادہ کشادہ اور روشن ہو
گئیں۔ وہ تھوڑا سا موم نکال لائی اور میرے جیسا ایک سر بنانے لگی۔ اس کی حسین لمبی
انگلیاں تیزی سے کام کر رہی تھیں جیسے ان میں سے ہر ایک انگلی خود ایک فن کار ہو۔ میں
مسحور کن حالت میں ان کو دیکھتی رہی۔ مجھے نیند سی آنے لگی.......... اور نیند ہر ساعت
بڑھتی گئی.......... اور زیادہ.......... اور زیادہ.......... رانی بولی۔ عزیزہ!...... میری تو
خواہش یہ تھی کہ تم اپنا لباس اتار ڈالتیں اور مجھے اپنے پورے جسم کا نمونہ بنا دینے کا موقع



دیتیں۔ شرمانے کی بات نہیں۔ میں تو ایک بوڑھی عورت ہوں.......... مجھے ذرا بھی پس و
پیش نہ ہوا۔ اور میں نے غنودگی میں کہا.......... ہاں ہاں...... کیوں نہیں
........ لباس اتار کر میں ایک چھوٹے سے اسٹول پر کھڑی ہو گئی۔ اور ان سفید انگلیوں کے
درمیان سفید موم کی ایک انسانی شکل اختیار کرتے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ میری ایک
چھوٹی اور مکمل ہو بہو نقل میں تبدیل ہو گیا۔ میں محسوس کر رہی تھی کہ وہ مکمل نمونہ ہے
حالانکہ مجھ پر ایسی غنودگی طاری تھی کہ بمشکل ہی دیکھ سکتی تھی۔ میری حالت اس قدر
خواب آلودہ تھی کہ لباس پہننے میں رانی کو میری مدد کرنی پڑی۔ اس کے بعد ضرور بالکل ہی
نیند میں کھو گئی ہوں گی۔ کیونکہ اچانک میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دیکھا کہ رانی میرے
ہاتھوں پر تھپکیاں دے رہی تھی۔ اور کہہ رہی تھی......... مجھے افسوس ہے کہ میں نے
تجھے بہت تھکا دیا بچی......... اگر تمہاری خواہش ہو تو اسی جگہ ٹھہر جاؤ لیکن اگر جانا ضروری
ہو تو اب دیر ہو رہی ہے......... میں نے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت تک مجھے اتنی
غنودگی تھی کہ بمشکل ہی گھڑی کو دیکھ سکتی تھی لیکن مجھے محسوس ہوا کہ بہت دیر ہو گئی ہے
اس وقت رانی نے اپنے ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ کر دبائے بعد میں اچانک پوری طرح بیدار
ہو گئی......... وہ بولی......... "کل پھر آنا اور گڑیا لے جانا" میں نے کہا "مجھ سے جو کچھ ممکن ہو گا
اس کی قیمت ادا کروں گی"......... رانی نے جواب دیا "تم نے پوری قیمت ادا کر دی ہے
میری عزیزہ......... تم نے اجازت دے دی ہے کہ میں تمہاری گڑیا بناؤں......... یہی
کافی ہے"......... اس پر ہم دونوں ہنس پڑے اور میں عجلت سے باہر نکل آئی سفید لڑکی کی
شخص [illegible]ف متوجہ تھی لیکن میں نے پکار کر اسے سلام کیا۔ غالباً اس نے سنا نہیں کیونکہ
اس نے [illegible] جواب نہ دیا۔

۱۱ نومبر......... مجھے گڑیا مل گئی ہے اور تاجو اس پر فریفتہ ہے! مجھے کس قدر خوشی
ہے اس بات کی کہ میں نے اپنے احمقانہ بیمار احساس کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے! تاجو کو
آج تک کوئی ایسی چیز نہیں ملی تھی۔ جو اس کو اتنی مسرت دے سکے۔ وہ اس کی پوجا کرتی ہے
!...... آج سہ پہر میں رانی کے سامنے بطور ماڈل بیٹھی ہوں تاکہ وہ خود میری ہمشکل گڑیا کو
مکمل کر سکے۔ رانی ایک بے مثال فن کار ہے!......... صحیح معنی میں ایک بے مثال
فنکار!...... سوچتی ہوں نہ جانے کیوں وہ ایک چھوٹی سے دکان رکھنے پر ہی قانع ہے۔ وہ یقیناً
دنیا کے سب سے بڑے فن کاروں میں جگہ حاصل کر سکتی تھی یہ گڑیا ہو بہو میں ہوں۔ رانی
نے پوچھا کہ کیا وہ میرے کچھ بال اس گڑیا کے سر پر لگانے کے لیے لے سکتی ہے اور میں نے
اس کو اجازت دے دی وہ کہتی ہے کہ یہ گڑیا دراصل وہ اصلی گڑیا نہیں جو کہ وہ میری شکل و
صورت کے مطابق بنائے گی۔ وہ گڑیا اس سے بہت بڑی ہو گی۔ یہ تو صرف نمونہ ہے جس

رانی وہ اصلی گڑیا بنائے گی۔ میں نے رانی کو بتایا کہ میرے خیال میں تو یہ گڑیا بالکل مکمل ہے۔ لیکن وہ کہتی ہے کہ وہ دوسری گڑیا اس سے زیادہ پائیدار شے کی بنائی جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ جب کام ختم ہو جائے تو رانی یہ گڑیا مجھے دے دے۔ یہ ننھی بچی کی صورت والی وہ گڑیا گھر لے جا کر تاجو کو دینے کے لیے اس قدر بے تاب تھی کہ زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہری باہر نکلتے وقت میں نے مسکرا کر چمپا سے باتیں کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اس طرح سر ہلایا کہ اس سے زیادہ خلوص ظاہر نہ ہوتا تھا' سوچتی ہوں کہ وہ کہیں رشک و حسد کا تو شکار تو نہیں ہو رہی ہے۔

۱۲ نومبر ......... مسٹر مکرجی کے اس خوفناک واقعہ کے بعد جو کہ ۱۰ نومبر کو پیش آیا تھا یہ پہلا موقع ہے کہ میں کچھ لکھنے پر مائل ہو سکی ہوں میں تاجو کی گڑیا کے متعلق چند جملے لکھنے پائی تھی جب کہ اسپتال سے ٹیلی فون آیا کہ آج رات مجھے وہاں ڈیوٹی پر حاضر ہونا ہے یقیناً میں نے جواب دیا کہ میں آ جاؤں گی...... لیکن اف!...... کاش میں نے آمادگی ظاہر نہ کی ہوتی۔ اس دہشت ناک موت کو میں کبھی فراموش نہ کر سکوں گی...... کبھی نہیں! میں اس کے متعلق کچھ بھی لکھنا یا سوچنا نہیں چاہتی۔ جب میں اس صبح کو گھر واپس آئی تو سو نہ سکی اور مکرجی کی صورت کو اپنے سامنے سے ہٹانے کے لیے پہلو بدلتی رہی میرا خیال تھا کہ میں اپنے جذبات کو اس قدر تربیت دے چکی ہوں کہ کسی مریض سے متاثر نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس مریض میں کچھ ایسی بات تھی کہ ......... اور پھر مجھے خیال آیا کہ اس واقع کو فراموش کرنے میں کوئی شخص میری مدد کر سکتا ہے تو وہ صرف رانی ہے لہٰذا دو بجے کے قریب میں اس سے ملنے گئی۔ رانی دکان میں چمپا کے پاس تھی اور مجھے وقت سے اس قدر پہلے دیکھ کر وہ کچھ متعجب معلوم ہوتی تھی...... اور معمول کے مطابق خوش بھی نہ تھی۔ یا شاید یہ میرا خیال ہو۔ ممکن ہے یہ میری اعصابی حالت کا نتیجہ ہو۔ جیسے ہی میں اس حسین کمرے میں داخل ہوئی میری طبیعت بہتر ہونے لگی۔ رانی میز پر ایک تار سے کچھ کام کرتی رہی تھی۔ لیکن میں دیکھ نہ سکی کہ وہ کیا تھا کیونکہ اس نے مجھے ایک بڑی سی آرام دہ کرسی پر بٹھا دیا اور کہا...... "تم تھکی ہوئی نظر آتی ہو بچی!

یہاں بیٹھ جاؤ اور آرام کرو جب تک میں اپنا کام پورا کروں۔ اور دیکھو یہ ایک پرانی تصویروں کی کتاب ہے جس سے تمہارا دل بہل جائے گا"...... اس نے مجھے ایک عجیب قسم کی پرانی کتاب دی...... لمبی اور پتلی...... اور یہ یقیناً بہت پرانی تھی کیونکہ اس کے اوراق کسی جانور کی کھال کے تھے یا اسی طرح کی کسی اور چیز کے اور تصویریں اور ان کے رنگ بعض ان کتابوں کی مانند تھے جو کہ دنیا کی تاریخ کے وسطی دور سے ہم تک پہنچی ہیں اور جن میں قدیم



راہبوں کی بنائی ہوئی تصویریں نظر آتی ہیں۔ میں نے کتاب میں دیکھا کہ اس کی تصویروں میں تمام مناظر جنگلوں یا باغوں کے تھے اور پھول اور درخت انتہائی عجیب قسم کے تھے!...... تصویروں میں کوئی انسان یا کوئی اور چیز نہ تھی لیکن دیکھتے وقت یہ عجیب ترین احساس ہوتا تھا کہ اگر ہماری آنکھیں ذرا اور بہتر قسم کی ہوں تو ہم کو درختوں اور پھولوں کے نیچے کچھ لوگ یا کچھ چیزیں نظر آ سکتی ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ احساس ہوتا تھا۔ گویا وہ لوگ درختوں اور پھولوں کے پیچھے اور ان کے درمیان چھپے ہوئے ہیں اور ہماری طرف دیکھ رہے ہیں معلوم نہیں میں کتنی دیر تک تصویریں دیکھتی رہی اور ان پوشیدہ لوگوں کو دیکھنے کی لگاتار کوشش کرتی رہی۔ آخر کار رانی نے مجھے پکارا۔ میں کتاب کو ہاتھ میں لیے ہوئے میز کے پاس گئی۔ رانی بولی۔ "یہ اس گڑیا کے لیے ہے جو میں تمہاری شکل کی بنا رہی ہوں۔ اس کو اٹھا لو اور دیکھو کہ کس قدر ہنر مندی سے اس کو بنایا جاتا ہے......" یہ کہتے ہوئے اس نے میز پر ایک چیز کی طرف اشارہ کیا جو کہ تار کی بنی ہوئی تھی میں نے اس کو اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا اس وقت اچانک میں نے دیکھا کہ یہ ایک جسم کا ڈھانچہ تھا۔ جسامت میں یہ چھوٹا تھا۔ جیسے کسی بچے کا ڈھانچہ...... اچانک مسٹر مکرجی کا خوف ناک چہرہ میرے ذہن پر بجلی کی طرح کوند گیا اور میں ایک مکمل دیوانگی آمیز دہشت سے چلا اٹھی اور اپنے ہاتھ آگے پھیلا دیئے کتاب میرے ہاتھ سے نکل کر دور اڑ گئی اور اس چھوٹے سے تار کے ڈھانچے پر جا کر گر پڑی۔ فوراً ہی ایک جھنکار سی پیدا ہوئی اور ڈھانچہ کودتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے فوراً ہی خود کو سنبھال لیا میں نے دیکھا کہ تار کا سرا علیحدہ ہو گیا تھا اور کتاب کی جلد کو اس نے کاٹ دیا تھا اور اب تک اسی میں گھسا ہوا تھا۔ ایک ساعت کے لیے رانی دہشت ناک حد تک برہم ہو گئی اس نے میرا بازو پکڑ لیا اور اس قدر زور سے دبایا کہ دکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے طیش ٹپکنے لگا۔ اور اس نے عجیب ترین آواز میں کہا۔ تم نے ایسا کیوں کیا! جواب دو مجھے!...... کیوں؟ اور اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ اب میں اس کو مورد الزام نہیں سمجھ رہی ہوں۔ حالانکہ اس وقت اس نے واقعی مجھے سہما دیا تھا۔ اب میں سوچتی ہوں کہ اس نے ضرور یہی خیال کیا ہوگا کہ میں نے یہ سب کچھ دانستہ کیا تھا...... بہر حال اگلے ہی لمحہ اس نے دیکھا کہ میں کس قدر کانپ رہی تھی اور اس کی آنکھیں اور آواز نرم پڑ گئیں اور وہ بولی...... "کوئی بات تمہیں پریشان کر رہی ہے میری عزیزہ مجھے بتاؤ تو شاید میں تمہاری کوئی مدد کر سکوں"...... اس نے مجھے ایک بڑے کوچ پر لٹا دیا میرے پاس بیٹھ گئی اور میرے بالوں اور پیشانی پر ہاتھ پھیرنے لگی اور اگرچہ میں اسپتال کے مریضوں کے واقعات پر کسی سے گفتگو نہیں کرتی میں نے دیکھا کہ میں مکرجی کا پورا قصہ اس کو سنا رہی تھی۔ اس نے پوچھا کہ وہ شخص کون تھا جو مکرجی

کو اسپتال لایا تھا تو میں نے کہا کہ ڈاکٹر شاہد اس شخص کو جلال کے نام سے پکارتا تھا اور میرا
خیال ہے کہ وہ شخص کوئی مجرموں کے گروہ کا سردار تھا۔ رانی کے ہاتھوں نے میرے اندر
سکون واطمینان اور راحت وغنودگی کا احساس پیدا کر دیا تھا اور میں نے اس کو ڈاکٹر شاہد کے
متعلق بتایا کہ وہ کس قدر بڑا ڈاکٹر ہے اور یہ بھی بتادیا کہ میں کس بری طرح ڈاکٹر کمار کی خفیہ
محبت میں مبتلا ہوں مجھے اب افسوس ہے کہ میں نے کیوں رانی کو مکر جی کے متعلق بتایا۔ ایسا
کام میں نے کبھی پہلے نہیں کیا تھا لیکن اس وقت میں بہت متاثر تھی اور ایک بار جب میں نے
کہنا شروع کر دیا تو ایسا محسوس ہوا کہ سب کچھ کہنا ہی پڑے گا۔ میرے ذہن میں ہر چیز اس
قدر مسخ ہو گئی تھی کہ ایک مرتبہ جب میں نے رانی کی طرف دیکھنے کے لیے اپنا سر اوپر
اٹھایا تو مجھے واقعی خیال ہوا کہ وہ بہت مسرور ہو رہی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں
کس قدر بدل گئی تھی!...... جب میں سب کچھ بتا چکی تو رانی نے مجھ سے کہا کہ اسی جگہ لیٹی
رہوں اور سو جاؤں اور جب میں چاہوں وہ مجھے جگادے گی میں نے کہا کہ چار بجے مجھے جانا
ضروری ہے فوراً ہی میں نیند میں ڈوب گئی اور جب بیدار ہوئی تو میری طبیعت بالکل ٹھیک
تھی۔ جب میں باہر جانے لگی تو تار کا ڈھانچہ اور کتاب دونوں چیزیں اسی طرح میز پر موجود
تھیں میں نے کہا کہ اس کتاب کے متعلق مجھے بڑی ندامت ہے۔ رانی بولی بہتر ہوا کہ
کتاب کو ہی نقصان پہنچا اور تمہارا ہاتھ بچ گیا میری عزیزہ!...... ہو سکتا تھا کہ تم اسے
چھوتیں اور تار علیحدہ ہو جاتا اور تمہیں زخم لگ جاتا"............ رانی کی خواہش ہے کہ میں اپنا
نرسوں والا لباس یہاں لے آؤں تا کہ وہ نئی گڑیا کے لیے اسی طرح کا چھوٹا سا لباس تیار کر
سکے۔

۱۴ نومبر ............ آج مجھے خواہش ہو رہی ہے کہ کاش میں کبھی رانی کے گھر نہ
جاتی ............ اس طرح میرا پاؤں جلنے سے بچ جاتا۔ لیکن میری اس خواہش کی ایک
یہی وجہ نہیں ہے اگر میں کوشش کروں تب بھی بیان نہ کر سکوں گی......... لیکن دل یہی
کہتا ہے کہ کاش مین وہاں نہ گئی ہوتی۔......... آج سہ پہر میں اپنی نرسوں والی وردی رانی
کے پاس لے گئی۔ اس نے بڑی جلدی سے اس کا ایک نمونہ تیار کر لیا۔ آج وہ بہت خوش
تھی اس نے مجھے چند نہایت دلکش وسحر انگیز مختصر گیت سنائے میں الفاظ کو نہ سمجھ سکی۔ وہ
بہت ہنسی جب میں نے پوچھا کہ یہ کون سی زبان ہے تو پھر بولی۔ میری عزیزہ! یہ ان لوگوں
کی زبان ہے جو کتاب کی تصویروں میں سے تمہاری طرف جھانک رہے تھے......... بڑی
عجیب بات کہی تھی اس نے!......... یہ اس کو کیسے معلوم ہوا کہ میں نے خیال کیا تھا کہ ان
تصویروں میں لوگ چھپے ہوئے ہیں؟......... واقعی میری خواہش ہے کہ وہاں کبھی نہ گئی



ہوتی!......... رانی نے چائے بنائی اور اپنے اور میرے واسطے پیالیاں تیار کیں۔ ٹھیک جب
وہ میری پیالی مجھے دے رہی تھی۔ اس کی کہنی چائے دانی سے ٹکرا گئی چائے دانی الٹ
گئی۔ اور تیز جلتی ہوئی چائے ٹھیک میرے داہنے ہاتھ پر گر پڑی۔ بڑی سخت تکلیف ہوئی
مجھے۔ رانی نے میرا جوتا اتارا موزہ اتارا اور جلی ہوئی جگہ پر کسی طرح کا ایک مرہم سا لگا
دیا۔ اس نے بتایا کہ مرہم سوزش کو رفع کر کے فوراً ہی اچھا کر دے گا۔ واقعی اس سے میری
سوزش جاتی رہی اور جب میں گھر واپس آئی تو مجھے اپنی آنکھوں پر بمشکل ہی یقین آیا۔ کامنی کو
یقین نہ تھا کہ میرا پاؤں واقعی جل چکا ہے رانی کو اس حادثہ پر بہت سخت اذیت تھی
......... کم از کم بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا...... نہ جانے کیوں وہ حسب معمول میرے
ساتھ دروازے تک نہیں آئی......... وہ کمرے میں ہی ٹھہری رہی۔ جب میں باہر دکان
میں پہنچی تو سفید لڑکی چمپا دروازے کے قریب ہی موجود تھی۔ اس نے میرے پاؤں پر
بندھی ہوئی پٹی پر نظر ڈالی تو میں نے بتایا کہ یہ جل گیا ہے اور رانی نے اس کی مرہم پٹی کر
دی ہے۔ چمپا نے یہ بھی نہ کہا کہ اس کو افسوس ہے میں باہر جانے لگی تو میں نے اس کی
طرف دیکھا اور قدرے غصہ سے کہا...... میرا الوداعی سلام قبول کرو......... اس کی
آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے ایک عجیب ترین انداز سے میری طرف دیکھتے ہوئے
اپنا سر ہلایا اور بولی......... رخصت......... دروازہ بند کرتے وقت میں نے پھر اس کی
طرف دیکھا۔ اس کے رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے...... نہ جانے کیوں؟ (دل کہتا ہے کہ
کاش میں رانی کے پاس کبھی نہ گئی ہوتی!!!!)۔

۱۵ نومبر ......... پاؤں بالکل اچھا ہو گیا ہے میرے دل میں خفیف ترین
خواہش بھی رانی کے پاس جانے کی باقی نہیں ہے۔ میں کبھی وہاں نہ جاؤں گی۔ جی چاہتا ہے
کہ میں اس کی گڑیا کو نیست ونابود کر دوں جو اس نے تاجو کے لئے مجھے دی تھی .........
لیکن اس سے بچی کا دل ٹوٹ جائے گا۔

۲۰ نومبر ......... اب بھی مجھے رانی سے ملنے کی کوئی خواہش نہیں۔ دیکھتی ہوں
کہ میں اس کے متعلق سب کچھ بھولتی جا رہی ہوں رانی کا خیال اب صرف اس وقت ہی
آتا ہے جب میری نظر تاجو کی گڑیا پر پڑ جاتی ہے۔ میں خوش ہوں!......... اس قدر خوش
کہ جی چاہتا ہے کہ خوب ناچوں اور گاؤں!......... اب میں کبھی رانی سے نہ ملوں
گی۔

اف!......... کس قدر زبردست خواہش ہے یہ میری کہ میں اس سے کبھی نہ ملی
ہوتی! لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ خواہش کیوں ہے؟

یہ تھا وہ آخری حوالہ جو شیلا کی ڈائری میں رانی کے متعلق موجود تھا شیلا ۲۵ نومبر کی صبح کو مر گئی۔

جب میں ڈائری کو پڑھ رہا تھا تو کمار بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے ڈائری کو بند کر کے اس کی طرف دیکھا تو اس کی سوالیہ نظر سے دوچار ہو گیا۔ ڈائری کے مطالعہ سے میں جس چکر میں پھنس گیا تھا۔ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے مین نے کمار سے کہا۔

"مجھے کبھی احساس بھی نہ تھا کہ شیلا اس قدر تخیل پرست دماغ رکھتی ہے"۔

کمار کے چہرے پر ہلکی سرخی پیدا ہوئی اور اس نے برہمی سے پوچھا........ "آپ کا خیال ہے کہ شیلا محض قیاسی افسانہ طرازی کر رہی تھی"

"قیاسی افسانہ طرازی نہیں........ اگر یوں کہو تو بہتر ہو گا کہ وہ چند معمولی واقعات کو اپنے ہیجانی تخیل کی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی"

"تو کیا آپ کا یہ خیال نہیں کہ ........ اس پر یقین نہ کرتے ہوئے کمار نے جواب دیا........ شیلا نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ ایک غیر شعوری مگر مستند بیان ہے علم تنویم یعنی ہپناٹزم کے ایک حیرت ناک کارنامے کا؟"

"یہ امکان میرے ذہن میں پیدا نہیں ہوا۔" میں نے رکھائی سے کہا۔ "لیکن اس کی تائید میں کوئی حقیقی ثبوت بھی تو نظر نہیں آتا۔ بہر حال یہ بات مجھے ضرور محسوس ہوتی ہے کہ شیلا کا دماغ اس قدر متوازن نہ تھا جتنا کہ میں سمجھتا تھا میرے سامنے اس کا ثبوت ہے کہ وہ حیرتناک حد تک جذباتی فطرت کی مالک تھی اور رانی سے اس نے جتنی مرتبہ ملاقات کی اس میں سے کم از کم ایک مرتبہ وہ بالکل نمایاں طور پر اپنے قابو سے باہر اور ایک انتہائی شدید اعصابی دباؤ میں گرفتار تھی۔ میرا اشارہ اس حقیقت کی طرف ہے کہ حالانکہ میں شیلا کو خبر



دار کر چکا تھا کہ کبھی ایک لفظ بھی مکرجی کے متعلق کسی سے نہ کہے۔ لیکن پھر بھی اس نے اس سے پرہیز نہیں کیا........ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں اسے سختی سے منع کر چکا تھا؟"

"جی ہاں مجھے یاد ہے" وہ بولا۔ "اور اس قدر اچھی طرح یاد ہے کہ جب مطالعہ کے دوران ڈائری کے اس حصہ پر پہنچا تو مجھے کوئی بھی شک و شبہ باقی نہ رہا۔ اور یقین ہو گیا کہ شیلا پر عمل تنویم کیا گیا تھا........ بہر حال یہ میری رائے ہے"۔

"کسی فعل کی دو ممکن وجوہات پر غور کرتے وقت مناسب یہی ہے کہ وہ زیادہ معقول وجہ ہو اس کو قبول کر لیا جائے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "حقیقی واقعات پر غور کرو کمار...... شیلا نے دکان کی اس پراسرار لڑکی چمپا کے طرز عمل اور خبردار کرنے پر زیادہ زور دیا ہے وہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ لڑکی اعصابی خرابی کی شکار ہے...... چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس لڑکی کا طرز عمل واقعی وہی ہے جو ایک اعصابی مریض کا ہونا چاہیے۔ شیلا کو گڑیوں کی کشش کھینچ لے جاتی ہے اور وہ دکان کے اندر ان کو خریدنے جاتی ہے اس کی جگہ کوئی بھی شخص ایسا ہی کرتا۔ شیلا کا یہ فعل کسی مجبوری کے تحت واقع نہیں ہو رہا ہے اس کی ملاقات ایک ایسی عورت سے ہوتی ہے جس کی جسمانی بناوٹ اس کے تخیل میں تحریک پیدا کر دیتی ہے...... اور اس کی جذباتی فطرت کو بیدار کر دیتی ہے۔ شیلا اس عورت کو رازدار بنا لیتی ہے...... اس پر اعتماد کرتی ہے یہ عورت بھی بظاہر شیلا ہی کی طرح جذباتی قسم کی ہے وہ شیلا کو پسند کرتی ہے اور اس کو تحفہ میں ایک گڑیا پیش کرتی ہے یہ عورت ایک فنکار ہے۔ اس کو شیلا کی شخصیت میں ایک پسندیدہ نمونہ نظر آتا ہے...... چنانچہ وہ شیلا سے درخواست کرتی ہے کہ ایک نمونہ یا ماڈل کی حیثیت سے اس کے سامنے کھڑی ہو جائے...... اس میں بھی کسی چیز کو دخل نہیں........ یہ صرف ایک فطری درخواست ہے........ اور شیلا اس درخواست کو منظور کر لیتی ہے۔ اس فن کار عورت کا اپنا ایک خاص طریقہ ہے...... تمام دوسرے فنکاروں کی طرح...... اور اس طریقہ کا ایک حصہ یہ ہے کہ وہ اپنی گڑیوں کے لیے پہلے تار کا ایک ڈھانچہ تیار کرتی ہے۔ یہ ایک فطری اور معقول طریقہ ہے ڈھانچہ کا نظارہ شیلا کے ذہن میں موت کا خیال پیدا کرتا ہے اور موت کا خیال اسی کے سامنے مکرجی کی وہ تصویر اجاگر کر دیتا ہے جو کہ اس کے تخیل پر اس قدر مضبوطی کے ساتھ نقش ہو چکی تھی۔ وہ چند لمحے کے لیے ایک دیوانگی کے سے دورے میں مبتلا ہو جاتی ہے...... یہ بھی اس کی ابتر اعصابی حالت کا ایک مزید ثبوت ہے وہ گڑیا بنانے والی عورت کے ساتھ چائے پیتی ہے اور ناگہانی حادثہ کی بنا پر اس کا پاؤں جل جاتا ہے۔ فطری طور پر یہ حادثہ اس کی میزبان کی

ہمدردی کو بیدار کر دیتا ہے اور وہ عورت شیلا کے جلے ہوئے پاؤں پر کوئی ایسا مرہم لگا دیتی ہے جس کے اثرات کی وہ معتقد ہے...... یہ ہے سارا قصہ !...... ان یکسر معمولی واقعات کے سلسلے میں اس بات کا ثبوت کہاں موجود ہے کہ شیلا پر ہپناٹزم یا تنویم کا عمل کیا گیا تھا؟ اور اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ واقعی اس پر تنویم کا عمل کیا گیا تو اس کا مقصد کونسی بات سے ظاہر ہوتا ہے

"مقصد تو خود اس عورت نے بتا دیا ہے" کمار نے کہا۔ "اس نے شیلا سے کہا تھا کہ میں تم کو گڑیا بنانا چاہتی ہوں میری عزیزہ!"۔

اپنی دلیل سے میں نے خود کو مطمئن کر لیا تھا کمار کے اس جواب نے مجھے مکدر کر دیا۔

"خوب! میں نے کہا۔" میرے خیال میں تم مجھے یہ تسلیم کرانا چاہتے ہو کہ شیلا ایک بار گڑیوں کے شوق میں دکان کے اندر جا چکی تو اس کے بعد جادو کی قوتوں نے اس کو مجبور کر دیا کہ وہ بار بار اس وقت تک وہاں جاتی رہے۔ جب تک رانی کا شیطانی مقصد پورا نہ ہو جائے۔ دوئم یہ کہ دکان کی ہمدرد لڑکی چمپا نے شیلا کو اس خوفناک چیز سے بچانے کی کوشش کی جس کو قدیم زمانے کے ڈرامہ نویس اپنے انداز میں موت سے بدتر ایک قسمت قرار دیتے تھے ...... سوئم یہ کہ جو گڑیا اس کو اس کی بھتیجی کے واسطے دی جانے والی تھی۔ وہ دراصل ایک جادوگرنی کے جال کے نیچے پھیلے ہوئے دانہ کی حیثیت رکھتی تھی ...... چہارم یہ کہ ضروری تھا کہ شیلا کے زخم لگایا جائے تا کہ اس پر جادو کا مرہم لگایا جا سکے۔ پنجم یہ کہ دراصل یہی مرہم وہ مہلک چیز تھی جس میں موت پوشیدہ تھی ششم یہ کہ جب پہلا جال شیلا کو گرفتار کرنے میں ناکام ثابت ہوا تو چائے دانی والا حادثہ تیار کیا گیا اور یہ کامیاب ہو گیا۔ اور نہم یہ کہ اب شیلا کی روح جادوگرنی کے آئینے میں اسی طرح پھڑ پھڑا رہی ہے جیسا کہ اس نے خواب میں دیکھا تھا...... یہی سب کچھ تم مجھ سے منوانا چاہتے ہو نا کمار ؟...... ان سب کا میرے پاس ایک جواب ہے اور وہ عزیز من! یہ سب کچھ ایک انتہائی احمقانہ توہم پرستی ہے اور عقل پر ایک زبردست ظلم ؟"۔

"بہر حال" کمار بولا "آپ نے جو نو باتیں بیان فرمائیں مجھے خوشی ہے کہ ان کا امکان تو کم از کم آپ کو محسوس ہو ہی گیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ آپ ابھی ان کو حقیقت تسلیم کریں آپ کا دماغ ابھی اس قدر مردہ ہے جتنا کہ چند لمحات قبل مجھے محسوس ہوا تھا۔"

میں اور زیادہ برہم ہو گیا۔

"تمہارا نظریہ یہی ہے نا کہ اس ساعت سے لے کر جب شیلا پہلی مرتبہ دکان میں داخل ہوئی بعد کے تمام واقعات جن کا تذکرہ اس نے کیا ہے دراصل رانی کی محض



چالبازیاں تھیں اور ان سب واقعات کا مقصد یہ تھا کہ رانی کو شیلا کی روح پر قبضہ حاصل ہو جائے۔ چنانچہ یہ مقصد شیلا کی موت نے پورا کر دیا۔"

"کمار نے کچھ پس و پیش کیا اور پھر بولا ...... جی ہاں ...... میرے نظریہ کا نچوڑ یہی ہے۔"

"روح!" میں نے طنزیہ کہا۔ "میں نے کبھی آج تک کسی روح کو نہیں دیکھا کوئی ایسا معتبر شخص بھی مجھے معلوم نہیں جس کی شہادت پر مجھے بھروسہ ہو اور اس نے روح کو دیکھا ہو اگر روح واقعی کوئی وجود ہے تو آخر کیا چیز ہے ؟ ...... کیا وہ ایک ایسی شے ہے جس کا تصور کیا جا سکے ؟ ...... کیا وہ کوئی مادی حقیقت ہے ؟ ...... اگر تمہارا نظریہ درست ہے تو روح کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔ کوئی شخص کس طرح ایسی شے پر قبضہ کر سکتا ہے جو نا قابل تصور بھی ہے اور غیر مادی بھی ؟ ...... اگر اس کو نہ دیکھا جا سکتا ہے نہ بولا جا سکتا ہے نہ محسوس کیا جا سکتا ہے اور نہ پایا جا سکتا ہے اور اس کو سنا بھی نہیں جا سکتا تو پھر کوئی شخص یہ کیسے جان سکتا ہے کہ وہ شے اس کے پاس موجود ہے یا نہیں ؟ ...... اگر وہ مادی شے نہیں تو اس کو کس طرح پابند کیا جا سکتا ہے ؟ ...... کس طرح کسی خاص سمت منتقل کیا جا سکتا ہے ؟ ...... کس طرح محدود مقید کیا جا سکتا ہے ؟ ...... تمہارے نظریہ کے مطابق تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سب باتیں اس گڑیا بنانے والی عورت نے شیلا کی روح کے ساتھ کی تھیں۔ اگر وہ مادی شے ہے تو وہ جسم میں کہاں رہتی ہے! کیا دماغ کے اندر ؟ ...... لیکن میں نے سینکڑوں دماغوں کا آپریشن کیا ہے۔ اور آج تک مجھے دماغ کی کوئی خلوت ایسی نظر نہیں آئی جہاں پر پراسرار شے سکونت رکھتی ہو ...... دماغ کے چھوٹے چھوٹے خانے جو دنیا کی ان تمام مشینوں سے زیادہ پیچیدہ ہیں جن کی ایجادات تک ہو سکتی ہے۔ جو انسان کی ذہنیت کو بدل دیتے ہیں ...... مزاجی کیفیت، قوت، فکر و استدلال جذبات اور شخصیت کو بدل دیتے ہیں ...... جن کے اچھے یا برے عمل پر ان سب چیزوں کا دارومدار ہے ...... یہ سب کچھ تو میں نے انسانی دماغ میں ضرور پایا ہے مسٹر کمار ...... لیکن روح کبھی دستیاب نہیں ہوئی۔ سرجنوں نے انسان کے جسم کی دنیا کو خوب دیکھا بھالا ہے ان کو بھی جسم کے اندر روح کا کوئی پوشیدہ معبد نہیں ملا ...... مجھے کوئی روح دکھا دو مسٹر کمار ...... اور پھر میں رانی پر ایمان لے آؤں گا"۔

کچھ دیر اس نے خاموشی سے میرا جائزہ لیا اور پھر سر ہلاتے ہوئے بولا :۔

"ہاں اب میں سمجھا ...... ان واقعات نے آپ کے دماغ پر بھی کافی ضرب لگائی

ہے ........ کیا ایسا نہیں ہے؟ ........ آپ خود بھی ایک آئینہ کے اندر بند ہو کر پھڑ پھڑا رہے ہیں ........ ٹھیک ہے نا؟ ........ بہر حال میں ایک زبردست کشمکش میں مبتلا ہو چکا ہوں ایک زبردست جدوجہد ........ اور وہ جدوجہد یہ تھی کہ جس چیز کے متعلق مجھے یہ تعلیم ملی ہے کہ وہ حقیقت ہے اس کو زبردستی ایک طرف ہٹا دوں اور یہ تسلیم کروں کہ کچھ اور چیز بھی ایسی ہو سکتی ہے جو اتنی ہی بڑی حقیقت کی حامل ہو ........ ڈاکٹر شاہد صاحب! یہ معاملہ طبی دنیا سے باہر کا ہے یہ اس علم سے باہر ہے جو ہم نے حاصل کیا ہے جب تک ہم یہ نہ تسلیم کریں گے کہ ہم کسی منزل پر پہنچ ہی نہیں سکتے۔ وہ باتیں ایسی ہیں جن پر کچھ کہنا چاہتا ہوں مکر جی اور روپ کماری ایک ہی طرح کی موت کا شکار ہوئے۔ جلال کو یہ معلوم ہو تا کہ ان دونوں کا معاملہ ایک عورت سے رہا ہے جس کا نام رانی ہے قیاس کم از کم یہی کہتا ہے کہ جلال کو یہ بات معلوم ہو جاتی ہے چنانچہ وہ اس عورت کے پاس جاتا ہے اور بال بال موت سے بچتا ہے۔ شیلا اس عورت کے پاس جاتی ہے اور اسی طرح مر جاتی ہے جیسے مکر جی اور روپ کماری کی موت واقع ہوئی تھی ........ کیا ان امور پر غور کر کے استعدلال کا تقاضہ یہ نہیں ہو تا کہ ان چاروں آدمیوں پر جو مصیبت نازل ہوئی اس کا سرچشمہ رانی ہی ہے

"یقیناً" میں نے جواب دیا۔

"اگر ایسا ہے تو لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شیلا نے اپنے جس خوف اور جن خدشات کا تذکرہ کیا ہے ان کا کوئی حقیقی سبب ضرور موجود تھا یعنی محض جذبات پرستی اور تخیل کے ہیجان کے علاوہ کوئی اور سبب موجود تھا۔ حالانکہ خود شیلا کو اس کا علم نہ ہو سکا"۔

میرے اعتراف نے مجھے جس مشکل میں پھنسا دیا تھا اس کا احساس مجھے وقت کے بعد ہوا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اثبات میں ہی جواب دے سکتا تھا۔

"دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ چائے دانی کے حادثہ کے بعد شیلا کو کوئی خواہش رانی کے پاس جانے کی نہیں رہی۔ کمار نے کہا۔ کیا آپ کو یہ بات عجیب محسوس نہیں ہوئی؟ "

"نہیں ........ اگر شیلا کے جذبات برانگیختہ تھے تو یہ جذباتی صدمہ ہی خود ایک غیر شعوری دیوار بن کر اس کو وہاں جانے سے روک سکتا تھا۔ اگر کوئی خاص وجہ نہ ہو تو شیلا جیسے جذباتی لوگ ان مقامات پر واپس جانا پسند نہیں کرتے جہاں ناگوار واقعات رونما ہو چکے ہوں"۔

"کیا آپ نے شیلا کے اس جملے پر غور کیا کہ پاؤں جلنے کے بعد رانی دکان کے دروازے



تک شیلا کو پہنچانے نہیں آئی؟ ........ اور ........ یہ پہلا موقع تھا کہ رانی نے ایسی حرکت کی تھی؟"

"میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی ........ کیوں آخر بات کیا ہے"۔ میں بولا۔

"بات یہ ہے" کمار نے جواب دیا۔ "اگر مرہم لگانا رانی کے منصوبے میں ایک آخری چیز تھی اور اس کے بعد شیلا کی موت قطعی یقینی ہو گئی تھی تو جس وقت زہر مہلک اثر کر رہا تھا اس وقت شیلا کا دکان میں آنا جانا رانی کے لئے پریشان کن صورت حال پیدا کر سکتا تھا، ہو سکتا تھا کہ شیلا پر موت کا دورہ اسی جگہ پڑ جائے اور خطرناک سوالات پیدا کر دے۔ لہٰذا چالاکی اسی میں تھی۔ کہ رانی میں شیلا جو دلچسپی محسوس کرتی تھی۔ وہ سب ختم ہو جائے بلکہ شیلا اس سے نفرت کرنے لگے اور شاید اس کو بھول بھی جائے۔ یہ کام شیلا کے دماغ میں ایک ایسا خیال پیدا کر کے آسانی سے پورا کیا جا سکتا تھا۔ جو تنویمی عمل کے بعد قائم کیا اور اس کے دماغ میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد رانی سے متنفر ہو جائے یا بھول جائے۔ کیا شیلا کی ناپسندیدگی کی تشریح اس نکتہ سے اتنی ہی معقول طریقہ پر نہیں ہوتی جتنی کہ آپ نے تخیل و جذبات کے نظریہ سے کی ہے؟"۔

"بے شک" میں نے تسلیم کیا۔

"اور اس طریقہ پر یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ شیلا کے ساتھ رانی کیوں دروازے تک نہیں گئی"۔ کمار نے کہا۔ "اس کا منصوبہ کامیاب ہو چکا تھا۔ سارا معاملہ ختم ہو گیا تھا اور رانی نفرت کا آخری خیال شیلا کے ذہن میں پیوست کر چکی تھی۔ اب شیلا سے آئندہ کوئی رابطہ قائم رکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ چنانچہ رانی نے اس کو تنہا ہی جانے دیا۔ اس کی یہ حرکت اس شیطانی افسانے کے آخری باب کی پوری ترجمانی کرتی ہے"۔

وہ خیال میں کھویا ہوا بیٹھا رہا۔

"اب شیلا سے ملنے کی ضرورت نہ تھی ........ موت تک!" اس نے نیم سرگوشی میں کہا۔

میں نے چونک کر پوچھا ........ "اس سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"۔

"چھوڑیئے اس تذکرے کو" اس نے جواب دیا۔

وہ فرش پر چلتے ہوئے داغ کے پاس گیا۔ اور گڑیا کی آنکھوں کے چٹخے ہوئے شیشوں کو اٹھا لیا۔ وہ چنے کے دانے سے تقریباً دگنے تھے اور بظاہر کسی مسالہ کے بنے ہوئے تھے۔ کمار میز کے پاس پہنچا اور گڑیا کی پسلیوں کا جو بد صورت ڈھانچہ بچ گیا تھا اس پر نظر جما کر دیکھنے لگا۔

"آپ کا خیال ہے کہ آگ کی گرمی نے اس کو پگھلا دیا ہے"۔ اس نے پوچھا اور ڈھانچے کو اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ وہ مضبوطی سے میز پر جما ہوا تھا۔ کمار نے اس کو زور سے کھینچا ایک تیز جھنکار کی سی آواز ہوئی اور کمار نے چونک کر اس کو ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ یہ چیز فرش پر گری اور اس کا واحد تار اپنے پیچ و خم کو کھولنے لگا۔

ور پیچ و خم کھولتے ہوئے وہ ایک سانپ کی طرح فرش پر رینگنے لگا اور آخر کار کانپتا ہوا رک گیا۔

ہم نے اس کی طرف سے نظر ہٹا کر میز کی سمت دیکھا۔

وہ چیز جو کہ ایک لیٹے بغیر سر کے چپٹے جسم کی مانند نظر آتی تھی۔ اب غائب ہو چکی تھی۔ اس کی جگہ سرمے کی طرح مہین خاک کی ایک مقدار نظر آئی جو ایک محسوس نہ ہونے والی ہوا کی لہر میں ایک بگولے کی طرح چکر کاٹتی رہی۔ اور پھر یہ بھی غائب ہو گئی۔

"رانی اپنے خلاف ہر ثبوت کو نیست و نابود کرنا خوب جانتی ہے"۔ کمار بولا اور زور سے ہنس دیا لیکن اس ہنسی میں مسرت کا شائبہ بھی نہ تھا۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ کمار نے جس خیال کا اظہار کیا تھا وہی تھا خود میں نے اس گڑیا کے سر کے غائب ہو جانے پر گل خاں کے متعلق قائم کیا تھا لیکن اب گڑیا کے ڈھانچے کے غائب ہو جانے پر گل خان پر کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس معاملہ پر مزید بحث سے بچ کر ہم دونوں ملحقہ کمرے میں جلال کو دیکھنے کے لئے چلے گئے۔

دروازے پر دو آدمی پہرہ دے رہے تھے۔ وہ اخلاقاً اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم سے احترام و خوش طبعی سے گفتگو کی۔ ہم دبے پاؤں کمرے میں داخل ہوئے جلال خواب آور دوا کے اثرات سے آزاد ہو کر اب ایک فطری نیند میں غافل تھا۔ وہ ایک گہری اور شفا بخش نیند میں آسانی سے اور پرسکون طریقہ پر سانس لے رہا تھا۔

یہ کمرہ ایک خاموش عقبی حصے میں واقع تھا اور اس کے قریب نیچے کی طرف ایک احاطہ دار باغیچہ تھا۔ میرے دونوں مکان پرانی وضع کے ہیں ان کا تعلق اس قدیم کلکتہ سے ہے جو آج کی نسبت زیادہ پرسکون تھا۔ پھولوں کی بیلیں آگے اور پیچھے دونوں طرف دیوار ور



پر چڑھی ہوئی ہیں۔ میں نے نرس کو خبردار کر دیا کہ انتہائی خاموشی قائم رکھے اور روشنی کا ایسا انتظام کر دیا کہ جلال پر کم سے کم عکس پڑے۔ باہر جاتے ہوئے میں نے اسی طرح محافظین کو بھی خبردار کر دیا کہ ان کے سردار کا جلد شفایاب ہو جانا ان کی خاموشی پر منحصر ہے۔

اس وقت چھ بج چکے تھے۔ میں نے کمار سے کہا کہ کھانا میرے ساتھ ہی کھا لے اور اس کے بعد اسپتال جا کر میرے مریضوں کو دیکھ لے وہاں اگر ضرورت ہو تو مجھے بلا لے ورنہ نہیں میں چاہتا تھا کہ گھر پر ہی موجود رہوں۔ اور جلال کی بیداری کا انتظار کروں۔ ہم تقریباً کھانا ختم کر چکے تھے کہ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی کمار نے آلہ اٹھا کر جواب دیا۔

"گل خان بول رہا ہے"۔ اس نے مجھے بتایا۔ میں اٹھ کر ٹیلیفون کے پاس پہنچا۔

"ہیلو گل خان .......... میں ڈاکٹر شاہد بول رہا ہوں"۔

"سردار کا حالت کیسا ہے؟"

"بہتر ہے اب .......... میں توقع کر رہا ہوں کہ وہ کسی ساعت بھی بیدار ہو سکتا ہے اور بات چیت کر سکتا ہے"۔ میں نے جواب دیا اور بڑے غور سے سننے کی کوشش کی کہ اس خبر کا ردعمل اس پر کیا ظاہر ہوتا ہے۔

"یہ بہت خوشی کی بات ہے ڈاکٹر صاحب" اس کی آواز میں انتہائی گہرے اطمینان کے علاوہ اور کچھ نہ تھا سنئے ڈاکٹر صاحب! .......... ہم آشا سے ملاقات کر چکا ہے اور وہاں گھر پر آشا کا شوہر اجیت بھی موجود تھا۔ اس سے ہم کو ایک موقع مل گیا۔ ہم نے کہا چلو ذرا ادھر ادھر گھوم آئیں۔ آشا نے ہمارا تجویز پسند کیا اور اجیت کو گھر پر بچے کے ساتھ رکھ کر ہم دونوں وہاں سے چل دیا۔"

"آشا کو مکرجی کی موت کا حال معلوم ہے؟ میں نے کہا۔

"نہیں! .......... اور ہم نے بھی نہیں بتایا" گل خاں بولا "اب سنئے! ہم آپ کو بتا چکا ہے کہ کماری .......... کیا کہا آپ نے؟ .......... ہاں ہاں .......... وہی روپ کماری .......... کمل رائے کا محبوبہ .......... ہاں .......... آپ ہم کو بات کرنے دیجئے .......... سنئے؟ ہم آپ کو بتا چکا ہے کہ روپ کماری کو آشا کے بچے سے عشق تھا۔ گذشتہ ماہ کے ابتدائی حصے میں ایک دن روپ کماری ایک بہت اچھا گڑیا اس بچے کے واسطے لے کر آیا .......... مگر ساتھ ہی ایک زخمی ہاتھ بھی لایا۔ اس نے بتایا کہ یہ اسی مقام سے لایا ہے جہاں سے گڑیا پایا تھا .......... آشا کو اس نے یہی بتایا تھا .......... کیا کہا؟ .......... نہیں بابا .......... اس دیو نما عورت نے روپ کماری کو ہاتھ نہیں بلکہ گڑیا دیا تھا .......... ہاں ہاں .......... روپ کماری کے ہاتھ پر

زخم اسی جگہ سے لگا تھا جہاں سے اس نے گڑیا حاصل کیا تھا یہی تو ہم نے کہا ہے بابا! ............ دیو نما عورت نے اس کے ہاتھ پر مرہم وغیرہ باندھ دیا تھا۔ اس نے روپ کماری کو یہ گڑیا مفت دے دیا کیونکہ دیو نما عورت اس کو بہت حسین خیال کرتا تھا اور وہ اس عورت کے سامنے نمونہ بننے پر آمادہ ہو گئی تھی۔ ........ نمونہ آپ نہیں پیش کرتا ہے کہ اس کی شکل کا مجسمہ بنائے۔ ...... روپ کماری اس بات پر بہت خوش ہوا کیونکہ وہ اپنے کو حسین تصور کرتا تھا۔ اور اس کا یہ بھی خیال تھا کہ یہ دیو نما عورت ایک اونچے درجے کا فن کار ہے ............ تقریباً ایک ہفتہ بعد آشا کے گھر آیا اور گڑیا کو دیکھا۔ روپ کماری اس وقت آشا کے گھر ہی تھا۔ چچہ کی وجہ سے مکرجی کو روپ کماری سے رقابت و حسد ہو گیا۔ اور اس نے روپ کماری سے پوچھا کہ یہ گڑیا اس کو کہاں سے دستیاب ہوا۔ روپ کماری نے بتا دیا کہ یہ گڑیا اس کو ایک عورت نے دیا ہے جس کا نام رانی ہے اس نے مکرجی کو رانی کی دوکان کا پتہ بھی بتلا دیا۔ مکرجی بولا یہ گڑیا ایک لڑکی ہے اور اس کے لئے ایک ایسا اور گڑیا ہونا چاہیے جو کہ لڑکا ہو۔ اس کے ایک ہفتے بعد مکرجی بھی ایک گڑیا لے آیا۔ جو کہ مرد کا شکل کا تھا۔ آشا نے اس سے پوچھا کہ کیا اس نے بھی گڑیا کا قیمت اتنا ہی ادا کیا ہے جتنا کہ روپ کماری نے کیا تھا۔ اور اپنا مجسمہ بنوانے کا نمونہ پر آمادہ ہوا تھا۔ آشا نے بتایا کہ مکرجی کی باتوں سے پتہ چلتا تھا کہ زیادہ قیمت اس نے ادا نہیں کیا۔ وہ یہ پوچھنے والی تھی کہ کیا مکرجی کو گڑیا والا عورت اس قدر حسین سمجھتا ہے کہ اس کا نمونہ بنانا چاہتی ہے لیکن چچہ نے اس دوسرا گڑیا کو دیکھ کر ایسا شور مچایا کہ آشا یہ پوچھنا بھول گیا۔ اس کے بعد مکرجی اس ماہ کی پہلی تاریخ تک پھر آشا کے گھر نہیں آیا اس مرتبہ مکرجی کے ہاتھ پر مرہم وغیرہ بندھا ہوا تھا۔ آشا نے مذاق میں دریافت کیا کہ کیا یہ زخم بھی اس کو اسی جگہ سے ملا ہے جہاں سے وہ گڑیا لایا تھا۔ وہ حیرت زدہ ہو گیا اور بولا۔ "ہاں" ........ مگر یہ بات تم کو کیسے معلوم ہوا؟ ........ جی ہاں ...... آشا نے بتایا کہ مکرجی نے اس سے یہی کہا تھا ........ کیا فرمایا آپ نے؟ ........ کیا وہ مرہم وغیرہ مکرجی کے ہاتھ پر رانی نے باندھا تھا؟ ........ جی نہیں یہ بات ہم کو معلوم نہیں ہم سوچتا ہے ایسا ہوا ہوگا۔ آشا نے ایسا نہیں بتایا اور ہم دریافت بھی نہیں کیا۔ سنئے ڈاکٹر صاحب! ہم آپ کو اب بتا رہا ہے اس کو معلوم کرنے کے لئے ہمارا بہت مدت صرف ہوا ہم کبھی ادھر کا بات کرتا تھا اور کبھی ادھر کا اور پھر لاپرواہی سے ایک آدھ بات پوچھ لیتا تھا جو ہمارے مطلب کا ہو بہت زیادہ سوالات کرنے سے ہم خوف کھاتا ہے ........ کیا فرمایا؟ ........ ارے نہیں بابا!

ہم وئی برا نہیں مانتا ........ جی ہاں ہم کو خو. بھی یہ سب کچھ بے حد عجیب معلوم ہوتا



ہے مگر جیسا کہ ہم کہہ چکا ہے۔ ہم زیادہ بات پوچھتا ہوا خوف محسوس کرتا ہے۔ آشا بہت عقلمند ہے .......... بہر حال جب سردار گذشتہ دن یہاں آشا کے پاس آیا تو اس نے بھی ہمارا ہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس نے دونوں گڑیا کا بہت تعریف کیا اور آشا سے دریافت کیا کہ یہ دونوں گڑیا اس کو کہاں سے دستیاب ہوا اور ان پر کتنا رقم خرچ ہوا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کو یاد ہوگا ہم نے آپ سے کہا تھا کہ ہم باہر کار میں ہی تھا جبکہ سردار اندر آشا کے پاس تھا۔ یہ اس کے بعد ہی کا واقعہ ہے کہ سردار گھر واپس گیا۔ بہت سا ٹیلیفون کیا اور پھر دیو نما عورت کے پاس بہت عجلت سے پہنچا ......... جی ہاں ......... بس یہی سارا قصہ ہے ......... کیا آپ کو اس میں کوئی مطلب کا بات نظر آیا؟ ......... بہت خوب ........ تب تو بہت اچھا ہے"۔

وہ ایک دو لمحات تک خاموش رہا لیکن ٹیلیفون کے قطع ہونے کی آواز مجھے نہ آئی میں نے پوچھا:۔

"کیا تم ابھی موجود ہو گل خاں؟"۔

"جی ہاں ......... ہم محض سوچ رہا تھا" اس نے کھوئی ہوئی آواز میں جواب دیا "ہم یقیناً یہ سوچتا ہے کہ جب سردار کو ہوش آئے تو ہم آپ کے پاس موجود ہو۔ لیکن بہتر بات یہ ہے کہ ہم جا کر یہ دیکھے کہ ہمارا سب آدمی وہاں رانی کی دکان پر کیا کر رہا ہے اگر زیادہ دیر نہ ہوا تو آپ کو پھر پکارے گا ......... خدا حافظ"۔

اپنے پریشان حالات کی شیرازہ بندی کی کوشش کرتے ہوئے میں کمار کے پاس واپس پہنچا۔ میں نے اس سے گل خاں کی تمام باتوں کا حال لفظ بہ لفظ سنا دیا۔ وہ میرے سلسلہ کلام کے درمیان کچھ نہ بولا۔ جب میں کہہ چکا تو اس نے کہا۔

"روپ کماری اس رانی عورت کے پاس جاتی ہے اس سے ایک گڑیا پاتی ہے اس عورت کی درخواست پر ماڈل کے طور پر خود کو پیش کرتی ہے۔ وہاں اس کو زخم لگتا ہے۔ اس کی مرہم پٹی کی جاتی ہے اور پھر وہ مر جاتی ہے۔ مکرجی رانی کے پاس جاتا ہے گڑیا حاصل کرتا ہے زخمی ہو جاتا ہے اور غالباً اسی جگہ اس کی مرہم پٹی ہوتی ہے ......... اور پھر وہ بھی روپ کماری کی طرح مر جاتا ہے آپ نے مکرجی کا پتلا دیکھا ہی ہے جس کے لئے یہ ظاہر ہے کہ مکرجی نے خود کو بطور ماڈل پیش کیا ہوگا۔ شیلا کے ساتھ بھی یہی واقعات پیش آئے ہیں اور وہ بھی مکرجی اور روپ کماری کی طرح مر جاتی ہے ......... اب آپ ان تمام باتوں سے کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟"

اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میں بوڑھا اور ضعیف و خستہ ہو گیا ہوں۔ ہم علت و معلول کی جس بہترین منظم دنیا میں رہ کر عقل و خرد کی ہمہ گیری پر ایمان رکھتے آئے ہیں اگر اسی کی

دیواریں ہماری آنکھوں کے معائنے ایک ایک کر کے کرنے لگیں تو منظر انسان کی دماغی قوتوں کے لئے یقیناً فرحت بخش نہیں ہو سکتا۔ میں نے تھکاوٹ کے انداز میں کہا۔

"مجھے معلوم نہیں کہ ان سے کیا نتیجہ اخذ کیا جائے"۔

کمار اٹھ کر میرے پاس آیا اور میرے شانوں پر تھپکی دے کر بولا۔

"اب تھوڑی دیر اور چاہیے۔ اگر جلال بیدار ہوا تو نرس آپ کو بلا لے گی۔ ہم اس راز کی تہہ کو پہنچ کر ہی دم لیں گے۔"

"خواہ ہم کو اس کا شکار ہی کیوں نہ ہونا پڑے"۔ کمار نے دہرایا لیکن مسکرایا نہیں۔

کمار چلا گیا تو میں دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ اس کے بعد اپنے دماغ سے ان خیالات کو دور کرنے کا ارادہ کر کے میں نے کچھ کتابیں پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن میری طبیعت بہت زیادہ بے چین سی تھی۔ اور میں نے جلد ہی مطالعہ ترک کر دیا۔ اس کمرے کی طرف جہاں جلال لیٹا ہوا تھا۔ میرا مطالعہ کا کمرہ بھی عمارت کے عقبی حصے میں ہے۔ اور اس کی کھڑکیاں نیچے چھوٹے باغیچہ کی طرف کھلتی ہیں۔ میں کھڑکی کے پاس پہنچا اور باہر دیکھنے لگا۔ مگر دراصل میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔ پہلے سے کہیں زیادہ مجھے یہ احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک بند دروازے کے سامنے کھڑا ہوں جس کو کھولنا انتہائی اہم ہے میں مڑ کر پھر کمرے میں آگیا اور یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ اس وقت دس بجنے والے تھے۔ میں نے روشنی دھیمی کر دی اور اپنے آرام دہ بستر پر لیٹ گیا۔ تقریباً فوراً ہی مجھے نیند آگئی۔

اچانک چونک کر میری آنکھ کھل گئی مجھے محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے کان میں کچھ کہا ہے۔ بستر پر بیٹھ کر میں سننے لگا۔ میرے چاروں طرف گہری خاموشی چھائی تھی...... اور یکایک مجھے محسوس ہوا کہ یہ خاموشی کچھ عجیب قسم کی تھی ......... نامانوس اور روح کو دبانے والی خاموشی......... ایک گہری اور مردہ خاموشی جو کہ میرے کمرے میں مستول تھی اور جس کے درمیان سے ہو کر باہر کی کوئی بھی آواز نہیں آسکتی تھی میں کود کر کھڑا ہو گیا۔ اور کمرے کے تمام قمقمے روشن کر دیے......... خاموشی پسپا ہوتی محسوس ہونے لگی جیسے کسی ٹھوس مادی چیز کی طرح کمرے سے بہہ کر باہر نکل رہی ہو......... لیکن آہستہ آہستہ ......... اب میں کلاک کی آواز سن سکتا تھا......... ٹک ٹک کی ایک یکایک آواز ......... جیسے اس کی آواز کو خاموش رکھنے والا، ایک غلاف اس کے اوپر سے اچانک گھسیٹ کر اتار دیا گیا ہو!...... میں نے اکتا کر اپنا سر ہلایا اور کھڑکی کے پاس پہنچا رات کی سرد ہوا میں سانس لینے کے لئے میں باہر کی طرف جھک گیا......... دیوار پر چڑھی ہوئی انگور کی بیل پر سہارا دے کر میں تھوڑا سا اور جھکا تا کہ میں جلال کے کمرے کی کھڑکی کو دیکھ سکوں۔ مجھے



انگور کی بیل پر ایک تھرتھری سی محسوس ہوئی جیسے کوئی اس کو آہستہ آہستہ ہلا رہا ہو......... جیسے کوئی چھوٹا سا جانور اس پر چڑھ رہا ہو۔

اچانک جلال کے کمرے میں کھڑکی پوری طرح روشن ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی میری پشت کی طرف ملحقہ کمرے کی وہ الارم گھنٹی گونج اٹھی جس کا مطلب یہ تھا کہ فوراً مجھے طلب کیا جا رہا ہے۔ میں تیزی کے ساتھ اپنے کمرے سے نکلا اور دوڑتا ہوا سیڑھیوں کے اوپر چڑھتا چلا گیا۔

جب میں رواں دواں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ دروازے پر وہ محافظ موجود نہ تھے دروازہ کھلا ہوا تھا......... اس کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی میں پتھر کی طرح ساکت وصامت کھڑا رہ گیا مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

ایک محافظ اپنا ریوالور سنبھالے کھڑکی کے قریب گھات سی لگائے بیٹھا تھا دوسرا محافظ فرش پر پڑے ہوئے ایک انسانی جسم کے قریب دوزانو تھا اور اس کا ریوالور میری طرف اٹھا ہوا تھا۔ اپنی میز کے سامنے نرس بیٹھی ہوئی تھی......... اس کا سر اس کے سینے پر جھکا ہوا تھا......... وہ یا تو بے ہوش تھی یا خوابیدہ......... چارپائی خالی تھی۔ فرش پر پڑا ہوا جسم جلال کا تھا۔

محافظ نے اپنا ریوالور نیچے جھکا لیا۔ میں جلال کے قریب گھٹنوں کے بل جھک گیا وہ اوندھے منہ پڑا ہوا تھا......... اپنی چارپائی سے چند فٹ دور......... میں نے اس کا رخ سیدھا کیا اس کے چہرے پر موت کی زردی تھی۔ لیکن اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

"اس کو چارپائی پر لٹانے میں میری مدد کرو۔" میں نے محافظ سے کہا۔ "اس کے بعد وہ دروازہ بند کر لو"۔

خاموشی کے ساتھ اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ کھڑکی کے قریب والے محافظ نے ایک ساعت کے لئے بھی نگرانی کو کم نہ کرتے ہوئے اپنے گوشہ دہن کے ذریعہ مجھ سے پوچھا۔

"سردار مر گیا؟"۔

"ابھی نہیں" میں نے جواب دیا اور اس کے بعد غصہ سے بولا۔ "آخر تم لوگ یہ کس قسم کے محافظ ہو؟"۔

وہ محافظ جس نے دروازہ بند کیا تھا ایک پھیکی ہنسی ہنسا۔

"ابھی کمرے میں ایک اور آدمی بھی ہے جس سے آپ کو یہی جواب طلب کرنا ہو گا اکٹر صاحب"۔ وہ بولا۔

ڈاکٹر صاحب وہ بولا۔

میں نے ایک نظر نرس پر ڈالی وہ ابھی تک سمٹی سمٹائی اسی انداز سے بیٹھی ہوئی تھی جیسے بیہوش ہو یا گہری نیند میں غافل ہو میں نے جلال کے جسم کو برہنہ کر دیالور غور سے اس کا معائنہ کیا۔ اس پر کوئی نشان موجود نہ تھا۔ میں نے ایڈری نالین کی کچھ مقدار منگوائی۔ اس کا ایک انجکشن جلال کے لگایا اور اس کے بعد نرس کے پاس جا کر اس کو ہلایا۔ وہ بیدار نہ ہوئی۔ میں نے اس کی آنکھوں کے پپوٹے لوپر اٹھائے اس کی آنکھوں کی پتلیاں کٹی ہوئی تھیں میں نے ان پر تیز روشنی کی تیز چمک ڈالی لیکن کوئی اثر ظاہر نہ ہوا۔ اس کی نبض اور سانس کی رفتار ضعیف تھی لیکن خطرناک حد تک کم نہ تھی۔ میں نے ایک لمحے کے لئے اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا اور محافظین کی طرف مخاطب ہوا۔

"یہ کیا واقعہ ہوا؟" میں نے پوچھا۔

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف گھبراہٹ سے دیکھا۔ کھڑکی کے قریب والے محافظ نے اپنا ہاتھ اس طرح ہلایا گویا دوسرے کو بولنے کا حکم دے رہا ہے۔ دوسرے محافظ نے کہا۔

"ہم وہاں دروازے کے باہر بیٹھے ہوئے تھے اچانک مکان میں ایک گہرا سناٹا چھا گیا میں نے اپنے اس ساتھی ہندرا سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے خاموش کرنے والا غلاف چڑھا دیا ہے۔ یہ بولا کہ ہاں ........ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے اس کے بعد ہم بیٹھے ہوئے سننے کی کوشش کرتے رہے یکایک یہاں کمرے کے اندر سے ہم کو دھم کی ایک آواز آئی ...... جیسے کوئی اپنی چارپائی سے گر گیا ہو ہم دروازہ کھول کر اندر جھپٹے یہاں سردار فرش پر پڑا ہوا تھا جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے ........ اور نرس اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہم نے الارم گھنٹی بجا دی اور کسی کے آنے کا انتظار کرنے لگے ........ بس یہی سارا ماجرا ہے ........ ٹھیک ہے نا ہندرا؟"۔

"ہاں کھڑکی کے قریب والے محافظ نے کہا۔ میرے خیال میں یہی واقعہ ہے میں نے شک و شبہ سے اس پر نظر ڈالی۔

"تمہارے خیال میں یہی واقعہ ہے؟" میں بولا۔ "تمہارا مطلب کیا ہے؟ تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ ہاں یہی واقعہ ہے؟"۔

ایک بار انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

"بہتر یہی ہے رحمت کہ صاف صاف بتادو۔" کھڑکی والے محافظ نے کہا۔

"مگر ڈاکٹر صاحب یقین نہ کریں گے"۔ دوسرا بولا۔



"تو کوئی اور یقین کرے گا ........ کچھ بھی ہو ........ بتادو"۔

محافظ رحمت نے کہا۔ "جب ہم نے دروازہ کھولا تو ہمیں یہاں کھڑکی کے قریب دو لڑتی ہوئی بلیوں کی طرح کی چیز نظر آئی۔ سردار فرش پر پڑا تھا۔ ہمارے ہاتھوں میں ریوالور تیار تھے لیکن آپ نے ہم کو خاموشی کی ہدایت کر دی تھی اس کی وجہ سے ہم گولی چلانے سے ڈرتے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ہم کو ایک عجیب سی آواز باہر سے آئی۔ جیسے کوئی شخص بانسری بجا رہا ہو وہ دونوں چیزیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں کود کر کھڑکی پر پہنچیں اور باہر کی طرف کود گئیں۔ ہم لپک کر کھڑکی کے پاس پہنچے لیکن ہمیں وہاں کچھ بھی نظر نہ آیا۔

"تم نے وہ چیزیں کھڑکی میں دیکھی تھیں اس وقت وہ کیسی معلوم ہوتی تھیں" میں نے پوچھا۔

"تم بتاؤ ہندرا"۔ رحمت بولا۔

"وہ پتلیاں معلوم ہوتی تھیں ........ گڑیاں!"۔

میری ریڑھ کی ہڈی میں ایک کپکپی دوڑتی چلی گئی اسی جواب کی مجھے توقع تھی دہشت تھی ........ کھڑکی کے باہر ........ مجھے یاد آیا کہ جب میں نے ہاتھ کا سہارا لیا تو انگور کی بیل کانپ رہی تھی ........ رحمت نے میری طرف دیکھا اور حیرت سے اس کا منہ کھل گیا۔

"خدا کی پناہ!" وہ بولا "ڈاکٹر صاحب کو تو یقین آ گیا ہندرا!"۔

میں نے کوشش کر کے زبان کھولی اور پوچھا" ........ کس قسم کی گڑیاں تھیں وہ

کھڑکی والے محافظ نے اس مرتبہ زیادہ وثوق کے ساتھ جواب دیا ........ ان میں سے ایک گڑیا کو تو ہم اچھی طرح نہیں دیکھ سکے۔ البتہ دوسری گڑیا آپ کی نرسوں میں ہی سے ایک نرس کی طرح تھی۔ بشرطیکہ وہ سکڑ کر تقریباً دو فیٹ کی ہو جائے!"۔

نرسوں میں ہی سے ایک نرس! ........ شیلا! ........ ضعف و نقاہت کی ایک موج نے مجھے بے قابو کر دیا اور میں بے اختیار جلال کی چارپائی کے کنارے پر بیٹھ گیا۔

فرش پر سرہانے کی طرف کوئی سفید سی چیز مجھے نظر آئی۔ میں بیوقوفوں کی طرح اس کو دیکھتا رہا۔ پھر جھک کر اس کو اٹھا لیا۔

یہ ایک نرس والی ٹوپی تھی ........ ان ٹوپیوں کا ایک چھوٹا سا نمونہ جو میری نرسیں پہنتی ہیں۔ جسامت میں یہ بالکل اتنی تھی کہ دو فیٹ کی گڑیا کے سر پر ٹھیک آ جائے۔

جس جگہ یہ ٹوپی پڑی تھی اسی جگہ ایک اور بھی چیز موجود تھی۔ میں نے اس کو بھی اٹھا لیا یہ بالوں کا ایک گرہ فیتہ تھا ........ زردی مائل سیاہ بالوں کا ........ اور اس پر غیر

مساوی اور بے ترتیب فاصلے پر نو عدد گرہ لگی ہوئی تھیں۔

محافظ رحمت میرے قریب کھڑا ہوا پریشانی سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے پوچھا:۔

"آپ اپنے کسی اور آدمی کو بلانا چاہیں تو بلا لاؤں؟"

"یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ گل خاں کہاں ہے" میں نے اس کو حکم دیا اور اس کے بعد دوسرے محافظ سے کہا کھڑکیاں بند کر دو اور چٹخنی لگا دو اور پردے گرا دو۔ اس کے بعد دروازہ مقفل کر دو"۔

رحمت نے ٹیلیفون کرنا شروع کیا۔ ٹوپی اور گرہ فیتے کو اپنی جیب میں رکھ کر میں نرس کے پاس گیا۔ اس کی حالت تیزی سے درست ہو رہی تھی اور ایک یا دو منٹ میں میں نے اس کو بیدار کر دیا۔ پہلے پہل اس کی آنکھوں نے میری طرف ایسے دیکھا گویا پریشان اور سمجھنے سے قاصر ہو اس کے بعد اس نے روشن کمرے اور ان دونوں محافظین کی موجودگی کا احساس کیا۔ اور پریشانی کی جگہ خوف و ہراس نے لے لی۔ وہ کود کر کھڑی ہو گئی۔

"میں نے آپ کو آتے نہیں دیکھا! .......... کیا میں سو گئی تھی؟ .......... کیا واقعہ ہوا ہے؟ .......... اس کا ہاتھ بے اختیار اس کے گلے کی طرف بڑھ گیا۔

"میں امید کر رہا ہوں کہ تم ہم کو کچھ بتاؤ گی"۔ میں نے نرمی سے کہا۔

اس نے میری طرف نظر جما کر دیکھا جیسے وہ میرا مفہوم ہی نہ سمجھی ہو اور پھر وہ پریشانی سے بولی .......... مجھے معلوم نہیں .......... اچانک خاموشی خوفناک سی ہو گئی .......... میرا خیال ہے میں نے کوئی چیز کھڑکی میں حرکت کرتے دیکھی تھی .......... اس کے بعد ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی .......... اور اس کے بعد میں نے یہی دیکھا کہ آپ جھک کر مجھے دیکھ رہے ہیں"۔

میں نے پوچھا .......... تم نے کھڑکی میں جو کچھ دیکھا کیا اس کے متعلق کوئی بات یاد کر کے بتلا سکتی ہو؟ .......... کوئی معمولی سے معمولی بات .......... کوئی ہلکا سا احساس و خیال کوشش کرو"۔

"کھڑکی میں کوئی سفید سی چیز تھی" اس نے ہچکچاتے ہوئے جواب دیا .......... مجھے احساس ہوا کہ کوئی شخص .......... کوئی چیز .......... مجھے غور سے دیکھ رہی ہے .......... اس کے بعد خوشبو آئی .......... پھولوں کی سی خوشبو .......... اور بس"۔

رحمت نے ٹیلیفون رکھ دیا اور بولا .......... معاملہ ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب ہمارے آدمی گل خان کی تلاش میں لگ گئے۔ اب فرمائیے؟"۔

"مس روزی!" میں نے نرس سے مخاطب ہو کر کہا میں تمہیں اب باقی رات کے لئے



چھٹی دیتا ہوں۔ تم جا کر آرام کرو اور میں چاہتا ہوں کہ تم سو جاؤ .......... فی الحال تمہیں آرام کی ضرورت ہے کہ .......... میں نے ایک دوا کا نام بتا کر اس کے استعمال کا حکم دیا۔

"آپ مجھ سے ناراض تو نہیں؟ آپ کا یہ خیال تو نہیں کہ میں نے لاپرواہی کی ہے؟"۔

"نہیں .......... دوبارہ نہیں"۔ میں نے مسکرا کر اس کے شانے پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

"مریض کی حالت میں ایک غیر معمولی تبدیلی پیدا ہو گئی ہے اور بس .......... اب اور سوالات نہ کرو"۔

میں اس کے ساتھ دروازے تک گیا اور دروازہ کھول دیا۔

"ٹھیک ٹھیک وہی کرنا جیسا میں نے کہا ہے"۔

میں نے اس کے جانے کے بعد دروازے کو بند کر کے مقفل کر لیا۔

میں جلال کے قریب جا بیٹھا۔ اس کو جو صدمہ پہنچا تھا وہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ ظاہر تھا کہ اس کی وجہ سے جلال یا تو بالکل اچھا ہو جائے گا۔ جب میں اسے غور سے دیکھ رہا تھا اس کے جسم میں ایک کپکپی سی دوڑ گئی آہستہ آہستہ ایک بازو جس کی مٹھی سختی سے بند تھی اوپر اٹھنے لگا اس کے لبوں میں حرکت پیدا ہوئی وہ انگریزی زبان میں کچھ بولا مگر اس قدر تیزی کے ساتھ کہ میں ایک لفظ بھی نہ پکڑ سکا۔ اس کا بازو پھر نیچے گر پڑا۔ میں چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا مفلوج کن اثرات جسم سے غائب ہو چکے تھے۔ اب وہ حرکت کر سکتا تھا اور بول سکتا تھا لیکن کیا پورے ہوش میں آنے کے بعد بھی وہ ایسا کر سکے گا؟ اس سوال کا فیصلہ میں نے اگلے چند گھنٹوں کے اوپر چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ اور میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

"اب ذرا میری بات غور سے سنو"۔ میں نے دونوں محافظین سے کہا جو کچھ میں کہنے والا ہوں وہ خواہ تم کو کتنا ہی عجیب کیوں نہ معلوم ہو تم کو معمولی سے معمولی بات میں میرے حکم کی تعمیل کرنی ہو گی۔ تمہارے ایسا کرنے پر ہی جلال کی زندگی منحصر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں سے ایک آدمی یہاں میز پر میرے پیچھے قریب ہی بیٹھ جائے اور دوسرا آدمی جلال کے پاس سرہانے کی طرف اور میرے اور جلال کے درمیان بیٹھ جائے۔ اگر میں سویا ہوا ہوں تو جلال بیدار ہو جائے تو مجھے جگا دو۔ اگر تم اس کی حالت میں کوئی بھی تبدیلی دیکھو فوراً مجھے جگا دو .......... یہ بات سمجھ گئے نا؟"۔

"بالکل"۔ وہ بولے۔

"ٹھیک! .......... اب میں تم کو سب سے اہم بات بتاتا ہوں تمہیں چاہئے کہ میری

بہت زیادہ نگرانی کرو۔ تم میں سے جو شخص میرے پیچھے بیٹھے گا اس کو لازم ہے کہ ایک سیکنڈ کیلئے بھی اپنی نظریں میری طرف سے نہ ہٹائے اگر میں تمہارے سردار کے قریب جاؤں گا تو مجھے صرف تین باتوں میں سے کسی ایک کے کیلئے جانا چاہئے............اس کے دل کی حرکت اور سانس کی حرکت کو سننے کیلئے............اس کی آنکھوں کے پپوٹوں کو اوپر اٹھانے کے لئے............اور اس کا ٹمپریچر لینے کیلئے............اگر میں بیدار ہوتا معلوم ہوں اور ان تین باتوں کے علاوہ کوئی اور بات کرنے کی کوشش کروں تو مجھے فوراً روک دو اگر میں مزاحمت کروں تو مجھے بے قابو بنادو............مجھے باندھ دو اور میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دو............مگر نہیں............کپڑا نہ ٹھونسو............بلکہ میری بات کو سنو اور جو کچھ کہوں اسے یاد رکھو اس کے بعد ڈاکٹر کمار کو ٹیلیفون کردو............اس کا نمبر یہ ہے"۔

میں نے نمبر لکھا اور انکی طرف بڑھا دیا۔

"لیکن ضرورت سے زیادہ میری مرمت نہ کردینا!" میں نے کہا اور ہنس دیا۔

انہوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا وہ بہت متوحش نظر آتے تھے۔

"اگر آپ کا یہی حکم ہے ڈاکٹر صاحب تو............"۔

"ہاں میرا یہی حکم ہے اس کی تعمیل میں پس و پیش نہ کرنا اگر تم ایسا کرو گے تو اس کے نتائج کی کوئی ذمہ داری تم پر نہ ہوگی"۔

"ڈاکٹر صاحب جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہے ہیں رحمت بھائی" ہندرا بولا۔

"بہت بہتر" رحمت نے کہا۔

میں نے نرس کی میز کے قریب والے قمقمے کے علاوہ اور سب روشنی گل کردی میں آرام کرسی پر دراز ہوگیا اور روشنی کو ایسے رکھا کہ میرا چہرہ صاف صاف نظر آرہا تھا اور چھوٹی سی سفید ٹوپی نے جو کہ میں نے فرش سے پائی تھی مجھے بری طرح سہا دیا تھا! میں نے اس کو جیب میں سے نکالا اور میز کی دراز میں رکھ دیا ہندرا نے جلال کے قریب اپنی نشست قائم کی رحمت نے ایک کرسی آگے کھینچی اور میری طرف رخ کرکے بیٹھ گیا میں نے اپنا ہاتھ اپنی جیب میں ڈال لیا اور گرہ دار فیتے کو پکڑ لیا............آنکھیں بند کرلیں............اپنے دماغ کو تمام خیالات سے خالی کردیا اور آرام کرنے لگا میرے ذہن میں ایک معقول و صاحب فہم کائنات کا جو تصور تھا اس کو کم از کم تھوڑی دیر کیلئے ترک کرکے میر پراسرار رانی کی کائنات کے تصور کو کارفرما ہونے کی اجازت دینے کا ارادہ کرچکا تھا!۔

بہت ہلکی سی آواز میں میں نے گھڑی کو ایک بجاتے ہوئے سنا............میں سو گیا۔



کسی جگہ............نہ جانے کہاں............ایک تیز آندھی گرجتی ہوئی چل رہی تھی وہ میرے چاروں طرف چکر کاٹ کر مجھ پر ٹوٹ پڑی............مجھے اڑالے گئی............مجھے معلوم ہورہا تھا کہ میرا کوئی جسم نہیں ہے............میری کوئی شکل و صورت ہی نہیں ہے............بایں ہمہ میں ایک وجود رکھتا تھا............ایک بے شکل وصورت وجود جو کہ اس آندھی میں چکر کھا رہا تھا۔ وہ مجھے ایک لامحدود فاصلے پر اڑائے لئے جاتی تھی............خود کو غیر مادی اور بے جسم محسوس کرنے کے باوجود میں محسوس کررہا تھا کہ یہ آندھی میرے اندر ایک غیر ارضی قوت انڈیل رہی تھی میں آندھی کے ساتھ ایک غیر انسانی مسرت کے عالم میں گرجنے لگا تیز آندھی نے پھر چکر سے کاٹے اور ناقابل پیائش فاصلوں سے اڑا کر مجھے واپس لے آئی............

مجھے محسوس ہوا کہ میں جاگ گیا ہوں............غیر انسانی مسرت کی وہ لہر ابھی تک میرے اندر دوڑ رہی تھی............اوہو!............یہ ہے سامنے وہ چیز جس کو مجھے برباد کرنا ضروری ہے!............وہ سامنے چارپائی پر............اس کو ہلاک کرنا ضروری ہے تاکہ میرے اندر یہ مسرت کی لہر ختم نہ ہوجائے............اس کو ہلاک کرنا ضروری ہے تاکہ تیز آندھی پھر مجھے اڑالے جائے اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ میری خوراک بناسکے............لیکن ہوشیار............خبردار............وہاں............وہاں گردن میں ٹھیک کان کے نیچے............اسی جگہ مجھے اپنا ہتھیار اس سامنے والے جسم میں تیرادینا چاہئے............پھر تیز آندھی کے ساتھ اڑ جانا چاہئے............وہاں جہاں مسرت کی لہر دوڑتی ہے............مجھے کونسی چیز آگے بڑھنے سے روک رہی ہے؟............ہوشیار............خبردار............میں اس کا ٹمپریچر لینے جارہا ہوں"............ہاں یہ ٹھیک ہے............ہوشیار............"میں اس کا ٹمپریچر لینے جارہا ہوں"............اب بس ایک تیز جست............اور پھر اس کی گردن میں جہاں رگ پھڑک رہی ہے............"نہیں یہ چیز لے کر تم وہاں نہیں جا سکتے"!............یہ کس نے کہا؟............ابھی تک مجھے گرفت میں لئے ہوئے ہے۔............قہر و غضب............خون آشام اور بے رحم............تاریکی اور ایک زبردست گرج کی آواز............ہر لحظہ دور ہوتی ہوئی............"۔

میں نے ایک آواز سنی "پھر ایک چپت لگاؤ رحمت!............لیکن اتنا زور دار نہیں!............وہ ہوش میں آرہا ہے"............میں نے اپنے چہرے پر ایک تکلیف دہ چپت محسوس کیا۔ ناچتا ہوا کمرہ میری آنکھوں کے سامنے سے صاف ہوگیا میں اس وقت نرس کی میز اور جلال کی چارپائی کے درمیان تقریباً وسط میں کھڑا ہوا تھا ہندرا میرے

دونوں بازو میرے دونوں پہلوؤں پر دبا کر پکڑے ہوئے تھا رحمت کا ہاتھ ابھی تک اوپر اٹھا ہوا تھا میرے ہاتھ میں کوئی چیز مضبوطی سے پکڑی ہوئی تھی میں نے نیچے اوپر ہاتھ کی طرف نظر ڈالی.......... یہ ایک چمکدار نشتر تھا.......... استرے سے زیادہ تیز!۔

میں نے نشتر ہاتھ سے گرا دیا اور پر سکون آواز میں بولا.......... "اب میں ٹھیک ہوں اب تم مجھے آزاد کر سکتے ہو"۔

رحمت نے کوئی جواب نہ دیا بندرا نے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کی میں نے گردن موڑ کر دیکھا۔ ان دونوں کے چہرے کفن کی طرح سفید تھے میں نے کہا!۔

"بالکل وہی ہوا جس کی مجھے توقع تھی میں نے اسی لئے تم کو ہدایات دی تھیں اب یہ تماشا ختم ہو چکا ہے تم چاہو تو اپنے ریوالور میری طرف قائم رکھ سکتے ہو"۔

بندرا نے میرے بازوؤں کو آزاد کر دیا میں نے آہستہ سے اپنے رخسار کو چھو کر دیکھا اور نرمی سے بولا۔

"تم نے چپت ضرور زوردار لگایا ہوگا رحمت!"

اس نے کہا "اگر آپ اپنا چہرہ دیکھ سکتے ڈاکٹر صاحب تو آپ کو تعجب ہوتا کہ میں نے اس کا کچومر کیوں نہ نکال دیا"۔

میں نے اپنے سابقہ قہر و غضب کی شیطنیت کا اب پورا احساس کرتے ہوئے رحمت کی تائید میں اپنا سر ہلایا اور پوچھا۔

"میں کیا کر رہا تھا؟"۔

رحمت نے کہا.......... "آپ بیدار ہوئے اور ایک منٹ تک وہاں بیٹھے ہوئے غور سے سردار کی طرف دیکھتے رہے اس کے بعد آپ نے دراز میں سے کوئی چیز نکالی اور اٹھ کھڑے ہوئے آپ نے کہا کہ آپ اس کا ٹمپریچر لینے جا رہے ہیں آپ سردار کی طرف نصف فاصلہ طے کر چکے تھے جب کہ ہم نے دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں کیا ہے میں نے چلا کر کہا.......... "نہیں یہ چیز لے کر تم وہاں نہیں جا سکتے".......... بندرا نے آپ کو پکڑ لیا.......... اس کے بعد آپ.......... آپ پاگل ہو گئے اور.......... اور.......... مجھے آپ کے چپت لگانا پڑا۔"

میں نے اثبات میں پھر سر ہلا دیا۔ میں نے اپنی جیب میں سے عورت کے بال کا بنا ہوا دہ گرہ دار فیتہ باہر نکالا اور ایک طشتری کے اوپر اس کو سنبھالتے ہوئے جلتی ہوئی دیا سلائی لگا دی.......... فیتہ جلتے جلتے ایک سانپ کی طرح رینگنے لگا جب شعلہ کسی گرہ کو چھوتا تھا تو گرہ کھل جاتی تھی۔



میں نے فیتہ کا آخری انچ طشتری میں گرا دیا اور اس کو راکھ ہوتے دیکھنے لگا میں سمجھتا ہوں کہ اب آج رات اور کوئی پریشانی نہ ہو گی" میں نے کہا "لیکن اپنی نگرانی پہلے کی طرح جاری رکھو"۔

میں پھر جا کر آرام کرسی پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں.......... ڈاکٹر کمار مجھے کوئی روح تو نہ دکھا سکا تھا لیکن.......... اب میں رانی کی حقیقت کا قائل ہو گیا تھا!

باقی رات کا حصہ میں نے پر سکون اور شیریں نیند میں گزارا میں حسب معمول سات بجے بیدار ہوا پہریدار مستعدی سے اپنے کام پر موجود تھے میں نے دریافت کیا کہ کیا گل خاں کی طرف سے کوئی خبر موصول ہوئی ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں اس بات پر مجھے قدرے تعجب ہوا لیکن ان دونوں کو یہ بات خلاف معمول محسوس نہ ہوئی ان کی جگہ پر دوسرے دو آدمی پہرے کیلئے آنے والے تھے میں نے ان دونوں کو خبردار کر دیا کہ گل خاں کے علاوہ اور کسی کے سامنے رات کے واقعات کا تذکرہ نہ کریں اور یہ سمجھایا کہ انہوں نے ان کا تذکرہ کسی سے کیا تو کوئی بھی شخص ان کی بات کا اعتبار نہ کرے گا۔ انہوں نے خلوص کے ساتھ مجھے یقین دلایا کہ وہ خاموش رہیں گے میں نے ان کو بتایا کہ اب آئندہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک یہاں پر پہریداروں کی ضرورت باقی ہے پہرے دار کمرے کے باہر نہیں بلکہ اندر ہی موجود رہا کریں۔

جلال کا معائنہ کرنے پر مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک فطری گہری نیند سو رہا تھا ہر لحاظ سے اس کی حالت انتہائی قابل اطمینان تھی اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا جیسا کہ ان حالات میں بعض اوقات ہوتا ہے اور دوسرے صدمہ نے پہلے صدمہ کے باقی ماندہ اثرات کو رد کر دیا تھا اور اب جب جلال بیدار ہو گا تو وہ بولنے اور حرکت کرنے کے قابل ہو جائے گا۔ میں نے یہ خوشخبری ان دونوں محافظین کو بھی سنادی میں دیکھ رہا تھا کہ ان کے دماغ میں سوالات کا ایک طوفان برپا ہے لیکن میں نے اس بات میں ان کی کوئی ہمت افزائی نہ کی تاکہ



وہ کچھ پوچھ سکیں۔

آٹھ بجے دن کے نرس آ گئی اور رات کی نرس روزی کی جگہ مجھے دیکھ کر اور روزی کو سوتا ہوا پا کر بہت متعجب ہوئی میں نے اس کے سامنے کوئی تشریح نہ کی اور اس سے صرف اتنا بتا دیا کہ اب آئندہ محافظین باہر دروازے کی بجائے کمرے کے اندر تعینات رہیں گے۔

ساڑھے آٹھ بجے ڈاکٹر کمار میرے ساتھ ناشتہ کرنے اور رپورٹ دینے کے لئے آ گیا میں نے خود کچھ بتانے سے پیشتر اس کو بولنے کا موقع دیا اس کے بعد میں نے رات کے واقعات کا تذکرہ کیا لیکن نرسوں کی طرح کی ننھی ٹوپی کا کوئی حال یا خود اپنے تجربے کے متعلق اسے کچھ نہ بتایا۔

واقعات کا یہ اخفا میں نے کافی سوچے سمجھے اسباب کی بنا پر کیا تھا پہلا سبب یہ تھا کہ اگر میں نرسوں والی چھوٹی ٹوپی کا تذکرہ کرتا تو کمار ان تمام باتوں کو مکمل طور پر صحیح تسلیم کر لیتا جو کہ اس ٹوپی کی وہاں موجودگی ظاہر کرتی تھی مجھے قوی شبہ تھا کہ وہ نرس شیلا کی محبت میں مبتلا تھا اور میں اس کو رانی کی دوکان پر جانے سے نہ روک سکوں گا۔ وہ اگرچہ عام طور پر جلد متاثر ہونے والا انسان نہ تھا لیکن ایسے معاملات میں حد سے زیادہ بے یقین واقع ہوا تھا یہ بات کہ وہ رانی سے ملنے جائے اس کے لئے خطرناک تھی اور وہاں جا کر وہ جو کچھ مشاہدات کرتا وہ میرے لئے بالکل بیکار ہوتے دوئم یہ کہ اگر کمار کو خود میرے رات والے تجربے کا علم ہو جاتا تو وہ مجھے کسی وقت بھی اپنی نظروں سے دور رہنے کی اجازت نہ دیتا سوئم یہ کہ یہ دونوں باتیں خود میرے ارادہ کو ختم کر دیتیں۔ کیونکہ میرا ارادہ تھا۔ کہ میں بالکل تنہا رانی سے ملاقات کروں اور صرف گل خاں دکان کے باہر نگرانی پر مامور رہے۔

میں یہ اندازہ نہ لگا سکتا تھا کہ اس ملاقات کا نتیجہ کیا ہو گا لیکن بدیہی طور پر صرف یہی ایک طریقہ ایسا تھا۔ جس پر عمل کر کے میں اپنی نظروں میں اپنی عزت و وقار کو قائم رکھ سکتا تھا یہ تسلیم کر لینا کہ جو کچھ واقع ہوا ہے وہ جادوگری طلسم اور فوق الفطرت قسم کی چیز تھی محض توہم پرستی کے سامنے ہتھیار ڈال دینا تھا کوئی چیز بھی فوق الفطرت نہیں ہو سکتی اگر دنیا میں کوئی شے جو وجود رکھتی ہے تو یہ وجود قوانین فطرت کی اطاعت سے ہی قائم رہ سکتا ہے مادی اشیاء کو مادی قوانین کی اطاعت کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان قوانین کا ہم کو کوئی علم نہ ہو لیکن وہ قوانین موجود ضرور ہوتے ہیں اگر رانی کو کوئی نامعلوم علم حاصل ہے تو معلوم شدہ علوم کے ایک نمائندے کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے کہ نہ معلوم علم کے متعلق جس قدر بھی ممکن ہو معلوم کرنے کی کوشش کروں خصوصاً اس حالت میں کہ میں رانی کے پراسرار علم کے اثرات کا حال میں ہی اس قدر مکمل

تجربہ کر چکا تھا۔ رانی کے طریقہ عمل کے متعلق میں نے جو قیاس قائم کیا تھا اگر وہ واقعی ایک حقیقت تھی تو محض میرا ایک فریب خیال نہ تھا تو مجھے اپنی ذات پر ایک خوشگوار احساس اور اعتماد تھا کہ میں نے محض قیاس سے اتنا کچھ سمجھ لیا بہر حال رانی سے ملاقات کرنی بیحد ضروری تھی اتفاق سے یہ دن میرے مطب کا دن تھا اس لئے مجھے دو بجے سے پہلے مہلت نہ مل سکی اس کے بعد میں نے کمار سے کہا کہ مطب کو سنبھالے اور باقی چند گھنٹے کا کام پورا کر دے۔

دس بجے کے قریب نرس نے ٹیلیفون کیا کہ جلال بیدار ہو چکا ہے اور نہ صرف یہ کہ وہ بول سکتا ہے بلکہ مجھے دریافت کر رہا ہے۔

جب میں اس کے کمرے میں داخل ہوا تو مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا میں نے اس پر جھک کر اس کی نبض پر ہاتھ رکھا تو وہ بولا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے میری زندگی کو اور زندگی سے بھی زیادہ کسی چیز کو بچایا ہے ڈاکٹر شاہد! ........ جلال آپ کا شکر گزار ہے ........ وہ آپ کو بھی فراموش نہ کرے گا۔"

یہ الفاظ کچھ شاعرانہ مگر مکمل طور پر جلال کی فطرت کے آئینہ دار تھے ان سے ظاہر تھا کہ اس کا دماغ صحت مندی کے ساتھ کام کر رہا ہے مجھے اس سے بڑا سکون ملا۔

"ہم تم کو بہت جلد اپنے پاؤں پر کھڑا کر دیں گے جلال" میں نے اس کے سر پر ہلکی سی تھپکی دے کر کہا۔

وہ سرگوشی میں بولا ........ "کیا کسی اور ........ کسی اور کی موت واقع ہوئی ہے؟"

میں سوچ رہا تھا کہ جانے جلال کو گذشتہ رات کی کوئی بات یاد ہے یا نہیں میں نے جواب دیا۔

"نہیں! ........ لیکن جب سے گل خاں تم کو یہاں لایا ہے تم بہت زیادہ قوت ضائع کر چکے ہو میں نہیں چاہتا کہ تم آج بہت زیادہ باتیں کرو" اور اس کے بعد میں نے لاپرواہی سے کہا" ........ نہیں! کوئی خاص واقع نہیں ہوا! ........ مگر ہاں! تم آج رات اپنی چارپائی سے گرے پڑے تھے یہ بات یاد ہے تمہیں؟"

اس نے محافظین کی طرف نظر ڈالی اور پھر میری طرف۔ وہ بولا۔

"میں کمزور ہوں ........ بہت کمزور ........ آپ مجھے جلد از جلد طاقت ور بنا دیجئے"۔

"دو ہی دن میں تم بیٹھنے لگو گے جلال"۔

"جی نہیں۔ دو دن سے بھی کم وقت میں مجھے بیٹھنے اور کھڑے ہونے اور یہاں سے



چلے جانے کے قابل ہو جانا ضروری ہے مجھے ایک ضروری کام کرنا ہے۔ اس کو ملتوی نہیں کیا جا سکتا"۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کے جذبات میں کوئی ہیجان پیدا ہو۔ میں نے یہ دریافت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا کہ کار میں کیا واقع پیش آیا تھا۔ میں نے جواب دیا۔

"یہ سب کچھ خود تم پر منحصر ہے۔ تمہیں خود کو جذباتی ہیجان سے بچانا ضروری ہے جیسا میں حکم دوں تمہیں وہی کرنا ہو گا۔ اب میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ تمہاری نگہداشت اور مناسب غذا کے متعلق ہدایات جاری کرتا ہیں۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تمہارے محافظین اس کے کمرے کے اندر موجود رہیں"۔

وہ بولا ........ "اور اس کے باوجود آپ کہتے ہیں کہ ........ کوئی خاص واقعہ نہیں ہوا!"

"میں نہیں چاہتا کہ کوئی خاص واقعہ آئندہ رونما ہو"۔ میں نے اس کے اوپر جھک کر سرگوشی میں کہا۔ "گل خان نے رانی کے چاروں طرف اپنے آدمی لگا رکھے ہیں۔ وہ فرار نہیں ہو سکتی"۔

وہ بولا ........ "لیکن رانی کے ساتھی میرے ساتھیوں سے زیادہ ہوشیار ہیں ڈاکٹر شاہد؟"۔

میں نے تیز نظر اس کی طرف ڈالی اس کی آنکھوں میں ایک نامعلوم کیفیت ہویدا تھی میں خیالات میں کھویا ہوا وہاں سے چلا آیا۔ نہ جانے جلال کے سینے میں کون سا راز پوشیدہ تھا

گیارہ بجے گل خاں نے مجھے ٹیلیفون کیا اس کی آواز سن کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی کہ غصہ آگیا۔

"یہ آخر تم کہاں غائب ہو گئے تھے کہ ........" میں نے کہنا چاہا۔

"سنو ڈاکٹر صاحب"۔ وہ بول اٹھا۔ "ہم مکرجی کی بہن آشا کے گھر پر موجود ہے آپ فوراً یہاں آیئے"۔

اس بے تکے مطالبہ نے مجھے اور برہم کر دیا۔ ........ ابھی نہیں۔ میں نے جواب دیا یہ میرے مطب کے اوقات ہیں۔ دو بجے سے پہلے مجھے مہلت نہیں مل سکے گی"۔

"کیا آپ کام کو ترک نہیں کر سکتا؟ یہاں کچھ واقعہ ہو گیا ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتا کہ کیا کرے؟" اس کی آواز پر بدحواسی طاری تھی۔

"کیا واقعہ پیش آیا ہے گل خاں؟" میں نے پوچھا۔

"ہم نہیں بتا سکتا ............ فون پر"۔ اس کی آواز سنبھل کر نرم پڑ گئی۔ پھر میں نے اس کو کہتے سنا۔ خاموش رہو آشا! اس سے کوئی فائدہ نہیں!" ............ اس کے بعد مجھ سے بولا اچھا ڈاکٹر صاحب! ............ تو آپ جلد از جلد آئیے۔ ہم انتظار کرے گا۔ یہ پتہ لکھ لیجئے جب وہ مجھے پتہ بتا چکا تو میں نے اس کو کسی سے کہتے سنا۔ ایسا مت کرو آشا! ہم لوگ تم کو تنہا چھوڑ کر نہیں جائے گا"۔

اچانک اس نے ٹیلیفون رکھ دیا۔ میں پریشان و متفکر اپنی کرسی پر پہنچا۔ گل خاں نے مجھ سے جلال کے متعلق کچھ نہ پوچھا تھا۔ یہ بات بذات خود پریشان کن تھی ............ اور آشا ............ مکرجی کی بہن! ............ ایسا تو نہیں کہ آشا نے اپنے بھائی کی موت کے متعلق سن لیا ہو اور اس کو زبردست صدمہ پہنچا ہو ............ مجھے یاد آیا کہ جلال نے بتایا تھا آشا جلد ہی دوسرے بچے کی ماں بننے والی ہے ............ نہیں! ............ گل خاں کا خوف و ہراس اس سے بڑی کسی اور چیز سے متعلق معلوم ہوتا تھا۔ ہر لمحہ میری بے چینی بڑھتی گئی میں نے اپنی ملاقاتوں کی فہرست پر نظر ڈالی۔ آج کوئی اہم ملاقاتیں یا کام نہ تھا۔ ایک اچانک ارادہ کے تحت میں نے اپنے سکریٹری کو حکم دیا کہ ان ملاقاتوں کو ملتوی کر دے اس کے بعد میں نے اپنی کار طلب کی اور گل خاں کے بتائے ہوئے پتہ پر روانہ ہو گیا۔

گل خاں مجھے مکان کے دروازے پر ملا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں سحر زدگی کی کیفیت تھی ایک لفظ کہے بغیر اس نے مجھے اندر گھسیٹ لیا۔ اور ہال کے درمیان سے لے چلا۔ میں ایک کھلے ہوئے دروازے سے گزرا جس میں ایک جھلک مجھے ایک عورت کی نظر آئی جس کی گود میں ایک سسکیاں لیتا ہوا بچہ تھا۔ گل خاں مجھے لے کر ایک خواب گاہ میں پہنچا اور مسہری کی طرف اشارہ کیا۔

اس پر ایک شخص پڑا ہوا تھا جس کا جسم ٹھوڑی تک چادر میں ڈھکا ہوا تھا میں اس کے قریب پہنچا۔ اس پر جھک کر غور سے نظر ڈالی اور اسے چھو کر دیکھا۔ یہ شخص مردہ تھا ............ کئی گھنٹے سے مردہ پڑا تھا ............ گل خاں بولا۔

"یہ آشا کا شوہر ہے آپ اس کا اس طرح معائنہ کریں جیسا کہ آپ نے سردار کا کیا تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی پراسرار ہاتھ نے مجھے ایک کمہار کے چاک پر بٹھا کر گھما دیا ہے ............ پہلے مکرجی پھر شیلا۔ پھر جلال اور اب یہ شخص جو میرے سامنے موجود تھا ............ کیا یہ جادو کا چکر اسی جگہ رک جائے گا؟"

میں نے مردہ شخص کو برہنہ کر دیا اور اپنے بیگ میں سے خوردبین اور مہین سوئیاں نکالیں قلب کے نزدیک سے شروع کر کے میں نے اس کے جسم کے ایک ایک انچ کا



معائنہ کیا۔ وہاں کوئی چیز نظر نہ آئی ............ کسی جگہ بھی کوئی چیز نہ ملی ............ میں نے لاش کو الٹا کر دیا۔

فوراً ہی مجھے کھوپڑی کی جڑ میں ایک ننھا سا سوراخ نظر آیا۔

میں نے ایک مہین سوئی اٹھائی۔ اور اس سوراخ میں داخل کر دی سوئی آسانی سے سوراخ میں اتر گئی۔ میں نے نہایت احتیاط سے اس کو آگے بڑھایا۔

کوئی چیز ایک لمبی اور مہین سوئی کی مانند اس مقام پر گھسا دی گئی تھی یہاں ریڑھ کی ہڈی دماغ میں داخل ہوتی ہے اتفاقیہ طور پر یا شاید اس لئے کہ اعصابی راستے کو بے رحمی سے چیرنے کے لئے سوئی کو ادھر ادھر گھمایا گیا تھا۔ اس شخص کا تنفس مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ اور تقریباً فوراً ہی موت واقع ہو گئی تھی۔

میں نے اپنی سوئی باہر نکال لی اور گل خاں کی طرف مخاطب ہوا۔

"اس شخص کو قتل کیا گیا ہے" میں نے کہا۔ "اس قسم کے ہتھیار سے قتل کیا گیا ہے جس سے جلال پر حملہ کیا گیا تھا لیکن اس مرتبہ یہ کام زیادہ ہوشیاری و کامیابی سے کیا گیا ہے۔ یہ شخص اب بھی زندہ نہ ہو سکے گا ............"

"اچھا گل خاں نے سکون سے کہا۔" جلال کے ساتھ جب وہ واقعہ پیش آیا تو اس کے پاس صرف ہم اور پال موجود تھا۔ لیکن اس شخص کے پاس صرف اس کی بیوی اور اس کا بچہ ہی موجود تھا۔ ڈاکٹر صاحب ............ اب آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ کیا آپ یہ کہے گا کہ اس کی بیوی اور بچے نے ہی اس کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ آپ نے سوچا تھا کہ ہم نے سردار کو ہلاک کیا؟"

میں نے کہا ............ "تم اس واقعہ کے متعلق کیا جانتے ہو گل خاں؟ ............ اور تم یہاں ٹھیک وقت پر اس طرح کیونکر آ گئے؟"

اس نے سکون سے جواب دیا ............ "جب اس شخص کو قتل کیا گیا تو ہم یہاں موجود نہ تھا حالانکہ شاید آپ یہی سوچ رہا ہے ............ اگر آپ وقت کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تو میں بتاتا ہوں کہ اس وقت دو بجے تھے۔ کوئی ایک گھنٹہ پہلے آشا نے ہم کو فون پر آواز دیا اور ہم سیدھا چلا آیا"۔

"آشا اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ خوش قسمت واقع ہوئی ہے"۔ میں نے طنزیہ کہا۔ "میرے کہنے پر جلال کے آدمی کل رات ایک بجے سے تلاش کر رہے ہیں۔"

"ہمیں معلوم ہے ............ لیکن اس کا خبر ہم کو آشا کا فون ملنے سے ذرا دیر قبل ہی ہوا تھا۔ ہم آپ سے ملنے کے لیے ہی آ رہا تھا۔ اور اگر آپ یہ جاننا چاہیں کہ ہم رات بھر کیا کرتا رہا تو

ہم آپ کو بتائے دیتا ہے۔ ہم سردار کے کام پر اور آپ کے کام پر لگا ہوا تھا اس میں ایک کام یہ معلوم کرنا بھی تھا کہ دیو نما عورت کا وہ سفید بھیجی اپنی کار کہاں رکھتی ہے ہم نے معلوم کر لیا.......... مگر بعد از وقت۔"

"لیکن تمہارے وہ آدمی جن کے متعلق تم نے بتلایا تھا کہ نگرانی کر رہے ہیں.........."

"سنو ڈاکٹر صاحب" اس نے دخل انداز ہو کر کہا۔ "آپ اس وقت آشا سے بات نہ کرے گا! ہم اس کی طرف سے بہت خوف زدہ ہے۔ ہم نے اس کو آپ کے بارے میں جو کچھ بتایا اور کہا کہ آپ آ رہے ہیں تو اسی کے سہارے وہ اب تک سنبھلی ہوئی ہے۔"

"مجھے اس کے پاس لے چلو" میں نے اچانک کہا۔

ہم اس کمرے میں پہنچے جہاں میں نے ایک عورت اور سسکیاں لیتے ہوئے بچے کو دیکھا تھا یہ عورت ۲۷ برس سے زیادہ کی نہ تھی یا شاید ۲۸ برس کی ہو۔ اس وقت اس کا چہرا اترا ہوا تھا اور اس کے اندر خون کا نشان تک نظر نہ آتا تھا۔ آنکھوں میں دہشت و خوف کی وہ کیفیت تھی جو دیوانگی کی سرحد تک بڑھ چکی تھی۔ اس نے پاگلوں کی طرح بے مقصد طور پر مجھے نظر جما کر دیکھا۔ اپنی انگلیوں کے سرے سے وہ مسلسل اپنے ہونٹوں کو مل رہی تھی اور اس کی آنکھوں کے اندر ایک ایسا دماغ منعکس نظر آیا تھا جو کہ خوف و غم کے علاوہ ہر چیز سے بالکل خالی تھا اس کی چار سالہ بچی مسلسل رو رہی تھی۔ گل خاں نے شانہ پکڑ کر اس عورت کو ہلایا۔

"ہوش میں آؤ آشا!" اس نے سختی مگر رحم آلودہ آواز میں کہا۔ "دیکھو بابا.......... یہ ڈاکٹر صاحب آ گیا ہے"۔

ایک دم اس عورت کو میری موجودگی کا شعور ہو گیا۔ چند ساعت تک اس نے میری طرف استقلال سے دیکھا اور اس کے بعد پوچھا.......... ایک ایسی آواز میں جس کے اندر ایک سوال سے زیادہ اس مایوسی کا رنگ نمایاں تھا جو آخری کمزور سی امید کے مٹ جانے پر پیدا ہو جاتی ہے۔

"وہ مر گیا؟.........."

میرے چہرے پر اس نے جواب پڑھ لیا.......... اور وہ چلائی۔

"آہ!.......... تم مر گئے.......... تم.......... مردہ!!!"

اس نے بچی کو گود میں اوپر اٹھا لیا اور اس کو مخاطب کر کے تقریباً سکون سے بولی "تمہارے پاپا سدھار گئے بیٹی!.......... ان کو بہت دور جانا تھا۔ اب تم نہ آنسو بہاؤ بیٹا ہم جلد ہی ان سے ملیں گے"۔



میں چاہتا تھا کہ اس ضبط کا جام چھلک جائے اور وہ پھوٹ کر رو پڑے لیکن وہ گہری دہشت جو ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس کی آنکھوں میں سے غائب نہ ہوئی تھی۔ صدمہ و غم سے زیادہ طاقتور تھی۔ اور اس نے اظہار غم کے راستے مسدود کر دیئے تھے۔ چند منٹ بعد ہی سوچنے لگا۔ کیا اس کا دماغ اس کشیدگی اور بوجھ کو برداشت کر سکتا ہے؟

"گل خاں" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "کچھ کہو.......... کچھ کرو جس سے اس عورت میں جذبات کا ہیجان پیدا ہو سکے.......... اس کو شدید ترین غصہ میں مبتلا کر دو اس کو رونے پر مجبور کر دو.......... کچھ بھی کرو۔"

گل خاں نے فکریہ انداز میں سر ہلایا اس نے آشا کے بازوؤں سے بچے کو چھین لیا اور اپنے پیچھے کر لیا۔ اس کے بعد وہ آگے جھکا اس طرح کہ اس کا چہرہ بالکل آشا کے چہرے کے نزدیک پہنچ گیا.......... اور تب وہ بے رحمی سے بولا۔

"ٹھیک ٹھیک بتاؤ آشا.......... تم نے اپنا شوہر کو کیوں قتل کیا؟"۔

ایک منٹ تک آشا کھڑی رہی جیسے کچھ سمجھی ہی نہ ہو اس کے بعد اس کپکپی نے اس کو ہلا دیا۔ آنکھوں سے خوف غائب ہو گیا اور اس کی جگہ غیظ و غضب نے لے لی۔ وہ گل خاں پر ٹوٹ پڑی اور اس کے چہرے پر گھونسے برسا دیئے۔ گل خاں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کے ہاتھوں کو بے قابو کر دیا۔ بچی زور سے چیخ پڑی۔

آشا کا جسم نرم پڑ گیا۔ بازو لٹک کر پہلو میں آ گئے اور فرش پر ڈھلک گئی اور اس کا سر اس کے گھٹنوں پر جھک گیا.......... اور آنسو بہنے لگے.......... گل خاں چاہتا تھا کہ اس کو اٹھائے اور تسکین دے لیکن میں نے روک دیا۔

"اس کو رونے دو یہی اس کے لئے بہترین چیز ہے"۔

کچھ دیر کے بعد اس نے نظر اٹھا کر گل خاں کی طرف دیکھا اور کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیا تمہارا واقعی وہی مطلب تھا جو تم نے کہا؟"

وہ بولا.......... "نہیں! ہم جانتا ہے کہ آشا تم نے ایسا نہیں کیا۔ لیکن اب تمہیں ڈاکٹر صاحب سے بات کرنا ہے۔ ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔"

آشا نے اب کافی معمولی آواز میں پوچھا.......... "کیا آپ مجھ سے سوالات کرنا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب.......... یا آپ چاہتے ہیں کہ میں سارا قصہ بیان کرتی چلی جاؤں۔"

گل خان نے کہا "جس طرح تم نے ہم کو بتایا تھا اسی طرح بتاؤ۔ گڑیا سے شروع

کرو۔"

میں نے کہا...... "یہ ٹھیک ہے۔ تم مجھے اپنی کہانی سناؤ۔ اگر مجھے کچھ سوالات کرنے ہوئے تو میں بعد میں پوچھ لوں گا۔"

آشا نے کہنا شروع کیا۔

"کل یہ گل خاں یہاں آئے اور مجھے سیر و تفریح کے لیے لے گئے۔ عام طور پر میرا شوہر اجیت چھ بجے سے پیشتر گھر واپس نہیں آتا ہے............ لیکن کل وہ میری طرف سے فکر مند تھا اور وقت سے پہلے کوئی تین بجے آگیا وہ گل خاں کو پسند کرتا ہے...... پسند کرتا تھا...... اس نے مجھے سیر کے لیے جانے پر اصرار کیا۔ میں چھ بجے کے کچھ بعد واپس آئی۔ اجیت نے مجھے دیکھ کر کہا...... "آشا دیکھو ہمارے بچے کے لیے ایک تحفہ آیا ہے...... ایک اور گڑیا!...... میں شرط لگاتا ہوں کہ یہ مکرجی نے بھیجی ہے...... مکرجی میرے بھائی کا نام ہے ڈاکٹر صاحب...... "میں نے دیکھا کہ میز پر ایک بڑا سا بکس رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کا ڈھکنا اٹھا دیا اس کے اندر ایک ایسی بے نظیر گڑیا تھی۔ کہ قطعی جیتی جاگتی چیز معلوم ہوتی تھی...... ایک مکمل نمونہ!...... یہ ایک چھوٹی سے لڑکی کی شکل کی تھی...... بہت چھوٹی یا شیر خوار لڑکی نہیں بلکہ ایک دس یا بارہ سال کی لڑکی کے مانند...... اس کا لباس ایک سکول کی لڑکی جیسا تھا۔ اس کی کتابیں تسمے سے بندھی ہوئی کمر پر لٹک رہی تھیں...... اونچائی میں یہ گڑیا تقریباً ایک فٹ تھی مگر بالکل بے عیب اور مکمل...... انتہائی معصوم و حسین شکل...... ایک ننھے سے فرشتہ کی شکل!...... اجیت نے کہا...... آشا یہ تمہارے نام پر بھیجی گئی ہے لیکن میں سمجھا اس میں پھول یا اور کوئی چیز ہو گی چنانچہ میں نے اس کو کھول ڈالا۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گڑیا ابھی بول پڑے گی...... ہے نا؟...... میں شرطیہ کہتا ہوں کہ یہ گڑیا اس قسم کی ہے کسی کو سامنے بٹھا کر اسی شکل پر بنائی جاتی ہے۔ ضرور کسی لڑکی کو سامنے بٹھا کر یہ بنائی گئی ہے"...... مجھے بھی یقین ہو گیا کہ یہ گڑیا ضرور مکرجی نے ہی بھیجی ہے کیونکہ وہ پہلے بھی ایک گڑیا میری بچی کو دے چکا تھا اور میری ایک سہیلی...... جو کہ اب مر چکی ہے...... اسی جگہ سے لا کر ایک گڑیا دے چکی تھی اور اس نے مجھے بتایا تھا کہ جس عورت نے گڑیا بنائی ہے اس نے میری سہیلی کو بطور نمونہ اپنے سامنے بٹھا کر ایک گڑیا اور تیار کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔ اس لیے میں نے یہی نتیجہ نکالا کہ مکرجی بھی وہاں گیا ہو گا اور میری بچی کے لیے ایک اور گڑیا وہاں سے حاصل کی ہو گی لیکن میں نے اپنے شوہر اجیت سے پوچھا...... "کیا اس بکس میں کوئی خط نام کا کارڈ وغیرہ موجود نہ تھا؟"

وہ بولا۔ "...یں تو...... مگر ہاں اس میں ایک عجیب چیز تھی۔ کہاں گئی وہ؟ میں نے کہا



شاید اسے جیب میں ڈال لیا ہے"...... یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جیبوں میں ادھر اُدھر تلاش کیا اور ایک فیتہ باہر نکالا اس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں اور بظاہر یہ بالوں کا بنا ہوا نظر آتا تھا۔ میں نے کہا۔ "نہ جانے مکرجی کا مقصد اس سے کیا ہے؟" اجیت نے اس کو پھر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور پھر میں نے اس فیتے کی طرف کوئی توجہ نہ کی بچی سو گئی تھی۔ ہم نے گڑیا کو اس کے قریب اسی طرح رکھ دیا کہ جب وہ بیدار ہو تو اسے دیکھ سکے بچی بیدار ہوئی تو اس گڑیا کو دیکھ کر خوشی سے پھولی نہ سمائی۔ ہم نے رات کا کھانا کھایا اور بچی گڑیا سے کھیلتی رہی جب ہم نے اس کو سونے کے لیے لٹا دیا تو میں نے گڑیا کو اس کے پاس سے لے جانا چاہا لیکن وہ رونے لگی اس لیے ہم نے اس گڑیا کو ساتھ لے کر ہی سونے دیا۔ ہم گیارہ بجے تک تاش کھیلتے رہے اور اس کے بعد سونے کی تیاری کی۔ بچی فطری لحاظ سے بے چین واقع ہوئی ہے اور اس کو ہم اب تک ایک پالنے میں سلاتے ہیں تاکہ وہ گر نہ پڑے۔ پالنا ہماری خواب گاہ میں دو کھڑکیوں میں سے ایک کے قریب ایک گوشے میں رہتا ہے ہم نے بستر پر جاتے وقت رک کر بچی کو دیکھا جیسا کہ ہماری عادت تھی۔ وہ گہری نیند میں سوئی ہوئی تھی۔ گڑیا اس کے ایک بازو میں دبی ہوئی تھی اور گڑیا کا سر اس کے شانے پر تھا۔ اجیت نے کہا۔ "دیکھو نا آشا! یہ گڑیا تو بالکل اتنی ہی زندہ نظر آتی ہے جتنی کہ خود ہماری بچی! اگر یہ اٹھ کر چلنے لگے تو ذرا بھی تعجب نہ ہو گا۔ یہ گڑیا جس لڑکی کی شکل کو دیکھ کر بنائی گئی ہے وہ ضرور کوئی حسین لڑکی تھی"...... یہ الفاظ واقعی سچ تھے۔ گڑیا کا چہرہ انتہائی شریف و حسین تھا...... لیکن اف!...... یہی وہ خصوصیت ہے جو اس گڑیا کو اس قدر خوفناک بنا دیتی ہے...... یکسر خوفناک......"

میں نے دیکھا کہ آشا کی آنکھوں میں خوف پھر واپس آ رہا تھا۔

گل خاں بولا...... "خود کو سنبھالو آشا! ہمت کرو بابا!"

"میں نے گڑیا کو لینے کی کوشش کی" آشا نے کہنا شروع کیا۔ "گڑیا اس قدر خوب صورت تھی کہ مجھے خوف ہوا کہیں نیند میں بچی اس کو دبا کر توڑ نہ دے۔ لیکن بچی نے اس کو سختی سے پکڑ رکھا تھا اور میں نے اس کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ اس طرح ہم نے اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا۔ جب ہم لباس تبدیل کر رہے تھے۔ تو اجیت نے گرہ دار فیتے کو جیب میں سے نکالا اور بولا...... "بڑی عجیب چیز ہے یہ۔ جب تم کو مکرجی کی خبر ملے تو اس سے دریافت کرنا کہ یہ فیتہ کس مقصد کے لیے ہے"...... یہ کہہ کر اس نے فیتے کو چارپائی کے پہلو میں اسی چھوٹی میز پر ڈال دیا جو اس کی طرف رکھی تھی۔ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی میرا شوہر سو گیا...... اور اس کے بعد میں بھی نیند میں غافل ہو گئی۔ اچانک میری آنکھ کھل گئی...... یا

شاید مجھے ایسا خیال ہوا کہ میں جاگ گئی ہوں...... کیونکہ میں واقعی جاگ رہی تھی۔ یا سوئی ہوئی تھی اس بات کا مجھے علم نہیں...... یہ ضرور ایک خواب ہی ہو گا لیکن...... اف!...... اجیت مردہ تھا...... میں نے اس کو مرتے ہوئے دیکھا تھا۔"

ایک بار پھر کچھ دیر کے لیے آنسو بہنے لگے۔ بعد میں وہ بولی۔

"اگر میں بیدار تھی تو مجھے جس چیز نے بیدار کیا وہ ایک گہری خاموشی کے علاوہ اور کوئی شے نہ تھی...... اسی کی بنا پر مجھے یہ خیال کرنا پڑتا ہے کہ ضرور کوئی خواب دیکھ رہی تھی...... ایسی خاموشی کہیں ہو نہیں سکتی...... سوائے خواب کے...... ہم یہاں دوسری منزل پر رہتے ہیں اور ہمیشہ سڑک کی آوازیں آتی رہتی ہیں۔ لیکن اس وقت ہلکی سی آواز بھی موجود نہ تھی...... ایسا معلوم ہوتا تھا کہ...... کہ ساری دنیا اچانک گونگی ہو کر رہ گئی ہے۔ میرا خیال ہے میں اٹھ بیٹھی اور سننے لگی...... سننے کی ایک زبردست تشنگی کیسا تھ...... ہلکی سے ہلکی آواز سننے کی کوشش کرنے لگی۔ لیکن میں خود اجیت کے سانس کی آواز بھی نہ سن سکی۔ میں خوف زدہ ہو گئی۔ کیونکہ اس خاموشی میں ایک طرح کی دہشت تھی...... اس میں کوئی خوف ناک چیز پوشیدہ محسوس ہوتی تھی...... کوئی چیز...... زندہ...... کوئی چیز...... شیطانی!...... میں نے اجیت پر جھک کر دیکھنے کی کوشش کی...... اس کو چھونے کی کوشش کی...... اس کو جگانے کی کوشش کی...... لیکن میں حرکت نہ کر سکی...... ایک انگلی بھی نہ اٹھا سکی!...... میں نے بولنے کی کوشش کی...... لیکن کچھ نہ کر سکی!...... کھڑکیوں کے پردے تھوڑے سے ہٹے ہوئے تھے۔ ان کے نیچے سے سڑک کی روشنی دھندلی سی نظر آتی تھی یکایک یہ روشنی مٹ گئی۔ کمرہ تاریک ہو گیا...... قطعی تاریک...... اور اب وہ سبز چمک شروع ہوئی!...... ابتدا میں یہ بالکل دھندلی چمک تھی۔ یہ باہر سے نہیں آ رہی تھی۔ یہ تو خود کمرے میں موجود تھی یہ سبز روشنی تھرتھراتی تھی۔ اور دھندلی ہو جاتی تھی...... کانپتی ہوئی ابھرتی تھی اور کم ہو جاتی تھی...... لیکن ہر مرتبہ دھندلی ہونے کے بعد وہ زیادہ تیز ہو جاتی تھی یہ ایک سبز سی روشنی تھی...... جگنو کی چمک کے مانند...... یا پھر ایسی جیسے کوئی شخص صاف سبز پانی کے درمیان سے چاند کی روشنی کو دیکھے یہ روشنی کی طرح تھی...... لیکن پھر یہ روشنی نہ تھی...... اس میں رخشندگی اور زرفشانی کی اہلیت نہ تھی۔

اس میں تو صرف ایک چمک تھی...... اور یہ ہر جگہ نظر آتی تھی...... میز کے نیچے کرسیوں کے نیچے...... میرا مطلب یہ ہے کہ روشنی کسی طرح کی کوئی پرچھائیں نہیں پیدا کر رہی تھی۔ میں کمرے کی ہر چیز کو دیکھ سکتی تھی مجھے میری بچی پالنے میں لیٹی ہوئی خوابیدہ نظر آ رہی تھی۔ گڑیا کا سر بچی کے شانے پر رکھا ہوا تھا...... یکایک گڑیا میں حرکت پید



ہوئی!...... اس نے اپنا سر گھمایا اور معلوم ہوا جیسے وہ بچی کے سانس کی آواز سن رہی ہے۔ اس نے اپنے ننھے ہاتھ بچی کے بازو پر رکھے۔ بازو اس سے دور ہٹ کر لٹک گیا...... گڑیا اٹھ بیٹھی!...... اور اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ میں ضرور کوئی خواب دیکھ رہی ہوں...... عجیب و غریب خاموشی...... عجیب و غریب سبز روشنی...... اور پھر اب یہ!...... گڑیا گہوارے کے پہلو پر چڑھ کر اوپر آ گئی اور نیچے فرش پر گر پڑی!...... اسکے بعد وہ اچکتی ہوئی تسمے میں بندھی ہوئی کتابوں کو اپنے شانے پر ادھر ادھر ہلاتی ہوئی ایک بچے کی طرح مسہری کی طرف آنے لگی۔ آتے وقت وہ اپنا سر ادھر ادھر گھما کر کمرے میں چاروں طرف ایک متجسس لڑکی کی طرح دیکھتی جاتی تھی۔ اس کی نظر میز پر پڑی اور وہ رک گئی۔ اس نے اوپر آئینے کی طرف دیکھا۔ میز کے سامنے والی کرسی پر وہ چڑھ گئی اور کرسی سے کود کر میز پر آ گئی۔ کتابوں کو ایک طرف پھینک دیا اور آئینے میں اپنے حسن کی داد دینے لگی!...... اس نے خود کو سنوارا...... مڑ کر خود کو دیکھا...... پہلے ایک شانے کے اوپر سے اور پھر دوسرے کی طرف سے...... میں نے سوچا۔ "کس قدر عجیب اور طلسمی خواب ہے یہ!...... گڑیا نے اپنا چہرہ آئینے کے بالکل قریب کر دیا اور اپنے بالوں کو درست کیا۔ میں نے سوچا کس قدر مغرور گڑیا ہے یہ!......"

اور پھر مجھے خیال آیا کہ میں یہ سب خواب محض اس وجہ سے دیکھ رہی ہوں کیونکہ اجیت نے کہا تھا کہ گڑیا بالکل زندہ معلوم ہوتی ہے اگر یہ چلنے لگے تو کوئی تعجب نہ ہو گا۔

اس کے بعد میں نے سوچا۔ "میں یہ خواب نہیں دیکھ رہی ہوں۔ ایسا ہوتا تو میں خواب دیکھنے کی وجہ معلوم کرنے کی کوشش کیوں اور کیسے کر سکتی تھی؟...... اس کے ساتھ ہی مجھے یہ سب اس قدر لغو و بے معنی نظر آنے لگا کہ میں ہنس پڑی مجھے معلوم ہے کہ میری ہنسی کی کوئی آواز پیدا نہ ہوئی تھی اور یہ بھی معلوم تھا کہ آواز پیدا کرنا اس وقت میرے لیے ناممکن ہو چکا تھا۔ ہنسی تو دراصل میرے اندر موجود تھی...... لیکن ایسا معلوم ہوا جیسے گڑیا نے میری ہنسی کو سن لیا ہے۔ اس نے رخ بدلا اور سیدھا میری طرف دیکھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرا دل سینے کے اندر مر گیا ہے۔ میں نے بھیانک خواب دیکھے ہیں ڈاکٹر شاہد لیکن ان میں سے بدترین خواب میں بھی مجھے اپنی حالت ایسی معلوم نہیں ہوئی جیسی کہ اب اس وقت اس گڑیا کو اپنی طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر مجھ پر طاری ہوئی...... گڑیا کی آنکھیں کسی شیطان کی آنکھیں تھیں!...... جیسے اندھیرے میں کسی جانور کی آنکھیں لیکن یہ ان کی آنکھوں کی شیطانی کیفیت تھی جس نے مجھے ایسا محسوس کرنے پر مجبور کر دیا جیسے کسی نے ہاتھ سے میرا دل پکڑ لیا ہو!...... یہ فرشتہ صورت حسین گڑیا اور پھر یہ جہنمی آنکھیں...... معلوم نہیں کتنی دیر گڑیا وہاں کھڑی رہی اور میری طرف آنکھیں چمکاتی رہی آخر کار وہ میز

کے کنارے پر اپنی ٹانگیں نیچے لٹکا کر بیٹھ گئی اس کی آنکھیں ابھی تک میری طرف جمی ہوئی تھیں اس کے بعد آہستہ آہستہ اور ایک ارادے کے ساتھ اس نے چھوٹا سا بازو اوپر اٹھایا اور اپنی گردن کے پیچھے لے گئی۔ اتنی ہی آہستہ آہستہ وہ اپنا بازو واپس لائی۔ اب اس کے ہاتھ میں ایک لمبا پن تھا...... ایک خنجر کی طرح...... وہ میز سے کود کر فرش پر اتر آئی۔ میری طرف اچکتی ہوئی بڑھی اور مسہری کی آڑ میں آگئی۔ ایک ہی لمحہ گذرا تھا کہ وہ مسہری پر چڑھ آئی اور اجیت کے پاؤں کے قریب کھڑی ہوئی مجھے اپنی سرخ آنکھوں سے دیکھنے لگی...... میں نے چلانے کی کوشش کی۔ حرکت کرنا چاہا۔ اجیت کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔ میں نے دعا کی...... ''اے ایشور!...... بیدار کر دے!!''...... گڑیا نے اپنی نظر میری طرف سے ہٹا لی۔ وہ وہاں کھڑی ہوئی اجیت کی طرف دیکھنے لگی۔ اس کے بعد وہ اس کے جسم پر اوپر کی طرف رینگنے لگی میں نے اپنی گردن کو موڑنے کی کوشش کی تاکہ اس کو برابر دیکھتی رہوں۔ مگر میں کوئی بھی حرکت نہ کر سکی۔ گڑیا میری نظر سے مخفی ہو گئی...... اور پھر میں نے ایک خوفناک سسکتی ہوئی کرکراہنے کی آواز سنی...... میں نے اجیت کو کانپتے ہوئے محسوس کیا...... ایک تھرتھری سی...... اور اس کے بعد اس کا جسم پھیل گیا۔ اوز پھر اینٹھنے لگا...... میں نے اس کو ایک سرد آہ لیتے سنا...... گہری...... بہت گہری...... میں سمجھ گئی کہ اجیت مر رہا ہے...... لیکن میں کچھ بھی نہ کر سکتی تھی...... اس عجیب خاموشی میں...... اس عجیب سبز روشنی میں!...... یکایک مجھے ایک بانسری کی سی آواز سڑک کی طرف سے کھڑکی میں سے آتی ہوئی سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی گڑیا گھبرا کر چل دی۔ میں نے دیکھا کہ اس نے تیزی سے فرش کو پار کیا اور اچک کر کھڑکی پر چڑھ گئی۔ ایک لمحہ اس نے وہاں گھٹنے ٹیک کر نیچے کی طرف جھک کر دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز موجود تھی میں نے غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے ہاتھ میں وہی گرہ دار فیتہ تھا جس کو اجیت نے میز پر ڈال دیا تھا...... ایک بار پھر بانسری کی آواز سنائی دی...... گڑیا کھڑکی کا کنارا اپکڑ کر باہر نیچے کی طرف لٹک گئی...... اس کی سرخ آنکھیں میرے سامنے تھیں...... میں دیکھ رہی تھی کہ اس کے چھوٹے ہاتھوں نے کھڑکی کا کنارہ پکڑ رکھا تھا...... اور پھر وہ غائب ہو گئی...... سبز روشنی جھلملائی اور...... بجھ گئی۔ سڑک سے آنے والی روشنی کھڑکی کے پردوں کے ارد گرد واپس آگئی۔ گہری خاموشی اس طرح غائب ہو گئی جیسے کسی نے اس کو چوس لیا تھا...... اور اب تاریکی کی ایک موج سی مجھ پر چھا گئی میں اس کے نیچے دب گئی۔ اس سے پہلے کہ یہ تاریک موج مجھ پر چھا جائے۔ میں نے کلاک کو رات کے دو بجاتے سنا تھا...... جب میں پھر بیدار ہوئی...... یا پھر اپنی بے ہوشی سے آزاد ہوئی...... یا اگر یہ خواب تھا تو جب میں بیدار ہوئی۔ تو میں اجیت



کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ مسہری پر پڑا ہوا تھا...... اسی طرح بے حس و حرکت...... میں نے اس کو چھو کر دیکھا...... وہ سرد تھا...... بے حد سرد!...... میں سمجھ گئی کہ وہ مردہ ہے!...... اب آپ مجھے بتایئے ڈاکٹر صاحب کہ اس میں خواب کیا تھا اور حقیقت کیا تھی؟...... میں جانتی ہوں کہ کوئی بھی گڑیا اجیت کو قتل نہیں کر سکتی تھی!...... کیا جب وہ مر رہا تھا تو اس کی روح مجھ پر اثر ڈال رہی تھی اور کیا اسی کی وجہ سے میں نے یہ خواب دیکھا تھا؟...... یا پھر میں نے...... خواب دیکھنے کی حالت میں...... اس کو ہلاک کر ڈالا؟''

آشا کی آنکھوں میں نزع کی سی کیفیت تھی۔ جس نے مجھے حقیقت کے اظہار سے روک دیا۔ اس لیے میں نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

"کم از کم اس شک و شبہ کے متعلق تو میں تم کو تسکین دے سکتا ہوں۔ تمہارا شوہر قطعی فطری اسباب کی بنا پر مرا ہے...... اس کی موت کی وجہ دماغ میں خون کا انجماد ہے معائنہ کے بعد میں اس سوال پر پوری طرح مطمئن ہو گیا ہوں۔ تمہاری ذات کا اس موت سے کوئی بھی تعلق نہیں...... رہا گڑیا کا معاملہ تو تم نے یہ ایک غیر معمولی خواب دیکھا ہے۔ اور بس۔"

آشا نے میری طرف دیکھا جیسے وہ میرے الفاظ پر یقین کرنے کے لیے اپنی روح تک کو قربان کرنے پر تیار ہو...... وہ بولی۔

"لیکن میں نے اس کو مرتے ہوئے سنا تھا؟"

"یہ بالکل ممکن ہے......" میں نے ایک بالکل علمی و طبّی تشریح شروع کی جس کو میں جانتا تھا کہ وہ نہ سمجھ سکے گی لیکن شاید اسی وجہ سے یہ تشریح اس کو یقین دلا سکے گی "یہ ہو سکتا ہے کہ تم اس وقت نیم بیدار ہو یعنی ڈاکٹروں کی زبان میں تم جاگتے ہوئے شعور کی سرحد پر ہو تمام باتوں سے یہی اغلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ پورا خواب ان باتوں کی پیداوار تھا جو تم نے سنی تھیں۔ تمہارے تحت الشعور نے آوازوں کو سمجھنے کی کوشش کی اور وہ پورا طلسمی ڈراما پیدا کر دیا جس کا تذکرہ تم نے میرے سامنے کیا ہے۔ خواب میں تم نے جس کام



کو چند منٹ میں ہوتے ہوئے دیکھا وہ در حقیقت تمہارے دماغ میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں واقع ہوا تھا...... تحت الشعور اپنا وقت خود ہی ایجاد کر لیتا ہے یہ ایک عام تجربہ ہے۔ ایک دروازہ زور سے بند ہوتا ہے یا کوئی اور اچانک زور دار آواز پیدا ہوتی ہے۔ سونے والا اس سے جاگ جاتا ہے جب وہ پوری بیداری کی حالت میں ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں ایک حیرتناک حد تک واضح خواب کی یاد باقی ہوتی ہے جس کا اختتام ایک زور دار آواز پر ہوا تھا۔ در حقیقت اس کا خواب اس آواز کے ساتھ ہی شروع ہوا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کو اپنا یہ خواب گھنٹوں تک جاری محسوس ہوا ہو لیکن در حقیقت یہ خواب تقریباً اس لئے تھا اور صرف اس قلیل وقت تک جاری رہا جو آواز کو سننے اور پھر جاگ پڑنے کے درمیان موجود تھا۔"

آشا نے ایک گہرا سانس لیا اس کی آنکھوں میں سے نزع کی سی کیفیت کچھ کم ہو گئی میں نے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اور ایک چیز اور بھی تمہیں یاد رکھنی چاہیے...... یعنی اپنی حالت !...... حمل کی حالت میں عورتوں کو عجیب عجیب حقیقی قسم کے خواب آنے لگتے ہیں جو عموماً ناخوشگوار قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض اوقات بیداری میں بھی اسی طرح کے توہمات حقیقی شکل اختیار کر کے سامنے آجاتے ہیں۔"

وہ آہستہ سے بولی...... "یہ صحیح ہے۔ جب میری بچی پیدا ہونے والی تھی تو مجھے بڑے بھیانک خواب نظر آئے تھے۔"

اچانک وہ رک گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے چہرے پر شک و شبہ کا بادل پھر چھا رہا تھا۔

"لیکن وہ گڑیا!...... وہ گڑیا کمرے میں موجود نہیں!" وہ بولی۔

میں بوکھلا گیا۔ نہ جانے کیوں میں نے اس سوال کا خیال نہ کیا تھا۔ اب میرے پاس کوئی جواب نہ تھا لیکن گل خاں نے یہ مشکل حل کر دی۔ وہ اطمینان سے بولا۔

"یقیناً یہ گڑیا کمرے میں کیسے ہو سکتا ہے بابا؟ ہم نے تو اس کو بہت دور پھینک دیا۔ تم نے جب ہم سے یہ سب کچھ بتایا تو ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ اس کو پھینک دیا جائے اور تم اس کو پھر نہ دیکھ سکو۔"

آشا نے تیزی سے پوچھا۔

"مگر گڑیا تم کو کہاں سے ملی؟ میں نے ہر جگہ اس کو تلاش کیا تھا۔"

"شاید تم اپنا حالت کے باعث اچھی طرح تلاش نہ کر سکا" گل خاں بولا۔ "ہم کو وہ

گڑیا وہاں بچی کے گہوارے کے نیچے چادروں میں چھپی ہوئی ملا تھا۔ وہ بہت دب گیا تھا شاید بچی سوتے میں اس پر پہلو بدلتی رہی ہو گی۔"

آشا نے پس و پیش سے کہا۔ "ہو سکتا ہے وہ نیچے گر پڑی ہو مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہاں تلاش کیا تھا یا نہیں......"

اس خیال سے کہ کہیں وہ یہ شک و شبہ نہ کر بیٹھے کہ میرے اور گل خاں کے درمیان کوئی سازش ہو رہی ہے میں نے گل خاں کو سخت لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا۔ گل خاں! اگر تم نے گڑیا ان کو دکھا دی ہوتی تو یہ فوراً خود ہی سمجھ جاتیں کہ یہ سب ایک خواب تھا اور اس طرح ان کو بہت کچھ تکلیف سہنی نہ پڑتی۔"

"ہم کوئی ڈاکٹر نہیں ہے بابا!" اس نے برہم آواز میں جواب دیا۔ "ہم نے تو وہی کیا جو ہمارا عقل میں بہتر تھا۔"

"جاؤ نیچے جا کر دیکھو کہ گڑیا ملتی ہے۔" میں نے سختی سے حکم دیا۔ گل خاں نے میری طرف تیز نظر ڈالی۔ میں نے سر کو خفیف سی حرکت دی اور میں سمجھ گیا کہ وہ سمجھ گیا ہے۔

چند منٹ میں وہ واپس آ گیا۔

"ابھی پندرہ منٹ پہلے غلاظت کو صاف کیا گیا ہے"۔ گل خاں نے بددلی سے کہا۔

"گڑیا تو مہتر کے ساتھ چلا گیا!...... مگر ہم کو یہ ملا ہے!"

اس نے ایک چھوٹا سا تسمہ اوپر اٹھا کر دکھایا جس میں نصف درجن ننھی ننھی کتابیں لٹک رہی تھیں۔ وہ بولا۔

"کیا یہ وہی کتابیں ہیں جن کو تم نے خواب میں دیکھا تھا کہ گڑیا نے میز پر پھینک دیا۔"

آشا نے غور سے دیکھا اور پیچھے ہٹ گئی۔

"ہاں" اس نے جواب دیا۔ "براہ کرم اس کو دور ہی رکھو۔ میں اس کو دیکھنا نہیں چاہتی

گل خاں نے فاتحانہ نظر میری طرف ڈالی۔

"کیوں ڈاکٹر صاحب! ہمارے خیال میں یہ کام ہم نے اچھا ہی کیا تھا کہ گڑیا کو پھینک دیا۔"

میں نے کہا...... "بہر حال اب جب کہ آشا کو اطمینان ہو چکا ہے تو یہ سب کچھ محض ایک خواب تھا، تو یہ سب ٹھیک ہی ہے۔"

میں نے آشا کے سرد ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "اور اب میں تمہارے لیے کچھ دوائیں تجویز کیے دیتا ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ تم اس مکان میں ایک منٹ بھی رہو...... جلد سے جلد اس کو چھوڑ دو...... تمہیں لازم ہے کہ ایک تھیلے میں اپنے اور بچی کے



لیے ضروری سامان ایک ہفتہ کا لے کر تم اس جگہ کو فوراً چھوڑ دو۔ میں تمہاری خصوصی حالت کا خیال کر رہا ہوں اور اس ننھی سی زندگی کا خیال جو دنیا میں آنے والی ہے۔ میں یہاں کے تمام رسمی کام کو دیکھ بھال لوں گا۔ تم گل خاں کو ضروری تفصیلات کے متعلق ہدایات دے سکتی ہو۔ لیکن تم کو فوراً جانا چاہیے...... کیا ارادہ ہے؟"

یہ دیکھ کر مجھے سکون ہوا کہ وہ رضامند ہو گئی۔ چند لمحات کا وہ منظر یقیناً بڑا دردناک تھا جب کہ آشا نے اور اس کی بچی نے اجیت کی لاش کو الوداع کہا۔ لیکن جلد ہی آشا گل خاں کے ساتھ اپنے عزیزوں کی طرف روانہ ہو گئی۔ بچی کی یہ خواہش تھی کہ اپنی پہلی پہلی دو گڑیاں بھی ساتھ ہی لے جائے۔ میں نے آشا کے شکوک کو از سر نو بیدار ہو جانے کے خطرے کے باوجود اس بات کو منظور نہ کیا۔ میں چاہتا تھا کہ یہ دونوں اپنی پناہ گاہ میں اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائیں جس کا تعلق رانی سے ہو۔ گل خاں نے میری تائید کی اور گڑیاں گھر پر ہی چھوڑ دی گئیں۔

میں نے اپنے جانے بوجھے ایک شخص کو بلایا جو تجہیز و تکفین یا مکانات کی دیکھ بھال کا کاروبار کرتا تھا۔ اس کے بعد میں نے لاش کا ایک آخری معائنہ کیا مجھے یقین ہو گیا کہ لاش کی کھوپڑی میں وہ چھوٹا سا سوراخ کسی کو نظر نہ آئے گا۔ پوسٹ مارٹم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ کیونکہ موت کے سبب کے متعلق میرا سرٹیفکیٹ ہو گا جب نگراں شخص آ گیا تو میں نے بیوہ کی عدم موجودگی کی تشریح کر دی...... اور اس کو بتا دیا کہ بچے کی قریبی ولادت کے زمانے کی بنا پر وہ میرے حکم پر یہاں سے ہٹالی گئی ہے۔ میں نے موت کی وجہ انجماد خون قرار دیا اور بے اختیار مجھے مہاجن سہراب بھائی کی موت کا خیال آیا جس کی موت کی یہی وجہ تجویز کی گئی تھی اور میں خود اس پر ہنسا تھا۔

جب لاش کو لے جایا جا چکا تو میں گل خاں کی واپسی کا انتظار کرنے لگا تو میں نے اپنے خیالات کو موجودہ مسئلہ پر مرکوز کر دیا۔ میں نے کوشش کی کہ اس طلسمی دنیا سے خود کو مانوس بناؤں جس کے اندر میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ ایک لامتناہی قدیم زمانے سے آوارہ سرگرداں ہوں۔ میں نے کوشش کی کہ اپنے دماغ کو تمام قسم کی بدگمانیوں اور ان تمام خیالات سے پاک و صاف کر دوں جو پہلے سے میرے ذہن میں عقیدوں کی صورت اختیار کیے ہوئے تھے اور اس طرف بالکل توجہ نہ دوں کہ کیا ہونا ممکن تھا اور کیا ہونا ممکن نہ تھا سب سے پہلے میں نے یہ تسلیم کر لیا کہ یہ رانی کسی ایسے علم کی مالک ہے جس سے ہماری موجودہ سائنس ناواقف ہے۔ میں نے اس علم کو جادو یا طلسم نہیں سمجھا۔ یہ الفاظ کوئی مفہوم نہیں رکھتے کیونکہ ان کا استعمال قدیم ترین زمانوں سے ایسے مظاہرے کے لیے ہوتا

آیا ہے جو بالکل فطری مظاہر تھے۔ لیکن انکی وجوہات لوگوں کو معلوم نہ تھیں۔ مثال کے طور پر زیادہ زمانہ نہیں ہوا جب کہ وحشی قوموں کے نزدیک دیا سلائی کا جلانا بھی ایک "جادو" تھا۔

نہیں...... رانی کوئی جادوگرنی نہ تھی۔ جیسا کہ جلال سوچ رہا تھا۔ وہ کسی نا معلوم علم کی ماہر تھی۔ اور بس!

ایک علم کی حیثیت سے یہ علم بھی لازمی طور پر چند مقرر شدہ قوانین کا پابند ہونا چاہیے خواہ وہ قوانین مجھے معلوم ہوں یا نہ ہوں۔ علالت معلول کے قانون سے میں جو کچھ سمجھتا تھا اگر رانی کی حرکات اس قانون کے خلاف تھیں تو وہ یقیناً علت و معلول کے کسی اور خاص قانون کے تحت ضرور ہوں گی۔ رانی کی ان حرکات میں کوئی بات خلاف فطرت یا فوق الفطرت نہ تھی۔ بات صرف یہ تھی کہ وحشی لوگوں کی طرح میں یہ نہ جانتا تھا کہ دیا سلائی کیوں جلتی ہے۔ ان نہ معلوم قوانین یا رانی کے طریقہ عمل کے متعلق اگر مجھے کافی معلومات حاصل نہ تھیں۔ تو کم از کم میرے خیال میں چند باتیں ضرور صاف تھیں۔ گرہ دارفیتہ یا "جادوگرنی کا ہار" یقیناً اس کارگزاری میں ایک اہم چیز تھی۔ اور گڑیوں یا پتلیوں میں زندگی پیدا کرنے کے لیے ایک لازمی چیز تھی جلال پر جب پہلا حملہ کیا گیا تو اس سے پہلے ایک ایسا ہی فیتہ اس کی جیب میں ڈال دیا گیا تھا پھر اس رات کے پریشان کن واقعات کے بعد ایک دوسرا فیتہ میں نے جلال کی چارپائی کے پاس ہی پڑا ہوا پایا تھا میں خود بھی ایک ایسے ہی فیتے کو ہاتھ سے دبائے ہوئے سونے کے لیے لیٹا تھا۔ اور پھر نیند میں میں نے اپنے مریض کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی!...... ایک تیسرا فیتہ اس گڑیا کے ساتھ موجود تھا جس نے اجیت کو ہلاک کیا تھا۔

لہٰذا یہ ظاہر تھا کہ گڑیوں یا پتلیوں کی حرکات و سکنات پر قابو رکھنے کے لیے جو طریقہ عمل میں لایا گیا اس کا ایک ضروری حصہ یہ گرہ دار فیتہ بھی تھا۔

اس نظریہ کے خلاف ایک واقعہ یہ موجود تھا کہ جب رات کے وقت اس آوارہ شرابی پر مکرجی کے پتلے نے حملہ کیا تو اس وقت اس شرابی کے پاس کوئی گرہ دار فیتہ نہ تھا۔

لیکن یہ ممکن ہے کہ فیتہ کا تعلق گڑیا کی صرف ابتدائی حرکات و سکنات سے رہتا ہو۔ اور جب ایک بار یہ گڑیاں حرکت میں آجاتی ہوں تو ان کا یہ فعل لامحدود مدت تک جاری رہ سکتا ہو۔

گڑیوں کے بنانے میں ایک مقررہ طریقہ کا پتہ چلتا تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب سے پہلے ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ جو شخص آئندہ شکار ہونے والا ہے۔ اس کی



آزادانہ رضامندی و اجازت حاصل کی جائے...... یعنی وہ اپنی خوشی سے اس بات پر تیار ہو جائے کہ ایک ماڈل کی حیثیت سے سامنے بیٹھے اور اپنی شکل کی گڑیا بنوائے۔ دوسرا قدم یہ تھا کہ اس کے جسم پر ایک زخم لگایا جائے تاکہ مرہم لگانے کا موقع ملے اور یہ مرہم ایک نا معلوم قسم کی موت کا باعث بن جائے۔ تیسرا کام یہ تھا کہ گڑیا بالکل اس شخص کی مکمل نقل ہونی چاہیے جو شکار ہونے والا ہے۔ موت کا ذریعہ ہر مرتبہ ایک ہی تھا۔ یہ بات یکساں علامات سے ثابت ہو چکی تھی۔

لیکن کیا ان اموات کا کوئی تعلق واقعی گڑیوں کی حرکات و سکنات سے تھا؟ کیا وہ اس عمل کا ایک ضروری حصہ تھیں؟

ہو سکتا ہے کہ رانی کا یہی عقیدہ ہو۔ بلکہ یہ واقع ہے کہ اس کا بلاشبہ یہی عقیدہ تھا۔ لیکن مجھے اس کا یقین نہ تھا۔

جس گڑیا نے جلال کو زخمی کیا تھا وہ مکرجی کی شکل پر بنائی گئی تھی نرس جیسی گڑیا جس کو محافظین نے جلال کے کمرے کی کھڑکی پر کھڑے دیکھا تھا۔ وہ گڑیا ہو سکتی ہے۔ جس کے لیے شیلا نے خود کو ماڈل بنایا تھا۔ جس گڑیا نے مہلک پن اجیت کے دماغ میں اتار دیا تھا۔ وہ شاید اس گیارہ سال کی اسکول بچی کا نمونہ تھی جس کا نام انیتا تھا...... یہ سب باتیں مجھے تسلیم تھیں۔

لیکن یہ نظریہ کہ ان گڑیوں میں زندگی پیدا کرنے والی چیز خود مکرجی یا شیلا یا انیتا کی زندگی کا کوئی حصہ تھا...... اور جب یہ لوگ مرے تو ان کی قوت حیات ان کے دماغ اور ان کی روحوں کا کوئی حصہ ان کے جسم میں سے نکال کر ایک شیطانی قالب میں ڈھال کر ان تار کے ڈھانچوں والی گڑیوں میں بند کر دیا گیا...... اس نظریہ کے خلاف میری تمام عقل بغاوت پر آمادہ تھی۔ میں تو ایسا امکان بھی تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

گل خاں کی واپسی نے میرے اس تجزیہ کو درہم برہم کر دیا۔

اس نے اختصار سے کہا...... "ہم نے اس کو پہنچا دیا۔"

میں نے پوچھا...... "گل خاں! جب تم نے آشا کو یہ بتایا کہ تم کو وہ گڑیا یہاں ملی تھی تو کیا یہ ممکن نہیں کہ تم سچ ہی کہہ رہے ہو؟"

"نہیں۔ ڈاکٹر صاحب۔ گڑیا بالکل غائب تھا۔"

"لیکن وہ ننھی کتابیں تمہیں کہاں سے ملیں؟"

"اسی جگہ سے جہاں آشا نے بتایا تھا کہ گڑیا نے ان کو پھینک دیا تھا...... میز پر سے!...... جب آشا ہم کو اپنی کہانی سنا چکی تو ہم نے آپ کے آنے سے پیشتر ان کو چھپا دیا تھا۔ ہمارا خیال

تھا کہ آشا نے ان کو نہیں دیکھا تھا......"

"تم نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔" میں نے جواب دیا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر آشا نے گرہ دار فیتہ کے متعلق پوچھ لیا ہوتا تو ہم کیا کہتے ؟"

"فیتہ نے آشا کے دماغ پر زیادہ اثر نہیں کیا تھا۔" وہ بولا اور پھر پس و پیش کے بعد کہا۔ "لیکن ہمارا خیال ہے ڈاکٹر صاحب کہ فیتہ بہت اہم شے ہے۔ ہم سوچتا ہے کہ اگر ہم آشا کو سیر و تفریح کے لیے نہ لے گیا ہوتا اور اجیت گھر پر موجود نہ ہوتا۔ اور خود آشا نے وہ بکس کھولا ہوتا تو...... اجیت کے بجائے اس وقت آشا مردہ ہوتا۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ......"

"ہمارا مطلب یہ ہے کہ گڑیا اسی پر حملہ کرتا ہے جس کے پاس فیتہ موجود ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"یہی خیال تقریباً خود میرے دماغ میں بھی موجود تھا"۔ میں نے پوچھا...... "لیکن کسی کو کیا ضرورت ہے کہ آشا کو ہلاک کرے ؟"

"ہو سکتا ہے آشا کو کوئی ایسا بات معلوم ہو جو کسی کے لیے خطرناک ہو۔ اوہو! ۔ اس سے ہم کو ایک بات یاد آ گیا۔ جو کہ ہم آپ کو بتانا چاہتا تھا دیو نما عورت کو معلوم ہو گیا ہے کہ اس کا نگرانی کیا جا رہا ہے۔"

"اس کے آدمی ہمارے آدمیوں سے بہتر ہیں۔" میں نے جلال کا فقرہ دہرایا۔ اس کے بعد میں نے گل خاں کو اس دوسرے حملہ کے متعلق بتلایا جو کہ جلال پر رات کے وقت ہوا تھا اور یہ کہ میں نے کیوں اس کو بلایا تھا۔

وہ بولا...... "اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ دیو نما عورت جانتا ہے کہ اس کی نگرانی کے پیچھے کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے اسی لیے اس نے سردار اور آشا دونوں کا صفایا کرنا چاہا تھا۔ وہ اب ہم لوگوں کی طرف حملہ کر رہی ہے ڈاکٹر صاحب!"

"گڑیوں کے ساتھ کوئی شخص آتا ضرور ہے۔" میں نے کہا۔ "بانسری کی آواز ایک بلانے کا اشارہ ہے۔ گڑیاں ہوا میں تحلیل نہیں ہو جاتیں۔ وہ بانسری کی آواز پر عمل کرتی ہیں اور کسی نہ کسی طرح اس شخص کی طرف واپس چلی جاتی ہیں جو بانسری بجاتا ہے۔ یہ گڑیاں ضرور دکان سے ہی لائی جاتی ہوں گی۔ اس لیے ان دونوں عورتوں میں سے ہی کوئی ایک عورت ان کو لاتی ...... تمہاری نگرانی کرنے والے آدمیوں کی نظر سے یہ سب کچھ کیسے پوشیدہ رہ جاتا ہے!"

"معلوم نہیں" اس نے پریشان ہو کر کہا۔ "ضرور یہ کام وہ سفید عورت کرتا ہے۔"



دیکھئے ہم آپ کو بتاتا ہے ڈاکٹر صاحب کہ ہم نے کیا دیکھا گزشتہ رات جب ہم آپ سے رخصت ہوا۔ تو ہم سیدھا اپنے آدمیوں کے پاس گیا تاکہ ان کا خبر معلوم کرے۔ انہوں نے ہم کو بہت کچھ بتایا انہوں نے کہا کہ چار بجے کے قریب "سفید لڑکی" عقبی حصہ میں چلا گیا اور دیو نما عورت دکان میں آکر کرسی پر جم گیا ہمارے آدمیوں نے اس بات کا کوئی خیال نہ کیا۔ لیکن سات بجے کے قریب انہوں نے دیکھا کہ وہی سفید لڑکی باہر راستہ پر سے آتا ہوا دکان میں چلا گیا۔ جو لوگ عقبی حصہ پر نگرانی کرتا تھا۔ ان سے پوچھا گیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے سفید لڑکی کو باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا...... گیارہ بجے کے قریب ہمارا ایک آدمی جو نگرانی پر آ رہا تھا۔ ایک اور بھی خراب خبر لے کر آیا۔ اس نے کہا کہ وہ ساحلی شاہراہ پر آ رہا تھا۔ جب کہ ایک کار ایک گوشہ پر گھوما اور اس میں وہی سفید لڑکی نظر آیا۔ یہ آدمی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اس نے اس لڑکی کو دکان میں پہلے بھی دیکھا تھا۔ سفید لڑکی تیزی سے شاہراہ پر چل دیا آدمی نے غور کیا کہ کوئی شخص اس لڑکی کا تعاقب تو نہیں کر رہا ہے۔ اور جب اس کو کوئی نظر نہ آیا تو اس نے کرایہ کا کار تلاش کیا...... کوئی کار نظر نہ آیا...... کسی کا کوئی کار کہیں رکا ہوا بھی نظر نہ آیا۔ ورنہ اس کو چرا لیتا۔ لہٰذا وہ آدمیوں کے پاس آیا اور پوچھا کہ کیا کرنا چاہیے...... دکان پر نگرانی کرنے والوں نے اس بار بھی کسی لڑکی کو باہر نکلتے نہ دیکھا تھا...... ہم نے دو آدمی کو ساتھ لیا اور ہمسایہ علاقہ کو دیکھنا شروع کیا تاکہ وہ مقام معلوم کر سکے جہاں یہ لڑکی اپنے کو چھپاتا ہے۔ چار بجے تک قسمت نے ہمارا کوئی ساتھ نہ دیا۔ اس کے بعد ہمارا ایک آدمی ہمارے پاس آیا اس نے بتایا کہ تین بجے کے قریب اس نے سفید لڑکی کو دیکھا تھا...... وہ دکان سے آگے راستے پر ایک گوشے کی طرف جا رہا تھا اس کے ہاتھوں میں دو بکس لٹکے ہوئے تھا۔ لیکن ان کا وزن لڑکی کو کچھ ناگوار معلوم نہ ہوتا تھا۔ وہ لڑکی جلدی جلدی جا رہا تھا...... دکان سے دور ...... ہمارے آدمی نے ذرا زیادہ اچھا دیکھنے کے لیے ایک بار اپنی آنکھوں کو ملا لیکن اب جو دیکھا تو سفید لڑکی وہاں موجود نہ تھا۔ اس نے اس مقام پر چاروں طرف خوب دیکھا بھالا جہاں وہ لڑکی اس کو نظر آیا تھا وہاں اس کا کوئی پتہ نہ تھا۔ اندھیرا کافی تھا۔ آدمی نے دروازوں وغیرہ کو آزما کر دیکھا لیکن راستے پر سب مکانوں اور دکانوں کے دروازے بند تھے۔ اس لیے اس نے یہ تعاقب ترک کر دیا اور ہمارے پاس آیا...... ہم نے جا کر اس مقام کو دیکھا۔ یہ گڑیوں کی دکان سے دو تین عمارتوں کے بعد تھا۔ یہاں پر زیادہ تر دکانیں تھیں جن کے اوپر سامان کا گودام تھا۔ زیادہ لوگ وہاں نہیں رہتا۔ مکانات سب پرانے ہیں۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ سفید لڑکی کس طرح ہماری نگاہوں سے بچ کر دکان سے نکل کر آ جا سکتا ہے۔ ہم نے سوچا ہو سکتا ہے کہ ہمارے آدمی

نے غلطی کی ہو۔ ممکن ہے اس نے کسی اور کو دیکھا ہو یا محض اس کا یہ وہم ہی ہو کہ اس نے کسی کو دیکھا ہے۔ لیکن ہم نے چاروں طرف بڑے غور سے تحقیق و تلاش کیا۔ اور کچھ وقت بعد ہم کو ایک ایسا جگہ نظر آیا جہاں کار کو رکھا جا سکتا تھا۔ اس کا دروازہ کھولنے میں ہم کو زیادہ وقت نہیں لگا...... اور واقعی وہاں ایک کار موجود تھا جس کا انجن ابھی تک گرم تھا۔ اس کو وہاں آئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا اور سیاسی قسم کا کار تھا جس کو چلاتے ہوئے ہمارے آدمی نے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ ہم نے پھر اس مقام کو مقفل کر دیا۔ اور ہم اپنے آدمیوں کے پاس پہنچا۔ باقی رات ہم ان کے ساتھ ہی نگرانی کرتا رہا۔ گڑیوں کی دکان میں کوئی بھی روشنی نہ تھی۔ صبح آٹھ بجے وہی لڑکی نے دکان کھولا!"

"ٹھیک ہے" میں نے کہا۔ "لیکن اب بھی تمہارے پاس اس کا ثبوت موجود نہیں کہ وہ لڑکی باہر گئی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ جس لڑکی کو تمہارے آدمی نے دیکھا تھا وہ یہ لڑکی نہ ہو......"

اس نے میری طرف رحم آلود نظروں سے دیکھا۔

"وہ سفید لڑکی سہ پہر کے وقت ہمارے آدمیوں کی نظر سے چھپ کر باہر گئی تھی...... یہ تو آپ جانتا ہے نا؟...... تو پھر رات کے وقت ایسا ہی کرنے میں اس کو کون سی شے مانع آتی تھی؟ ہمارے آدمیوں نے اس کو کار چلاتے دیکھا تھا۔ اور ہم کو ایک اسی طرح کی کار ٹھیک اسی مقام پر دستیاب ہوئی۔ جہاں وہ لڑکی نظروں سے غائب ہوئی تھی۔"

میں چپ چاپ سوچنے لگا۔ گل خاں کی بات پر یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ موجود نہ تھی۔ اور جن اوقات میں وہ لڑکی باہر دیکھی گئی تھی۔ وہ چند باتوں سے پراسرار مطابقت رکھتا تھا۔ میں نے کہا۔

"وہ لڑکی سہ پہر میں جس وقت باہر دیکھی گئی وہ وہی وقت ہے جب کہ قاتل گڑیا آشا کے گھر پہنچائی گئی تھی۔ پھر رات کو اس لڑکی کے باہر نکلنے کا وقت وہی ہے جب کہ جلال پر دوسرا حملہ ہوا اور اجیت کو ہلاک کیا گیا۔"

"آپ نے بالکل سولہ آنے پتہ کی بات کہا ہے!" گل خاں بولا۔ "وہ لڑکی باہر جاتا ہے اور گڑیا کو آشا کے گھر پر پہنچا کر واپس آجاتا ہے پھر وہ لڑکی جاتا ہے اور گڑیوں کو سردار پر حملہ کرنے کیلئے بھیج دیتا ہے۔ اور خود باہر ان کے واپس آنے کا انتظار کرنے لگتا ہے اس کے بعد یہ سفید لڑکی جاتا ہے۔ اور اجیت کو ہلاک کرنے والی گڑیا کو بھی واپس بلا لیتا ہے اور پھر تیزی سے خود واپس آجاتا ہے یہ سب گڑیاں ان بکسوں میں تھیں جو کہ یہ لڑکی اٹھائے نظر آیا تھا۔



اپنی عقل کی بے چارگی اور بے بسی پر مجھے بے اختیار غصہ آگیا۔

"اور میرے خیال میں تم یہ سوچ رہے ہو کہ وہ لڑکی اپنے گھر سے دھواں بن کر چمنی کے ذریعہ نکل گئی ہوگی۔" میں نے طنزیہ کہا۔

"نہیں" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "نہیں ڈاکٹر صاحب ہم ایسا نہیں سوچتا لیکن وہ سب مکانات بہت پرانا ہے اور ہمارا خیال ہے کہ شاید وہاں کوئی خفیہ راستہ ایسا موجود ہے جس سے وہ ایک چوہے کی طرح نکل جاتی ہے۔ بہر حال اب ہمارا سب آدمی سب راستوں اور کار کے اصطبل کو دیکھ رہا ہے اور یہ سفید لڑکی ہم کو فریب نہیں دے سکتا۔"

اور ایک منٹ بعد اس نے کہا...... "اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس کو جادوگر نہیں سمجھتا۔ وہ دھواں بن کر بھی نکل سکتا ہے۔"

اچانک میں بول اٹھا...... "گل خاں! میں اس عورت رانی سے گفتگو کرنے جا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں تم میرے ساتھ چلو۔"

اس نے جواب دیا۔ "ہم بالکل آپ کے قریب رہے گا ڈاکٹر صاحب...... اور ہمارا انگلی ہمارے ریوالور پر تیار!"

میں نے کہا...... "نہیں! میں اس سے تنہا ملنا چاہتا ہوں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ تم باہر کی طرف پوری نگرانی رکھو۔"

اس نے یہ بات پسند نہ کی بحث کرتا رہا۔ لیکن آخر کار بادل ناخواستہ راضی ہو گیا۔

میں نے اپنے مطب کو ٹیلی فون کیا۔ ڈاکٹر کمار سے باتیں کیں اور یہ معلوم ہوا کہ جلال کی حالت حیرتناک تیزی کے ساتھ سدھرتی جا رہی تھی میں نے کمار سے کہا کہ دن کا باقی کام وہ خود دیکھ بھال لے اور اس کو جھوٹ یہ بہانہ بنا دیا کہ میں ایک اہم مریض کو دیکھنے جا رہا ہوں جہاں شاید مجھے کافی دیر لگ جائے گی۔ میں نے ٹیلی فون کا سلسلہ جلال کے کمرے سے جوڑنے کے لئے کہا اور جب یہ ہو گیا تو میں نے نرس کے ذریعہ جلال کو یہ کہہ دیا کہ گل خاں میرے ساتھ ہے اور ہم دونوں ایک خاص زاویہ نظر سے کچھ تحقیقات کرنے جا رہے ہیں جس کا نتیجہ میں واپس ہونے پر بتاؤں گا۔ نیز یہ کہ اگر جلال کو اعتراض نہ ہو تو میں گل خاں کو سہ پہر کے باقی وقت اپنے ساتھ ہی رکھنا چاہتا ہوں۔

جلال نے کہلایا کہ گل خاں کو آپ کا احکام اسی طرح ماننے ہوں گے جیسے کہ خود میرے۔ جلال میرے ساتھ کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا لیکن میں ایسا نہ چاہتا تھا۔ شدید عجلت کا بہانہ کر کے میں نے ٹیلی فون رکھ دیا۔

میں نے نہایت عمدہ اور پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ میرا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے میں

حقائق پر قائم رہنے میں زیادہ آسانی سے کامیاب ہو سکوں گا۔ کیونکہ میں ایک ایسی عورت سے ملنے جا رہا تھا جو طلسمات کی ملکہ تھی اور اس کے مقابل آکر مجھے حقائق پر قائم رہنے کی شدید ضرورت تھی گل خاں عجیب طریقہ پر خاموش اور کھویا کھویا سا تھا۔

کلاک تین بجا رہی تھی۔ جبکہ میں رانی سے ملنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

میں گڑیاں بنانے والی فنکار رانی کی دکان پر کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا اور میرے دل میں اندر دکان میں قدم نہ رکھنے کا جو ایک شدید جذبہ احتراز پیدا ہو رہا تھا اس کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا میں جانتا تھا کہ گل خاں پہرے پر تعینات ہے میں جانتا تھا جلال کے آدمی مقابل کے مکانات سے نگرانی کر رہے ہیں اور کچھ اور آدمی راہ گیروں میں مل جل کر ادھر ادھر گذر رہے ہیں۔ قریب سے گزرنے والی ایک گرجتی ہوئی ٹرین کے باوجود اور ساحلی شاہراہ پر گاڑیوں کے ہنگامے اور سڑک کی عام روزمرہ زندگی کی چہل پہل کے باوجود رانی کی دکان ایک محصور شدہ سنسان قلعہ معلوم ہوتی تھی۔ اور میں اس کی دہلیز پر کھڑا ہوا اس طرح کانپ رہا تھا جیسے ایک نامعلوم دنیا کے دروازے پر ایستادہ ہوں۔

باہر کھڑکی میں صرف چند گڑیاں بطور نمائش رکھی گئی تھیں۔ لیکن وہ اس قدر کافی غیر معمولی تھیں کہ کسی بھی بچے یا بڑے کی نگاہوں کو زبردستی اپنی طرف کھینچ سکتی تھیں۔ یہ اس قدر خوبصورت نہ تھیں۔ جیسی کہ وہ گڑیا جو شیلا کو دی گئی تھی۔ اجیت کے گھر دکان کی گڑیاں میں نے دیکھی تھیں۔ وہ بھی شیلا کی گڑیا کی طرح حسین نہ تھیں۔ پھر بھی یہ دکان کی گڑیاں کافی جاذب نظر اور جال میں پھنسانے کے لئے ایک زبردست ذریعہ کی حیثیت رکھتی تھیں دکان کے اندر روشنی کم تھی۔ میں نے دیکھا کہ ایک دبلی پتلی لڑکی کاؤنٹر کے پاس ادھر ادھر حرکت کر رہی تھی........ یقیناً یہی لڑکی رانی کی بھتیجی تھی۔

دکان کے طول و عرض کو دیکھ کر واقعی یہ خیال نہ ہوتا تھا کہ اس کے پیچھے کوئی ایسا



شاندار بڑا کمرہ ہو سکتا ہے جس کی لفظی تصویر شیلا نے اپنی ڈائری میں پیش کی تھی بہر حال یہ مکانات بہت پرانے تھے۔ اور یہ ہو سکتا تھا کہ عقبی حصہ دکان کے حدود سے آگے تک پھیلا ہوا ہو۔

اچانک ایک بے صبری نے میرے خیالات کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ میں نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

میرے داخل ہوتے ہی لڑکی میری طرف مڑی میں کاؤنٹر کی طرف آیا تو وہ غور سے مجھے دیکھتی رہی۔ اس نے کوئی بات نہ کی۔ میں نے تیزی سے اس کا جائزہ لیا بالکل نمایاں طور پر وہ ایک جذباتی اور ہسٹریا قسم کی لڑکی معلوم ہوتی تھی........ اس قسم کی اس سے زیادہ مکمل مریضہ میں نے آج تک نہیں دیکھی تھی۔ میں نے غور سے اس کی علامات کا معائنہ کیا...... زردی مائل سیاہ آنکھیں جن کی نظر مبہم و خود رفتہ تھی۔ اور پتلیاں پھیلی ہوئی........ لمبی اور پتلی گردن اور قدرے گول گول سے اعضاء........ زرد رنگت اور لمبی پتلی انگلیاں...... اس کے ہاتھ ایک دوسرے کو پکڑے ہوئے تھے۔ اور میں نے اندازہ لگایا کہ وہ غیر معمولی حد تک نرم تھے........ اس طرح وہ ایک ہسٹریا زدہ مزاج کی لڑکی کی آخری شرط تک پوری کرتی تھی۔ اگر وہ کسی اور زمانے اور کسی قسم کے حالات میں ہوتی تو ایک راہبہ ہوتی........ کسی معبد کی ایک پراسرار پجارن جو غیب کی باتیں بتلایا کرتی۔

خوف اس کی زندگی کا ساتھی تھا۔ اس کے متعلق ذرا بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی لیکن مجھے یہ یقین تھا کہ اس پر خوف چھایا ہوا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر یا میری وجہ سے پیدا نہ ہوا تھا بلکہ یہ تو کوئی بہت گہرا اور غیر انسانی خوف تھا۔ جو ایک سانپ کی طرح اس کے وجود کی جڑ میں حلقے بنائے پڑا تھا۔ اور اس کی قوت حیات کو چوس رہا تھا........ ایک روحانی خوف!

........ میں نے اس کے بالوں کی طرف دیکھا........ یہ زردی مائل سیاہ تھے........ یہ وہی رنگ تھا وہی جو کہ گرہ دار فیتوں میں پایا گیا تھا!!

جب اس نے مجھے اپنے بالوں کی طرف غور سے نظر کرتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھوں کی مبہم کیفیت کم ہو گئی۔ اور اس کی جگہ مستوری کا رنگ نمایاں ہو گیا جیسے کسی خطرے کا احساس ہو رہا ہو........ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ میری موجودگی کا احساس کرتی معلوم ہوئی۔ میں نے انتہائی لاپرواہی سے کہا۔

"باہر کھڑکی میں رکھی ہوئی گڑیوں نے مجھے کھینچ بلایا ہے۔ میری ایک چھوٹی سی نواسی ہے جو کہ یقیناً ایسی گڑیا کو بہت پسند کرے گی"۔

"یہ گڑیاں فروخت کے لئے ہیں۔ اگر آپ کو کوئی پسند ہو تو آپ خرید سکتے ہیں اس کی

مقررہ قیمت پر"۔

اس کی آواز ہلکی تھی.......... تقریباً سرگوشی کی طرح.......... اور اس میں استغناء کی جھلک تھی۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں کی تیزی اور مستعدی اور بڑھ گئی تھی۔

میں نے کسی قدر برہمی کا انداز اختیار کرتے ہوئے جواب دیا...... "میرے خیال میں ایسا تو ہر خریدار کر سکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ بچی بہت ہی محبوب ہے اور میں اس کے واسطے بہترین گڑیا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے کوئی دوسری اور بہتر قسم کی گڑیا دکھلائیں تو آپ کو زحمت تو نہ ہو گی؟

اس کی آنکھیں ایک پس و پیش کے عالم میں پھڑپھڑائیں۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی ایسی آواز کو سننے کی کوشش کر رہی تھی جو کہ میں سن سکتا تھا۔ اچانک اس کے طرز عمل میں سے لاپرواہی اور استغناء کی کیفیت غائب ہو گئی۔ اور وہ بہت ہی خلیق بن گئی اور ٹھیک اسی لمحہ مجھے اپنے اوپر کسی اور کی نگاہوں کا احساس ہوا.......... جیسے وہ میرا جائزہ لے رہی ہوں...... میری تلاشی لے رہی ہوں!!.......... یہ احساس اس قدر قوی تھا کہ بے اختیار میں نے رخ بدلا اور دکان میں ادھر ادھر نظر ڈالی۔ وہاں اس لڑکی کے اور میرے علاوہ اور کوئی بھی موجود نہ تھا۔ کاؤنٹر کے سرے پر ایک دروازہ تھا لیکن وہ پوری طرح بند تھا۔ میں نے ایک نظر کھڑکی کی طرف ڈالی۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ گل خان اندر جھانک رہا تھا.......... وہاں بھی کوئی نہ تھا۔

اور پھر اچانک.......... جیسے کوئی نظر نہ آنے والا کیمرہ ایک ہلکی آواز کے ساتھ بند ہو جائے.......... وہ غیر مرئی و نادیدہ نظر غائب ہو گئی جس کا احساس مجھے ہو رہا تھا۔ میں لڑکی کی طرف مخاطب ہوا۔ اس نے کاؤنٹر پر نصف درجن بکس لا کر رکھ دیئے تھے۔ اور ان کو کھول رہی تھی۔ اس نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا.......... بے تکلفی سے.......... تقریباً ایک ادا کے ساتھ.......... اور بولی۔

"زحمت؟.......... جی نہیں.......... آپ اگر پسند فرمائیں تو میں دکان کی تمام گڑیاں حاضر خدمت کر سکتی ہوں اگر میں ابھی کچھ دیر پہلے کسی قدر لاپرواہ سی محسوس ہوئی ہوں تو اس کے لئے میں معافی چاہتی ہوں۔ میری پھوپھی جو کہ بچوں سے عشق رکھتی ہیں یہ سب گڑیاں بناتی ہیں یہ بات وہ کبھی خوشی سے گوارا نہیں کر سکتیں کہ جس شخص کو بچوں سے محبت ہو وہ یہاں دکان سے مایوس چلا جائے۔"

یہ عجیب سی مختصر سی تقریر تھی اور اسے کچھ عجیب انداز میں ادا کیا گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی اور کے جملے ادا کر رہی ہے لیکن اس تقریر سے زیادہ دلچسپ شے مجھے وہ



تبدیلی محسوس ہو رہی تھی۔ جو کہ خود اس لڑکی کے طرز عمل میں پیدا ہو گئی تھی۔ اب اس کی آواز کمزور و سست نہ تھی۔ اس میں ایک پر قوت ارتعاش تھا اور نہ یہ لڑکی اب وہ بے جان اور بے روح قسم کی مخلوق نظر آتی تھی جیسا کہ پہلے تھی۔ اس میں ایک زندگی تھی ایک جوش تھا بلکہ کافی خوش طبع نظر آتی تھی۔ چہرے پر رنگ نمودار ہو گیا تھا اور آنکھوں میں سے وہ کھوئی کھوئی خود رفتگی کی سی کیفیت غائب ہو گئی تھی۔ اب آنکھوں میں ایک چمک تھی.......... ایک ایسی چمک جس میں خفیف کینہ پروری کے بجائے ایک خفیف سی حقارت جھلکتی تھی۔

میں نے گڑیوں کا معائنہ کیا۔

"بڑی خوبصورت ہیں یہ گڑیاں" میں نے آخر کار کہا۔ "لیکن کیا یہی آپ کی بہترین گڑیاں ہیں؟.......... بات یہ ہے کہ یہ ایک خاص موقع ہے.......... ایک خاص تقریب میری نواسی کی ساتویں سالگرہ ہے۔ قیمت کی مجھے کوئی پرواہ نہیں بشرطیکہ وہ معقول حدود سے آگے نہ بڑھے۔

میں نے اس کو ٹھنڈی سانس لیتے سنا۔ اس کی طرف نظر اٹھائی تو دیکھا کہ زرد سیاہ آنکھوں میں خوف کی وہی پرانی جھلک تھی اور حقارت کی تمام چمک غائب ہو چکی تھی۔ چہرے سے رنگ کافور ہو گیا تھا.......... اور پھر یکایک میں نے اپنے اوپر کسی نادیدہ شخص کی وہی نگاہ محسوس کی جیسے کوئی پوشیدہ شخص مجھے دیکھ رہا ہے.......... لیکن اس بار یہ نگاہ زیادہ طاقتور معلوم ہوتی تھی.......... ایک ساعت کے بعد یہ نگاہ پھر اچانک غائب ہو گئی۔

کاؤنٹر کے قریب والا دروازہ کھلا۔

نرس شیلا نے رانی کا حلیہ بیان کیا تھا اس کو جاننے کے بعد اگرچہ میں غیر معمولی مشاہدہ کے لئے تیار تھا۔ لیکن اب جب میں نے رانی کو بذات خود دیکھا تو مجھے ایسا نمایاں جھٹکا سا لگا۔ رانی کے قد و قامت کی اونچائی اور اس کی بھاری بھر کم جسامت قریب رکھی ہوئی گڑیوں اور لڑکی کے دبلے پتلے جسم کے مقابلہ میں آکر اور بھی زیادہ بڑھ گئی تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ دروازے میں ایک دیو کھڑا ہوا مجھے دیکھ رہا ہے.......... اس کے بھاری چہرے پر رخساروں کی چوڑی اونچی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں اوپر کے ہونٹ پر ہلکی سی مونچھوں جیسے بال تھے اور منہ بہت موٹا تھا.......... یہ سب چیزیں بالکل مردانہ انداز کی معلوم ہوتی تھیں اور اس کے زبردست بھاری سینے کے نسوانی لوازمات کے ساتھ مل کر عجیب بے تکی سی مخلوق کا نقشہ پیش کرتی تھیں۔

میں نے اس کی آنکھوں کی طرف دیکھا............اور فوراً ہی اس کے چہرے اور جسم کے بھدے پن کو بالکل بھول گیا۔ آنکھیں بہت بڑی بڑی تھیں ......... روشن سیاہی سے لبریز ......... صاف و شفاف ......... غیر معمولی اور تشویشناک حد تک زندہ !! معلوم ہوتا تھا جیسے وہ زندگی کے دو بیتاب ٹکڑے ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور جسم کے تعلق سے بالکل آزاد ہیں ..........اور ان کی آنکھوں سے قوت کا ایک سیلاب ابلتا محسوس ہوتا تھا جو میرے اعصاب میں ایک گرم تھرتھری پیدا کرتا ہوا گزر رہا تھا۔

ایک کوشش کے بعد میں نے اپنی آنکھوں کی طرف سے ہٹالیا۔ میں نے اس کے ہاتھوں کی طرف نظر گھمائی۔ وہ سر سے پاؤں تک ایک ڈھیلے سیاہ لباس میں لپٹی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ لباس میں چھپے ہوئے تھے۔ میری نظر پھر اس کی آنکھوں کی طرف گئی تو دیکھا کہ اب ان میں نفرت و حقارت کی وہی چمک تھی جو کہ مجھے لڑکی کی آنکھوں میں نظر آئی تھی۔ رانی نے گفتگو کا آغاز کیا اور میں نے محسوس کیا کہ لڑکی کی آواز میں میں نے جو قوت و ارتعاش دیکھا تھا۔ وہ رانی کی آواز کے گہرے اور خواب آور حد تک شیریں لہجے کا ہی پرتو تھا۔

"میری بھتیجی نے آپ کو جو کچھ دکھلایا ہے شاید وہ آپ کو پسند نہیں آیا؟"

میں نے اپنے ہوش و حواس کو مجتمع کیا اور کہا..........."گڑیاں سب ہی حسین ہیں شریمتی......سریمتی......"۔

"میرا نام رانی ہے"۔ اس نے پر سکون لہجے میں کہا۔ "آپ کو میرا نام معلوم نہیں؟......"

"یہ میری بد قسمتی ہے"۔ میں نے ذو معنی الفاظ میں کہا۔ "بات یہ ہے کہ میرے ایک نواسی ہے ..........ایک چھوٹی سی بچی! ..........میں اس کی ساتویں سالگرہ کے واسطے کوئی بہت ہی عمدہ چیز چاہتا ہوں مجھے جو گڑیاں دکھائی گئی ہیں وہ سب ہی خوبصورت ہیں لیکن میں سوچ رہا تھا کہ کیا کوئی چیز ایسی نہیں جو کہ.........."

"خصوصی ہو" رانی نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "زیادہ حسین ہو!......جی ہاں شاید ایسی چیز موجود ہے لیکن جب میں اپنے خریداروں کو خصوصی چیز دیتی ہوں......" مجھے یقین ہو گیا کہ وہ لفظ "خصوصی" پر دانستہ زور دے رہی ہے.......... تو میں یہ معلوم کر لینا ضروری سمجھتی ہوں کہ میں کس شخص سے سودا کر رہی ہوں آپ مجھے ایک عجیب دکاندار سمجھتے ہوں گے.........؟"

وہ ہنسی اور میں حیرت میں رہ گیا کہ اس ہنسی میں کسی قدر تازگی، جوانی اور مٹھاس موجود تھا۔



ایک خاص کوشش کے بعد ہی میں خود کو حقائق کی دنیا میں واپس لا سکا اور پھر اپنی حفاظت کی طرف سے خبردار ہو گیا۔ میں نے اپنی جیب سے ایک کارڈ نکالا میں یہ نہ چاہتا تھا کہ وہ میری اصلیت سے واقف ہو جائے۔ اگر میں اپنا کارڈ اس کو دے دیتا تو اس کو معلوم ہو جاتا کہ میں کون ہوں۔ اور میں یہ بھی نہ چاہتا تھا کہ رانی کی توجہ کسی ایسے شخص کی طرف مبذول کرادوں جس کو وہ نقصان پہنچا سکے۔ لہٰذا میں نے اپنی جیب میں اپنے ایک ایسے ڈاکٹر دوست کا کارڈ رکھ لیا تھا جو عرصہ ہوا مر چکا تھا۔ ..........رانی نے کارڈ پر نظر ڈالی۔

"خوب!" وہ بولی "تو آپ ایک ڈاکٹر ہیں.......... اچھا اب جبکہ ہم ایک دوسرے کو جان گئے ہیں۔ آپ میرے ساتھ آئیں۔ میں آپ کو چند اپنی بہترین چیزیں دکھاؤں گی"۔

وہ مجھ کو دروازے میں سے گزار کر ایک چوڑے اور دھندلے برآمدے میں سے لے چلی۔ اس نے میرا بازو چھوا اور ایک بار مجھے پھر عجیب و غریب پر قوت سنسنی سی محسوس ہوئی۔ ایک اور دروزے کے قریب وہ رک گئی۔ اور میری طرف رخ بدلا۔

"یہ وہ جگہ ہے جہاں میں اپنی بہترین چیزیں رکھتی ہوں۔" وہ بولی۔ "خصوصی بہترین چیزیں۔"

وہ پھر ہنسی اور اس کے بعد دروازہ پورا کھول دیا۔

میں نے دہلیز کو پار کیا اور ٹھہر گیا۔ میری نظر ایک بے چین عجلت سے کمرے میں چاروں طرف دوڑ گئی اور پریشان واپس آئی۔ کیونکہ یہاں کوئی ایسا عظیم الشان طلسمی محل نہ تھا جس کا تذکرہ نرس شیلا نے ڈائری میں کیا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ یہ کمرہ اس سے بڑا تھا جتنا کہ باہر سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا.......... لیکن وہ قدیم تصویریں۔ وہ قدیم منقش پردے، وہ طلسمی آئینہ جو شفاف ترین پانی کا نصف حباب نظر آتا تھا.......... اور وہ تمام دوسری چیزیں کہاں تھیں جن کی بنا پر یہ کمرہ شیلا کی نظر میں ایک جنت معلوم ہوا تھا؟"۔

کمرے میں روشنی ایک کھڑکی کے نصف اٹھے ہوئے پردوں سے آ رہی تھی اس کھڑکی کے باہر ایک چھوٹا سا ویران اور دیواروں سے گھرا ہوا صحن تھا۔ کمرے کی دیواریں اور چھت بالکل سادہ قسم کی تھیں۔ ایک دیوار پر ادھر سے ادھر تک الماریاں بنی ہوئی تھیں جن کے دروازے لکڑی کے تھے۔ دیوار پر ایک آئینہ لگا ہوا تھا.......... اور یہ گول تھا لیکن اس سے زیادہ اور کوئی بات شیلا کے بیان کے مطابق نظر نہ آئی تھی۔

کمرے میں ایک آتش دان تھا جیسا کہ کلکتہ کے کسی بھی معمولی گھر میں پایا جا سکتا ہے دیواروں پر چند تصویریں تھیں۔ کمرے کی بڑی میز بھی ایک عام قسم کی چیز تھی اور اس پر بہت سی گڑیاں ادھوری بنی ہوئی پڑی تھیں۔

میری پریشانی بڑھ گئی۔ اگر شیلا نے اس کمرے کے متعلق جو کچھ کہا ہے وہ محض اس کے رومانی تصورات کا عکس تھا۔ تو کیا اس کی ڈائری کی باقی باتیں بھی محض ذہنی اختراع یا جیسا کہ میں نے پہلے خیال کیا تھا۔ زیادہ سے زیادہ محض ایک تصویر کی پیداوار تھیں؟"

لیکن رانی کی آنکھوں کے متعلق اس نے جو کچھ لکھا تھا۔ وہ محض تخیل کی پیداوار نہ تھا............اسی طرح رانی کی آواز کے بارے میں بھی اس نے ٹھیک ہی لکھا تھا اور اس نے رانی کی شکل و صورت اور اس کی بچی کی خصوصیات کو بیان کرنے میں بھی مبالغہ سے کام نہ لیا تھا میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ رانی مجھ سے مخاطب ہوئی اور میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔

"میرا کمرہ آپ کو دلچسپ معلوم ہوتا ہے؟"

اس کی آواز نرم تھی۔ اور مجھے محسوس ہوا کہ اس میں ایک پوشیدہ مسرت کی جھلک تھی۔

میں نے کہا"۔ کوئی بھی کمرہ جہاں کوئی حقیقی فنکار اپنا تخلیقی کام کرتا ہے۔ دلچسپ ہوتا ہی ہے............اور آپ واقعی ایک حقیقی فنکار ہیں شریمتی رانی!"۔

"آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟" اس نے پوچھا۔

یہ میری ایک فروگذاشت تھی میں نے عجلت سے کہا:۔

"میں فن مصوری کا دلدادہ ہوں میں نے آپ کی چند گڑیاں دیکھی ہیں یہ سمجھنے کے لئے کہ چغتائی اور فائیل بہت بڑے مصور فن کار ہیں کوئی ایک پوری گیلری تصویروں سے بھری ہوئی دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ ایک ہی تصویر کافی ہوتی ہے"۔

وہ انتہائی دوستانہ انداز میں مسکرائی۔ اس نے میرے پیچھے دروازہ بند کر دیا اور میز کے قریب ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"اس سے پیشتر کہ آپ کو اپنی گڑیاں دکھلاؤں غالباً آپ چند منٹ کے انتظار کو زحمت خیال نہ کریں گے؟ مجھے گڑیا کا ایک لباس تیار کرنا ضروری ہے۔ میں اس کا وعدہ کر چکی ہوں اور جلد ہی وہ لڑکی آنے والی ہے۔ جس سے میں نے وعدہ کیا ہے مجھے زیادہ دیر نہیں لگے گی"۔

"ہاں ہاں............کوئی مضائقہ نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس نے نرمی سے کہا۔ "یہاں کافی خاموشی و سکون ہے اور آپ تھکے ہوئے ہیں آپ شاید بہت سخت محنت کرتے رہے ہیں؟......"

میں کرسی کی پشت سے سہارا لے کر نیم دراز ہو گیا۔ یکایک مجھے احساس ہوا کہ واقعی



میں کس قدر تھکا ہوا تھا۔ ایک ساعت کے لئے میری ہوشیاری اور حفاظت کا خیال کمزور پڑ گیا۔ اور میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں جب میں نے پھر آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ رانی میز کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

اور اب مجھے اس کے ہاتھ نظر آئے۔ وہ لمبے اور نازک اور سفید تھے ایک ہی نظر میں مجھے محسوس ہو گیا کہ ایسے حسین ہاتھ میں نے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ جس طرح رانی کی آنکھیں خود اپنی ایک جداگانہ زندگی کی مالک نظر آتی تھیں اسی طرح یہ ہاتھ بھی ایسی زندہ چیز نظر آتے تھے۔ جن کا وجود اس کے جسم سے بالکل آزاد تھا جس میں وہ وابستہ تھے رانی اپنے ہاتھ میز پر رکھے ہوئے تھی۔ وہ پھر اسی محبت و شفقت کے انداز میں بولی۔

"کسی خاموش و پرسکون جگہ پر کبھی کبھی چلے جانا اچھا ہی ہوتا ہے۔ ایسی جگہ جہاں سکون و راحت مل سکے............انسان کس قدر تھک جاتا ہے بے حد تھک جاتا ہے............حد سے بہت زیادہ تھک جاتا ہے"۔

اس نے گڑیا کا ایک چھوٹا سا لباس میز سے اٹھایا اور اس کو سینا شروع کر دیا لمبی لمبی سفید انگلیاں سوئی کو چلا رہی تھیں۔ اور دوسرا ہاتھ لباس کو ادھر ادھر گھمارہا تھا۔ کس قدر حیرتناک بات تھی۔ یہ حرکت ان سفید لمبے ہاتھوں کی!............ایک باقاعدہ زیروبم کی طرح ایک گیت کی طرح............پرسکون!

رانی نرم و شیریں آواز میں بولی۔

"ہاں ہاں............یہاں باہر کی دنیا کی کوئی چیز نہیں آتی............یہاں ہر طرف سکون ہے............اور آرام............راحت"۔

ان سفید خوبصورت ہاتھوں کا وہ آہستہ رقص!............لمبی نازک انگلیوں کی وہ نرم آہنگ حرکت............کس قدر پرسکون تھا یہ منظر............میں نے اپنے دل پر جبر کر کے اس طرف سے اپنی نظر ہٹائی۔ رانی کی آنکھیں میری طرف تھیں............نرم و لطیف اسی راحت و سکون سے لبریز جس کا وہ تذکرہ کر رہی تھی۔

میں نے سوچا اس میں کوئی نقصان نہیں کہ تھوڑا سا کام کر لیا جائے اور اس طرح اس کشمکش کے لئے قوت حاصل کر لی جائے جس کا کچھ دیر بعد پیش آنا لازمی تھا............اور میں تھکا ہوا تھا۔ میری نظر پھر اس کے ہاتھوں کی طرف گئی............عجیب ہاتھ تھے!............اس بھاری بھرکم جسم سے وہ اسی قدر بے تعلق نظر آتے تھے۔ جس قدر اس کی آنکھیں اور آواز، رانی کوئی اجنبی گیت گنگنا رہی تھی۔ یہ ایک خواب آور پرسکون راگ تھا اور میرے تھکے ہوئے اعصاب میں رینگتا ہوا میرے دماغ کے اندر پہنچ کر نیند کی بوندیں ٹپکا رہا تھا

..........پر سکون نیند ..........ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رانی کے ہاتھ نیند کا جال بن رہے ہیں

..........اس کی آنکھیں مجھ پر نیند انڈیل رہی ہیں ..........

نیند!......نیند!......!

لیکن میرے وجود کی گہرائی میں کوئی شے غیظ و غضب کا جوش پیدا کر رہی تھی مجھے بیدار ہونے کا حکم دے رہی تھی ..........اس بے عملی و سستی کو اتار پھینکنے پر اکسا رہی تھی۔

اور جب ایک زبردست کوشش کے بعد میں ہوش و بیداری کی سطح پر آیا۔ تو مجھے احساس ہوا کہ ایک عجیب و غریب نیند کے راستے پر میں ضرور بہت آگے بڑھ آیا تھا .......... اور ایک لمحہ کے لئے ٹھیک جب میں مکمل بیداری کی سرحد پر کھڑا تھا۔ مجھے یہ کمرہ بالکل ایسا ہی نظر آیا جیسا کہ نرس شیلا کو نظر آیا تھا۔

بہت وسیع و عریض .......... نرم روشنی سے لبریز .......... قدیم منقش پردے خوبصورت تصویریں حسین نقش نگار جن کے پیچھے پوشیدہ شکلیں ہنس رہی تھیں مجھ پر ہنس رہی تھیں .......... دیوار پردہ آئینہ اور یہ شفاف ترین پانی کے نصف عظیم گولے کی طرح نظر آتا۔ اس کے فریم پر کھدے ہوئے نقش و نگار کا عکس آئینے میں اس طرح رقصاں نظر آتا تھا جیسے کسی جنگلی تالاب کے اندر ہوا کی حرکت سے کنارے کے ہرے پودے ناچتے ہوئے نظر آئیں!۔

اچانک یہ وسیع کمرہ کپکپاتا ہوا محسوس ہوا .......... اور سب کچھ غائب ہو گیا۔ اب میں اسی کمرے میں جہاں رانی مجھے لائی تھی ایک الٹی پڑی ہوئی کرسی کے قریب کھڑا تھا .......... اور رانی میرے پاس موجود تھی .......... بہت ہی قریب .......... وہ مجھے ایک عجیب پریشانی کی نظر سے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کسی چکر میں پھنس گئی ہو .......... اور وہ خفیف سی خجل بھی تھی .......... میں نے اندازہ لگایا کہ رانی کی کیفیت بالکل ایسی ہے جیسے اس کے کام میں اچانک اور غیر متوقع طور پر کوئی رکاوٹ اور کوئی خلل پڑ گیا ہو۔

رکاوٹ! .......... خلل! .......... لیکن رانی اپنی کرسی سے کب اٹھی تھی؟ میں کس قدر دیر تک سویا تھا؟ .......... جب میں سو رہا تھا۔ تو اس نے میرے ساتھ کیا کیا تھا؟ میں نے اس کے نیند کے جال کو توڑ کر جس زبردست ارادے کی کوشش سے خود کو باہر نکال لیا تھا۔ اس کی وجہ سے رانی کا وہ کون سا کام نامکمل رہ گیا تھا۔ جس کو وہ مکمل کرنا چاہتی تھی؟

میں نے بولنے کی کوشش کی لیکن بول نہ سکا۔ میں زبان بند کئے کھڑا تھا .......... غیظ و غضب سے بیتاب .......... اپنی بے عزتی پر شرمندہ .......... میں نے محسوس کیا کہ میں



ایک انتہائی احمق انسان کی طرح اس کے جال میں پھنس گیا تھا۔ مجھے چاہیے تھا کہ پوری طرح ہوشیار رہوں اور رانی کی ہر حرکت پر شک و شبہ کروں .......... اس کی آواز نے آنکھوں نے ہاتھوں نے مجھے پھنسا لیا تھا .......... اور بار بار اس جملے کی تکرار نے کہ میں تھکا ہوا ہوں .......... بہت تھکا ہوا ہوں .......... یہاں سکون ہے .......... اور نیند .......... نیند ..........

میرے سو جانے پر رانی نے میرے ساتھ کیا کیا تھا! .......... میں اب کیوں کوئی حرکت نہ کر سکتا تھا .......... ایسا معلوم ہوتا تھا گویا رانی کے نیندوں کے جال سے خود کو چھڑانے میں جو زبردست کوشش میں نے کی تھی۔ اس میں میری تمام طاقت صرف ہو چکی تھی میں بے حس و حرکت کھڑا تھا .......... خاموش .......... بے جان .......... میرے ارادہ کے حکم پر میرے جسم کا کوئی حصہ حرکت نہ کرتا تھا .......... میری قوت ارادی کے کمزور ہاتھ میرے عضلات جسم کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ اور .......... بے جان گر پڑتے تھے۔

رانی زور سے ہنسی۔ وہ دیوار کی طرف الماری کے پاس گئی۔ میری آنکھوں نے معذورانہ اس کا تعاقب کیا میرے جسم پر جو تشدد کی مفلوجی کیفیت قابض تھی اس میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی رانی نے ایک نیا اسپرنگ دبایا اور ایک الماری کا دروازہ نیچے کی طرف کھسک گیا۔

اس کے اندر ایک گڑیا رکھی ہوئی تھی .......... ایک چھوٹی لڑکی کی شکل کی گڑیا معصوم و حسین صورت اور مسکراتی ہوئی .......... میں نے اس کی طرف دیکھا تو میرا دل سن ہو کر رہ گیا۔ اس کے ایک بند ہاتھ میں ایک خنجر نما پن تھا اور میں سمجھ گیا کہ یہی وہ گڑیا ہے جو آشا کی بچی کے بازوؤں میں لیٹی تھی .......... جو اس بچی کے گہوارے سے اچکتی ہوئی اجیت کی مسہری تک گئی تھی اور .......... اور .......... جس نے اجیت کو ہلاک کیا تھا ..........

”یہ میری ایک خصوصی بہترین گڑیا ہے؟“ رانی نے میری طرف ایک بے رحمانہ حقارت سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”بڑی ہی اچھی گڑیا ہے یہ! .......... کبھی کبھی شاید لاپرواہ ضرور ہو جاتی ہے .......... لوگوں سے ملنے جاتی ہے تو اپنی اسکول کی کتابیں واپس لانا بھول جاتی ہے۔

مگر کس قدر فرمانبردار ہے یہ .......... کیا آپ اس کو پسند کریں گے اپنی نواسی کے واسطے؟“۔

اور پھر ہنسی.......... نوجوان سنسنی خیز اور شیطانی ہنسی.......... اور اچانک میں سمجھ گیا کہ جلال کا خیال بالکل درست تھا۔ اور اس عورت کو ختم کر دینا ضروری ہے اس پر ٹوٹ پڑنے کے لئے میں نے اپنے تمام ارادے کی قوت صرف کر دی۔ لیکن میں ایک انگلی تک نہ ہلا سکا۔

رانی کے لمبے سفید ہاتھ دوسری الماری کی طرف بڑھے اور اس کا پوشیدہ اسپرنگ دبایا میرے دل پر جو ایک مہروبے حسی کی کیفیت طاری تھی۔ وہ اب ایسی ہو گئی جیسے کوئی برفانی ہاتھ اسے دبا رہا ہو.......... اس الماری میں سے میری طرف نظر جمائے ہوئے نرس شیلا کھڑی تھی..........

اور وہ صلیب پر چڑھی ہوئی تھی!

اس قدر مکمل!.......... اس قدر.......... زندہ تھی یہ گڑیا کہ بالکل یہ معلوم ہوتا تھا جیسے خود شیلا کو ایک ایسے شیشے میں سے دیکھا جا رہا ہے۔ جو شکلوں کو چھوٹا کر کے پیش کرتا ہے میں اس کو گڑیا سمجھ ہی نہ سکتا تھا.......... وہ بالکل خود شیلا ہی تھی.......... وہ اپنی نرسوں والی پوشاک میں تھی۔ اس کے سر پر نرسوں والی ٹوپی نہ تھی۔ اور اس کے سیاہ بال اس کے چہرے کے ادھر ادھر منتشر لٹکے ہوئے تھے۔ اس کے بازو دائیں بائیں طرف پھیلے ہوئے تھے اور ہر ایک ہتھیلی میں ایک چھوٹی سی کیل گڑی ہوئی تھی جس سے اس کے ہاتھ الماری کی پشت پر جڑ گئے تھے۔ پاؤں برہنہ تھے اور ایک دوسرے پر رکھے ہوئے تھے۔ اور اس طرح دونوں ٹخنوں کو ملا کر ایک اور کیل ان میں ٹھونک دی گئی تھی.......... صلیب پر چڑھے ہوئے ایک مقدس انسان کے اس خوفناک توہین آمیز اور خطاکارانہ منظر کو مکمل کرنے کے لئے شیلا کے سر کے اوپر ایک چھوٹی سی تختی لگی تھی۔ جس پر مندرجہ ذیل الفاظ تحریر تھے۔

ایک آتش خوردہ شہید!

رانی نے ایک ایسی آواز میں جو جہنمی پھولوں سے نکلے ہوئے شہید کی طرح میٹھی تھی زیرِ لب کہا:۔

"اس گڑیا نے اچھا کام نہیں کیا۔ یہ نافرمان ثابت ہوئی ہے اگر اچھا کام نہ کریں تو میں اپنی گڑیوں کو سزا بھی دیتی ہوں۔ لیکن میں دیکھتی ہوں کہ شاید آپ کو اس منظر سے تکلیف ہو رہی ہے.......... بہر حال اب اس گڑیا کو کافی سزا مل چکی ہے.........."

رانی کے لمبے سفید ہاتھ الماری میں داخل ہوئے اور اس نے ہاتھوں اور پاؤں کی کیلیں نکال لیں۔ اس نے گڑیا کو الماری سے سہارا دے کر سیدھا کھڑا کر دیا اور میری طرف



مخاطب ہوئی.......... "

"شاید آپ اس گڑیا کو اپنی نواسی کے لئے پسند کریں گے؟.......... افسوس!.......... یہ فروخت کے لئے نہیں ہے۔ میرے پاس سے جانے سے قبل ابھی اس کو کچھ سبق اور سیکھنے پڑیں گے"۔

اور اس کے بعد رانی کی آواز بدل گئی۔ اس میں سے وہ شیطانی رس غائب ہو گیا اور دھمکی کی شان پیدا ہو گئی.......... وہ بولی:۔

"ادھر سنو.......... ڈاکٹر شاہد!.......... کیا تم کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں تمہیں جانتی ہوں؟ میں تم کو ابتدا میں ہی پہچان گئی تھی.......... تم کو بھی ایک سبق سیکھنے کی ضرورت ہے!"۔

اور اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے.......... تم کو ضرور سبق ملے گا.......... احمق ڈاکٹر!.......... تم دعویٰ کرتے ہو کہ دماغی امراض کے ماہر ہو اور.......... تم کچھ بھی نہیں جانتے.......... کچھ بھی نہیں سمجھتے کہ دماغ کیا چیز ہے؟.......... تمہارا تصور یہ ہے کہ دماغ ایک حصہ ہے گوشت و خون اور اعصاب اور ہڈی کی ایک مشین کا.......... لیکن تم کو مطلق معلوم نہیں کہ دماغ کے اندر کون سی چیز آباد ہے!.......... تم ان احمقوں میں سے ایک ہو جو کسی بھی چیز کے وجود کو اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے جب تک کہ اس کو اپنی تجربہ گاہوں میں شیشے کی نلیوں سے ناپ نہ لیں یا اپنی خوردبین سے اس کو دیکھ نہ لیں.......... تم ان پاگلوں میں شامل ہو جو کہ زندگی کی تعریف صرف یہ کرتے ہیں کہ زندگی ایک کیمیاوی ضمیر ہے اور جو انسانی شعور کو محض خلیوں کی پیداوار قرار دیتے ہیں.......... کس قدر بیوقوف ہو تم!.......... لیکن اس قدر احمق و جاہل ہونے کے باوجود تم کو اور اس وحشی جلال کی اتنی ہمت و جسارت ہوئی کہ تم نے میرے راستے میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی!.......... میرے کام میں خلل ڈالنے کی کوشش کی!.......... مجھے چاروں طرف سے اپنے جاسوسوں کے درمیان گھیرنے کی کوشش کی!.......... تم نے مجھے دھمکانے کی ہمت کی!.......... مجھے!!.......... مجھ جیسی عورت کو!.......... جو کہ اس قدیم ترین دانائی و علم کی مالک ہے۔ جس کے سامنے تمہاری تمام سائنس خالی گھڑے میں گڑ توڑنے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی!!.......... احمق انسان میں جانتی ہوں کہ دماغ کی چار دیواری میں کون مخلوق رہتی ہے.......... دماغ کے ذریعہ کونسی قوتیں ظاہر ہوتی ہیں.......... اور دماغ کے اس پار کون آباد ہے.......... وہ سب میری آواز پر حاضر ہو جاتے ہیں.......... اور تم میرے اس علم کے مقابل اپنے ناکارہ علم کو لانے کی مضحکہ خیز کوشش کر رہے ہو.......... انتہائی

احمق ہو تم! کیا تم سمجھ رہے ہو میں نے کیا کہا؟۔ بولو"

اس نے میری طرف اپنی انگلی اٹھائی۔ مجھے محسوس ہوا کہ میرا حلق کھل گیا ہے اور میں اب بول سکتا ہوں۔

"شیطانی عورت!" میں نے حلق میں بولتے ہوئے کہا۔ "ملعون قاتلہ!.......... تو بہت جلد پھانسی پر لٹکادی جائے گی!"۔

وہ ہنستی ہوئی میری طرف آئی۔

"تم مجھے قانون کے حوالے کرنا چاہتے ہو؟.......... لیکن تمہارا یقین کون کرے گا .......... کوئی بھی نہیں.......... تمہاری سائنس نے انسانوں میں جو جہالت پیدا کر دی ہے وہی میری ڈھال ہے۔ تمہارے عدم یقین کی تاریکی میرا ایک ناقابل شکست قلعہ ہے احمق انسان! جا اور اپنی مشینوں سے کھیل!.......... اپنی سائنس سے کھیل!.......... لیکن میرے کام میں دخل دینے کی کوشش نہ کرنا!"

اس کی آواز اچانک پرسکون مگر مہلک ہو گئی:۔

"سنو!.......... میں تم کو بتائے دیتی ہوں اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو.......... اگر تم ان سب لوگوں کو زندہ دیکھنا چاہتے ہو جو تم کو عزیز ہیں تو جاؤ.......... اپنے جاسوسوں کو یہاں سے ہٹا دو.......... جلال کو تم بچا نہیں سکتے۔ وہ میرا ہے لیکن تم.......... تم بھی اب میرے متعلق کچھ نہ سوچنا۔ میرے معاملات میں ٹانگ نہ اڑانا۔ میں تمہارے جاسوسوں سے ڈرتی نہیں ہوں۔ لیکن وہ مجھے ناگوار محسوس ہوتے ہیں۔ ان کو یہاں سے لے جاؤ.......... فوراً.......... اگر رات ہونے تک وہ اسی طرح نگرانی پر مامور رہے تو.........."

اس نے میرا شانہ پکڑ لیا۔ اور اس قدر سختی سے دبایا کہ کچل سا گیا.......... اور مجھے دروازے کی طرف دھکیل دیا۔

"جاؤ.......... چلے جاؤ؟"۔

میں نے اپنی قوت ارادی کو مجتمع کرنے کی جدو جہد کی.......... اپنے بازوؤں کو اٹھانے کی کوشش کی.......... اگر میں اس کوشش میں کامیاب ہو جاتا تو میں رانی کو اس طرح مار کر گرا دیتا جیسے کسی پاگل جانور کو.......... لیکن میں کوئی بازو ہلا نہ سکا۔ ایک مشین کی طرح بے اختیار میں کمرے کو پار کر کے دروازے کی طرف بڑھا۔ رانی نے اس کو کھول دیا۔

الماریوں میں سے ایک عجیب سی کھڑکھڑاہٹ کی آواز آئی۔ گردن کو دقت سے موڑتے ہوئے میں نے دیکھا۔



نرس شیلا کی پتلی آگے کی طرف گر پڑی تھی۔ نصف کنارے پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے بازو نیچے جھول رہے تھے۔ جیسے مجھ سے التجا کر رہے ہوں کہ میں اس کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں۔ اس کی ہتھیلیوں میں صلیب کی کیلوں کے نشانات صاف نظر آرہے تھے اس کی آنکھیں میری آنکھوں پر جمی ہوئی تھیں..........

"جاؤ!" رانی نے کہا۔ اور یاد رکھنا؟"

اسی اکڑے ہوئے جسم کے ساتھ میں برآمدے میں سے گزرا اور دکان میں پہنچ گیا۔ لڑکی نے مجھے ایک مبہم اور خوف آلود نگاہوں سے دیکھا۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی ہاتھ میری پشت پر رکھا ہے اور مجھے برابر آگے کی طرف دھکیل رہا ہے اس لئے میں دکان میں سے گذر کر دروازے سے نکلتا ہوا باہر سڑک پر آگیا۔

اور مجھے محسوس ہوا .......... نہیں بلکہ میں نے سنا.......... رانی اسی مخصوص شیطانی حقارت کا قہقہہ لگا رہی تھی۔

جیسے ہی میں سڑک پر آیا۔ میری قوت ارادی اور حرکت کرنے کی طاقت بحال ہو گئی غیظ و غضب کے ایک اچانک جوش میں میں واپس مڑا تا کہ دکان میں پھر داخل ہو جاؤں دکان سے ایک فٹ کے فاصلے پر میرے سامنے ایک غیر مرئی دیوار سی حائل ہو کر رہ گئی تھی میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکتا تھا.......... دروازہ کو چھونے کے لئے ایک ہاتھ بھی نہ اٹھا سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس منزل پر آکر میری قوت ارادی اپنا عمل کرنے سے انکار کر رہی تھی۔ یا بہتر طور پر یوں سمجھئے کہ میری ٹانگیں اور بازو قوت ارادی کا حکم ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ کیا کیفیت تھی.......... یہ عامل کا وہ غیر معمولی قسم کا حکم تھا جو عمل تنویم (ہپناٹزم) کے دوران معمول کے دماغ پر نقش کر دیا جاتا ہے اور جس کے خلاف یہ معمول بیدار ہونے کے بعد بھی کوئی کام نہیں کر سکتا.......... یہ اسی تنویمی عمل کا ایک حصہ تھا جس نے مجھے رانی کے سامنے بے حس و حرکت بنائے رکھا تھا اور بعد میں مجھے ایک مشینی آدمی کی طرح اس کے کمرے سے باہر نکال دیا تھا۔ میں نے گل خان کو اپنی طرف آتا ہوا دیکھا۔ اور ایک لمحہ کے لئے میرے دماغ میں یہ جنون انگیز خیال دوڑ گیا کہ گل خان کو حکم دوں کہ دکان کے اندر داخل ہو جائے اور اپنی گولی سے رانی کا کام تمام کر ڈالے لیکن عقل نے جلد ہی مجھے یہ سمجھا دیا کہ ہم اس طرح خون بہانے کا کوئی جواز پیش نہیں کر سکتے تھے۔ اور اس حرکت کا نتیجہ خود ہمارے واسطے بھی وہی پھانسی ہو گا جس کی دھمکی میں نے رانی کو دی تھی۔



گل خان نے کہا.......... ہم تو پریشان ہو گیا تھا ڈاکٹر صاحب..... بس اب اندر داخل ہونے والا ہی تھا۔"

میں نے کہا.......... ادھر آؤ گل خاں.......... میں جلد سے جلد گھر پہنچنا چاہتا ہوں اس نے غور سے میری صورت دیکھی۔

"آپ تو ایسا معلوم ہوتا ہے ڈاکٹر صاحب گویا میدان جنگ سے آیا ہے۔"

"ہاں میدان جنگ سے ہی آیا ہوں.......... اور اس جنگ میں تمام فتح رانی ہی کی رہی ہے فی الحال۔"

"آپ تو کافی سکون سے باہر آیا ہے.......... سردار کی ایسی حالت نہ تھی۔ دیو نما عورت اس پر اپنے جہنمی الفاظ کے شعلے برسا رہی تھی..... آپ کے ساتھ کیا واقع پیش آیا۔"

"یہ بات بعد میں بتاؤں گا۔ مجھے تھوڑی دیر خاموش رہنے دو۔ میں غور کرنا چاہتا ہوں۔" لیکن در حقیقت میں خود اپنے اوپر قابو حاصل کرنا چاہتا تھا میرا دماغ نصف اندھا معلوم ہوتا تھا اور کسی ٹھوس سہارے کی تلاش میں ادھر ادھر ٹٹول رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا میرا دماغ کچھ عجیب قسم کے ناگوار مکڑی کے جالوں میں پھنس گیا تھا۔ اور اگرچہ میں ان کو توڑ کر آزاد ہو چکا تھا۔ لیکن جالوں کے ٹکڑے ابھی تک میرے دماغ سے لپٹے ہوئے تھے۔ ہم کار میں بیٹھ گئے۔ اور چند منٹ تک سکوت کے ساتھ چلتے رہے۔ اس کے بعد گل خاں کی خواہش تجسس نے اس کو بے قابو کر دیا۔ "بہر حال" وہ بولا۔ "آپ کا اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

اس وقت تک میں ایک پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ آج سے پیشتر میں نے اس نفرت و کراہت اور خون ریزی کے اس زبردست جذبے کا تجربہ نہ کیا تھا جو کہ اس عورت نے اب میرے اندر بیدار کر دیا تھا۔ اگرچہ میرا غرور پندار بھی کافی مجروح ہوا تھا لیکن اس عورت کو ہلاک کرنے کا طوفانی جذبہ محض میرے مجروح پندار کا نتیجہ نہ تھا۔ یہ نتیجہ تھا در اصل اس پختہ یقین کا کہ گڑیوں کی دکان کے پیچھے کمرے میں جو عورت رہتی ہے وہ دنیا کی خبیث ترین قوت ہے..... اس قدر خبیث اور شیطان فطرت کی واقعی وہ سیدھی اسی جہنم سے آئی ہوئی معلوم ہوتی ہے جس پر جلال کو پختہ ایمان تھا۔ اس خبیث شیطانی قوت کے ساتھ کوئی سمجھوتہ ہو ہی نہیں سکتا.......... اور نہ اس دیو نما عورت کے ساتھ ہی کوئی معاملہ کیا جا سکتا ہے جس کے اندر یہ شیطانی قوت مرکوز ہے۔

میں نے کہا.......... گل خان!.......... دنیا بھر میں کوئی چیز اس قدر خبیث و شیطانی

نہیں جتنی کہ وہ عورت.........اب ہر گز ایسا موقع نہ دو کہ اس عورت کی وہ بھتیجی وہ سفید
لڑکی.........تم سے چھپ کر کسی طرف جا سکے۔ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ کل رات اس کو
یہ معلوم ہو چکا تھا کہ تم لوگوں نے اس کو دیکھ لیا ہے ؟"
"ہم کو علم نہیں.........ہمارا یہ خیال ہے کہ اسے معلوم نہ تھا"۔
"دیکھو.........اس مقام کے آگے اور پیچھے دونوں طرف نگرانی کرنے والوں کی
تعداد بڑھا دو فوراً.........یہ کام اعلانیہ کرو تاکہ رانی اس چیز کو ضرور دیکھ لے اگر لڑکی کو یہ
معلوم نہیں ہے کہ اسے دیکھ لیا گیا ہے تو ہماری اس حرکت سے رانی یہ سمجھے گی کہ ہم لوگ
ابھی تک دوسرے راستے سے ناواقف ہیں۔ وہ یہ خیال کرے گی کہ ہم یہی سوچ رہے ہیں
کہ میں لڑکی یا تو سامنے سے یا عقب سے کسی طرح نظر بچا کر چلی گئی تھی جس جگہ پر لڑکی
اپنی کار پوشیدہ رکھتی ہے۔ وہاں سڑک کے دونوں طرف ایک کار تیار رکھو۔
اس سلسلہ میں احتیاط رکھو کہ ان کو شک و شبہ نہ ہو سکے جب یہ لڑکی باہر نکلے تو اس کا
تعاقب کرو اور.........میں پس و پیش کرنے لگا۔
"گل خان بولا.........."اور پھر ؟"
"میں چاہتا ہوں کہ.........کہ اس کو پکڑ لیا جائے.........اغوا کر لیا جائے......چرا
لیا جائے.........تم اپنے لفظوں میں میرا مفہوم کسی طرح بھی سمجھ لو.........لیکن یہ کام
انتہائی خاموشی سے کیا جانا چاہیے۔ یہ چیز میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ ایسے کام کس طرح کیے
جاتے ہیں یہ بات تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔ مگر اس کام کو انتہائی تیزی اور انتہائی خاموشی
سے کرنے کی ضرورت ہے.........اور دیکھو گڑیوں کی دکان کے بہت قریب ایسا نہ کیا
جائے اس سے جس قدر دور ممکن ہو اسی قدر بہتر ہے۔ لڑکی کا منہ بند کرو.........
ضرورت ہو تو اس کو باندھ ڈالو.........لیکن وہ ہاتھ سے جانے نہ پائے !......اس کو پکڑنے
کے بعد اس کی کار کی تلاشی لو احتیاط سے.........اور اس طرح جو چیز بھی تمہیں دستیاب ہو
اس کو اور لڑکی کو لے کر میرے گھر پر چلے آؤ.........سمجھ گئے تم ؟"
وہ بولا.........اگر وہ نمودار ہوئی تو ہم اسے جانے نہ دیں گے.........آپ اس کو
کچھ سزا دینا چاہتا ہے ؟"
"ہاں.........اور کچھ اور بھی.........میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ رانی کیا کرے گی ہو
سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ کوئی ایسا کام کر بیٹھے کہ ہم جائز قانونی طور پر اس پر ہاتھ ڈال
سکیں۔ اس کو قانون کی دسترس تک لانا ہے ہو سکتا ہے کہ رانی کے پاس کچھ اور بھی نظر نہ
آنے والے خادم موجود ہیں۔ لیکن میں اس کو کم از کم اس ایک نظر آنے والی خادمہ سے



محروم کر دینا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے اس کے بعد دوسرے خادم بھی نظروں کے سامنے آ
جائیں۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہو گا کہ اس لڑکی کے بغیر وہ کسی حد تک اپاہج ہو جائے گی"۔
اس نے آنکھیں چمکاتے ہوئے مجھے غور سے دیکھا اور بولا :۔
"آپ پر کافی سخت ضرب لگایا ہے اس عورت نے ڈاکٹر صاحب !"
"ہاں" میں نے رکھائی سے جواب دیا۔ اس نے کچھ پس و پیش کیا۔
"آپ یہ سب بات سردار سے بتا دے گا ؟" آخر کار اس نے پوچھا"۔
"ہو سکتا ہے بتا دوں.........یا ابھی نہ بتاؤں.........کم از کم آج رات......یہ جلال
کی حالت پر منحصر ہے مگر تم کیوں پوچھتے ہو ؟"۔
"ہمارے خیال میں اگر آپ اغوا قسم کا کھیل کھیلنا چاہتا ہے تو سردار کو مطلع کرنا
چاہیے۔"
میں نے تیزی سے کہا.........گل خان ! میں نے تم کو بتا دیا تھا کہ جلال کے
احکام کیا تھے اس نے تم کو حکم دیا تھا کہ تم کو میرے حکم کی تعمیل اسی طرح کرنی ہو گی جیسے یہ
خود جلال کا ہی حکم ہو۔ اب میں تم کو احکام دے چکا ہوں نتائج کی ذمہ داری میرے سر
ہے"۔
"بہت خوب" اس نے جواب دیا لیکن میں نے دیکھا اس کا شک و شبہ ہنوز باقی تھا۔
اگر جلال کی طبیعت کافی سدھر چکی ہو تو کوئی حقیقی وجہ نہ تھی کہ میں اس پر یہ
ظاہر کروں کہ رانی کے ساتھ میری مڈبھیڑ میں کیا کیا واقعات پیش آئے۔ ڈاکٹر کمار کا معاملہ
مختلف تھا نرس شیلا کے ساتھ اس کی محبت کا شبہ اب زیادہ قوی ہو چکا تھا اور میں اس کے
سامنے اس صلیب پر چڑھی ہوئی گڑیا کا تذکرہ کر سکتا تھا.........میں ابھی تک یہ نہیں سمجھ
سکا کہ صلیب پر صرف گڑیا ہی لٹکی ہوئی تھی بلکہ میں محسوس کر رہا تھا کہ خود شیلا کو صلیب
پر لٹکایا گیا ہے۔ اگر میں کمار سے یہ باتیں بتاتا تو رانی پر فوری حملہ کرنے سے اس کو کوئی
روک نہ سکتا تھا میں ابھی تک ایسا کوئی حملہ نہ چاہتا تھا۔
لیکن اپنی ملاقات کی تفصیلات کو جلال پر ظاہر کرنے پر میرا دل تیار نہ ہوتا تھا......نہ
جانے کیوں ؟.........یہی حال ڈاکٹر کمار کے متعلق تھا۔ شیلا کی پتلی کے علاوہ بھی میرا دل
کوئی بات اس سے کہنے پر مائل نہ تھا.........اسی طرح کی اخفا پسندی کا خیال میرے دل
میں گل خان کی طرف سے بھی موجود تھا.........نہ جانے کیوں ؟.........میں نے اس کا
سبب یہی خیال کیا کہ میرا مجروح غرور پندار اس کی تہہ میں کار فرما ہے۔
میرے مکان کے سامنے پہنچ کر کار رک گئی۔ اس وقت چھ بجنے والے تھے۔ کار سے

باہر نکلنے سے پہلے میں نے اپنی ہدایات کو پھر دہرایا۔ گل خاں نے سر کو اثبات میں ہلاتے ہوئے کہا

''بہت خوب ڈاکٹر صاحب.............. اگر وہ لڑکی باہر آتا ہے تو ہم اس کو قبضہ میں کرے گا۔''

میں گھر پہنچا تو مجھے کمار کا ایک رقعہ ملا جس میں بتایا گیا تھا کہ رات کے طعام سے پہلے وہ ملنے کے لئے نہ آسکے گا۔ اس سے مجھے خوشی ہوئی۔ میں اس کے سوالات کے عذاب سے ڈر رہا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ جلال سو رہا تھا اور وہ اپنی طاقت حیرتناک سرعت سے حاصل کرتا جا رہا تھا۔ میں نے نرس کو ہدایت کر دی کہ اگر جلال بیدار ہو جائے تو اسے بتا دے کہ میں کھانا کھانے کے بعد اس سے آکر ملوں گا۔ میں لیٹ گیا اور کھانے سے پیشتر تھوڑی سی نیند لینے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن میں سو نہ سکا.......... جب کبھی میں نیند میں تھوڑا سا ڈوبتا تھا میری آنکھوں کے سامنے رانی کا چہرہ نمودار ہو جاتا تھا اور میں فوراً بیدار ہو جاتا تھا۔

سات بجے میں اٹھ گیا اور عمدہ کھانا خوب جی بھر کر کھایا۔ اس کے بعد دانستہ طور پر کافی تیز قہوے کی دو پیالیاں پی کر طعام کو ختم کیا۔ جب میں میز سے اٹھا تو میں نمایاں طور پر اپنی حالت کو بہتر محسوس کر رہا تھا.............. دماغ مستعد و تازہ تھا اور ایک بار پھر میں خود پر پورا قابو پا چکا تھا۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ سفید لڑکی کے اغوا کے متعلق جو ہدایات میں نے گل خاں کو دی تھیں ان کی اطلاع جلال کو دے دوں گا۔ مجھے احساس تھا کہ میری اس حرکت سے جلال مجھ سے گڑیوں کی دکان پر جانے کے متعلق بہت سے سوالات کرے گا لیکن اس کے لئے ایک کہانی تیار کر چکا تھا۔

یہ محسوس کر کے مجھے حیرت ہوئی کہ جلال کو میں صرف یہی کہانی سنا سکتا تھا۔ اور بس...... !! مجھے محسوس ہوا کہ اگر میں خود ارادہ بھی کروں تو اپنی اور رانی کی ملاقات کی وہ تفصیلات دوسروں پر ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ جو میں نے اس کہانی میں سے حذف کر دی تھیں میں بالکل بے بس تھا !!.......... جیسے کسی نے میری زبان پر قفل لگا دیا ہو !!...... در حقیقت یہ کیفیت خود رانی کے اس حکم کا نتیجہ تھا جو اس نے عمل تنویم کے دوران میرے دماغ پر نقش کر دیا تھا۔ اس نے میرے دماغ کو بہت سی باتوں کی ممانعت کر دی تھی... مثلاً یہی کہ میں رانی کے سامنے کوئی حرکت نہ کر سکوں اور معزور کھڑا رہوں...... پھر ایک مشین کی طرح کمرے سے نکل جاؤں اور واپس نہ آسکوں ؟...... انہی میں ایک یہ ممانعت بھی یقیناً شامل تھی کہ میں اس ملاقات کی تفصیلات کسی دوسرے پر ظاہر نہ کروں۔



جب میں اس کمرے میں ایک مختصر مدت کے لئے تنویمی نیند میں کھویا ہوا پڑا تھا تو اس وقت وہ میرے ذہن پر یہ ثبت کر چکی تھی کہ.......... یہ اور وہ تم کسی کو نہیں بتاؤ گے یہ اور وہ بتا سکتے ہو''۔

چنانچہ میں بالکل معذور تھا۔ اس فرشتہ صورت گڑیا کا تذکرہ کرنے سے جس کے ہاتھ میں خنجر نما پن تھا۔ اور جس نے اجیت کے حباب زندگی کو توڑ ڈالا تھا۔ میں بالکل معذور تھا شیلا کی پتلی اور اس کے صلیب پر چڑھنے کا تذکرہ کرنے سے !...... اور میں بالکل معذور تھا رانی کے اس اعتراف کا حال بتانے سے کہ جن لوگوں کی موت کی بنا پر ہم پریشان تھے۔ ان کے قتل کی ذمہ داری خود رانی پر ہی ہے۔

اس معذوری کے احساس نے بہر حال میری طبیعت کو کچھ بہتر بنا دیا۔ اپنی اس معذوری کی تہہ میں مجھے آخر کار ایک ایسی چیز نظر آرہی تھی جس کو میں سمجھ سکتا تھا۔ اور جس میں وہ ٹھوس پن موجود تھا۔ جس کو میں ٹٹول رہا تھا.............. ایک ایسی چیز جس کو جادو سے کوئی تعلق نہ تھا.......... جس کو شیطانی قوت سے کوئی سروکار نہ تھا .............. ایک ایسی چیز جو تمام تر خود میرے تجربے کی حدود میں شامل تھی۔ میں اپنے مریضوں کے ساتھ ایسا ہی بارہا کر چکا تھا اور عمل تنویم کے دوران ان کے دماغوں میں بعد کے لئے چند خیالات نقش کر کے میں نے ان کی دماغی حالت کو سدھار دیا تھا۔

اس کے علاوہ اگر میں چاہوں تو رانی کے نقش کئے ہوئے خیالات کو اپنے ذہن سے صاف کر دینے کا ایک طریقہ بھی موجود تھا.............. کیا مجھے ایسا کرنا چاہیے ؟ بڑی مضبوطی کے ساتھ میں نے فیصلہ کیا کہ میں ایسا نہ کروں گا۔ یہ تو اعتراف ہو گا اس بات کا کہ میں رانی سے خوف زدہ ہوں میں اس سے نفرت کرتا تھا.............. بے شک ...... لیکن اس سے خائف نہ تھا۔ اس کے طریقہ عمل کو سمجھ لینے کے بعد اب خود اپنی ذات پر اس عمل کے اثرات و نتائج کا مشاہدہ و تجربہ نہ کرنا ایک حماقت ہو گی۔ میں نے خود کو سمجھایا کہ رانی کے احکام کی زد سے خود کو صحیح و سلامت بچا لایا ہوں.............. وہ میرے دماغ میں اور کچھ بھی نقش کرنا چاہتی تھی اس میں ناکام رہی کیونکہ مجھے یاد ہے کہ اس کے کمرے میں میں اچانک وغیر متوقع طور پر بیدار ہو گیا تھا.............. افسوس !.......... رانی بالکل سچ بول رہی تھی جب اس نے مجھ کو.......... احمق کہا تھا !۔

جب ڈاکٹر کمار آیا تو میں بڑے سکون کے ساتھ اس سے ملا۔ ابھی میں بمشکل ہی اس سے کچھ کہہ سکا تھا کہ جلال کی نرس نے اطلاع دی کہ مریض بالکل بیدار ہے اور مجھ سے ملنے کے لئے بیتاب ہے۔

میں نے کمار سے کہا........ "یہ میری خوش قسمتی ہے۔ آؤ میرے ساتھ چلو........ میں ایک ہی کہانی کو دو مرتبہ دہرانے سے بچ جاؤں گا"۔

وہ بولا........ "کون سی کہانی؟"

"میری ملاقات کی کہانی........ رانی کے ساتھ۔" اس نے یقین نہ کرتے ہوئے کہا........ "کیا آپ اس سے ملاقات کر چکے ہیں؟"

"میں نے سہ پہر اسی کے ساتھ گزارا ہے........ وہ ایک انتہائی...... دلچسپ عورت ہے آؤ اس کی بات سنو"۔

کمار کے سوالات سے بچنے کے لئے میں اس کو بڑی تیزی سے جلال کے کمرے کی طرف آگے آگے لے چلا۔ جلال بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے ایک مختصر سا معائنہ کیا اگرچہ وہ ہنوز کسی قدر کمزور تھا۔ لیکن اب مریض نہ تھا۔ میں نے اس کو اس حیرتناک صحت یابی پر مبارکباد دی۔ میں نے اس کے بعد سرگوشی میں کہا۔

"میں تمہاری جادوگرنی سے مل چکا ہوں........ اور اس سے باتیں کی ہیں تمہیں بہت کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ اپنے محافظین کو حکم دو کہ دروازے کے باہر چلے جائیں نرس کو میں کچھ دیر کے لئے بھیج دوں گا"۔

جب محافظین اور نرس جا چکے تو میں نے دن بھر کے واقعات کا تذکرہ شروع کیا یہ کہانی میں نے اس جگہ سے شروع کی جب کہ گل خاں نے مجھے اجیت کے گھر پر بلایا تھا۔ آشا کا بیان میں نے دہرایا تو جلال سنجیدگی سے سنتا رہا اور پھر بولا۔

"پہلے اس کا بھائی ختم ہوا........ اور اب اس کا شوہر........ غریب آشا...... مظلوم! ........ لیکن اس کا انتقام لیا جائے گا........ بڑا سخت انتقام........ بے شک!!"

میں نے رانی کے ساتھ اپنی ملاقات کا انتہائی نامکمل تذکرہ کیا۔ اور اس کے بعد جلال کو بتلایا کہ میں نے گل خاں کو کیا حکم دیا تھا۔ میں نے کہا۔

"اور اس لئے کم از کم آج رات ہم سکون سے سو سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ لڑکی گڑیوں کو لے کر باہر نکلی تو گل خاں اسے نہیں چھوڑے گا۔ اگر وہ باہر نکلی تو کوئی واقعہ رونما ہو ہی نہیں سکتا مجھے بالکل یقین ہے کہ اس لڑکی کے بغیر رانی کوئی حملہ نہیں کر سکتی میرے خیال میں تم میری کارروائی اور انتظامات سے متفق ہو جلال؟"

ایک لمحہ اس نے بڑے غور سے مجھے دیکھا اور بولا۔

"آپ نے جو کچھ کہا ہے میں یقیناً اس سے متفق ہوں ڈاکٹر شاہد...... انتہائی زوردار طریقہ پر متفق ہوں...... آپ نے وہی کیا ہے جو میں خود بھی کرتا لیکن........ مجھے یہ خیال ہوتا



ہے کہ آپ نے ہم کو وہ سب کچھ نہیں بتلایا جو کہ آپ کے اور رانی کے درمیان پیش آیا ہے"۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔ کمار بولا۔

میں اٹھ کر کھڑا ہوا۔

"بہرحال میں نے تم کو ضروری باتیں تو بتا ہی دی ہیں........ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ غسل کر لوں اور سو جاؤں۔ اب ساڑھے نو بجے کا وقت ہے اگر وہ سفید لڑکی باہر نکلی بھی ہے تو گیارہ بجے سے پیشتر نہیں نکلے گی........ غالباً اس کے بعد ہی اور جب تک گل خاں اس کو پکڑ لائے میں سو جانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ اس کو نہ لایا تو رات بھر سوتا رہوں گا........ یہ میرا آخری فیصلہ ہے! اپنے سوالات کو صبح پر اٹھا رکھو"۔ جلال کی متلاشی نظریں مستقل طور پر مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ بولا۔

"آپ یہاں کیوں نہیں سو جاتے؟...... کیا یہ زیادہ محفوظ نہ ہوگا آپ کے لئے؟"

برہمی کی ایک شدید لہر مجھ پر ٹوٹ پڑی۔ رانی کے ساتھ ملاقات کے دوران میرا غرور پہلے ہی کافی مجروح ہو چکا تھا۔ اور یہ چیز میرے لئے سخت حقارت کی تھی کہ رانی نے مجھ پر فتح حاصل کر لی۔ اب اس تجویز نے کہ رانی سے بچنے کے لئے جلال کے محافظین کے ریوالوروں کی پناہ لوں میرے زخم کو تازہ کر دیا۔

"میں کوئی بچہ نہیں ہوں۔" میں نے غصہ سے کہا۔ "میں خود اپنی حفاظت کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہوں۔ مجھے ریوالوروں کے پردے کے پیچھے زندگی بسر کرنے کی ضرورت نہیں اور........ میں رک گیا اس افسوس کے ساتھ کہ میں نے یہ الفاظ کیوں کہے لیکن جلال نے کسی برہمی کا اظہار نہ کیا۔ اس نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور اپنے تکیوں پر نیم دراز ہو گیا۔

"میں جو کچھ جاننا چاہتا تھا وہ آپ نے بتا دیا ہے۔ آپ جادوگرنی کے سامنے بری طرح ناکام رہے ہیں ڈاکٹر شاہد........ اور آپ نے ہم کو تمام........ ضروری باتیں بھی نہیں بتائی ہیں"۔

میں نے کہا........ "مجھے افسوس ہے جلال!"

"نہیں کوئی بات نہیں۔" وہ پہلی مرتبہ مسکرا کر بولا۔ "میں پوری طرح سمجھ رہا ہوں میں بھی تھوڑا سا ماہر نفسیات واقع ہوا ہوں۔ لیکن میں آپ کو یہ بتائے دیتا ہوں کہ...... گل خاں اس لڑکی کو آج رات ہمارے پاس لائے یا نہ لائے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا کل یہ جادوگرنی زندہ نہ رہے گی........ اور اس کے ساتھ یہ لڑکی بھی!"

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے نرس کو بلایا اور محافظین کو پھر کمرے کے اندر

تعینات کر دیا۔ خواہ مجھے کتنا ہی بھروسہ کیوں نہ ہو۔ میں جلال کے معاملے میں کوئی خطرہ مول لینا نہ چاہتا تھا۔ میں نے اس کورانی کی اس دھمکی کے متعلق نہ بتایا تھا جو اس نے براہ راست جلال کو دی تھی............لیکن میں اس دھمکی کو بھولا نہ تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہوں گے ڈاکٹر شاہد صاحب اور میں آپ کو پریشان کرنا نہیں چاہتا لیکن کیا آپ مجھے یہ اجازت دیں گے کہ جب آپ سو جائیں تو میں آپ کے کمرے میں آپ کے پاس موجود رہوں؟"

میں نے اسی ضد آمیز برہمی سے کہا۔

"خدا کے لئے کمار کیا تم نے نہیں سنا کہ میں نے جلال سے کیا کہا ہے؟ میں بہت ممنون ہوں تمہارا............ مگر میں تم سے بھی یہی کہتا ہوں جو جلال سے کہہ چکا ہوں"۔

اس نے سکون سے کہا۔ "میں یہاں دارالمطالعہ میں ہی رہوں گا اور جب تک گل خاں نہ آئے یا صبح نہ ہو جائے جاگتا رہوں گا۔ اگر میں نے آپ کی خواب گاہ میں کوئی آواز سنی تو میں ضرور اندر آجاؤں گا۔ جب بھی میں ایک نظر دیکھنا چاہوں گا۔ کہ آپ خیریت سے ہیں تو میں اندر آؤں گا۔ آپ اپنا دروازہ اندر سے بند نہ کریں مقفل نہ کریں کیوں کہ اگر آپ نے ایسا کیا تو میں اسے توڑ دوں گا............کیا آپ یہ سب کچھ سمجھ گئے۔"

میرا غصہ اور بڑھ گیا۔ اور وہ بولا۔

"میں یہ سب طے کر چکا ہوں۔"

میں نے کہا............"اچھا بھائی اچھا............جو کچھ تمہارے جی میں آئے کرو۔"

میں اپنے خواب گاہ میں داخل ہوا اور دروازے کو اندر سے بند کر دیا لیکن اس کو اندر سے مقفل نہ کیا۔

اس میں کوئی شک نہ تھا کہ میں بہت تھکا ہوا تھا۔ ایک گھنٹے کی نیند بھی میرے لئے بہت قیمتی تھی۔ میں نے غسل کرنے کے ارادہ کو بالائے طاق رکھ دیا اور شب خوابی کا لباس تبدیل کرنے لگا۔ میں اپنی قمیص اتار رہا تھا جب کہ مجھے اس کے بائیں طرف ایک چھوٹا سا پن دل کے اوپر نظر آیا۔ میں نے قمیص کو کھولا اور دوسری طرف دیکھا۔

قمیص کی اندر کی طرف اس پن کے ذریعہ ایک گرہ دار فیتہ لگا ہوا تھا۔

میں ایک قدم دروازے کی طرف بڑھا اور کمار کو آواز دینے کے لئے منہ کھولا............لیکن فوراً ہی میں رک گیا۔ میں نے فیتہ کمار کو دکھانا پسند نہ کیا۔ اس کا نتیجہ لامتناہی سوالات کے علاوہ اور کچھ نہ تھا............اور میں سونا چاہتا تھا۔



خدا کی پناہ............لیکن میں تو سونا چاہتا تھا!

بہتر ہو کہ فیتہ کو جلا دیا جائے............میں نے اس میں آگ لگانے کے لئے دیا سلائی تلاش کی............اسی وقت دروازے کے باہر مجھے کمار کے قدموں کی آواز آئی اور میں نے جلدی سے یہ فیتہ پاجامہ کی جیب میں رکھ لیا۔

"کیا چاہتے ہو تم" میں نے پکار کر کہا۔

"صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ آپ بستر پر خیریت سے پہنچ گئے ہیں یا نہیں"۔

اس نے ذرا سا دروازہ کھولا۔ دراصل وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ میں نے دروازہ مقفل تو نہیں کیا۔ میں نے کچھ نہ کہا۔ اور لباس تبدیل کرنے لگا۔

میری خواب گاہ ایک کافی بڑا اور اونچی چھت کا کمرہ ہے اور میرے مکان کی دوسری منزل پر واقع ہے۔ یہ مکان کی پشت کی طرف میرے دارالمطالعہ سے ملحق ہے اس میں دو کھڑکیاں ہیں۔ جو نیچے مختصر سے باغیچے کی طرف کھلتی ہیں ان پر پھول دار بیلیں چڑھی ہوئی ہیں۔ اس کمرے میں ایک بڑا بھاری فانوس لٹکا ہوا ہے۔ پرانی وضع کا اس میں لمبے لمبے سہ گوشہ شیشوں کے چھ حلقے ہیں۔ ان حلقوں میں ہی شمعوں کے لگانے کے لیے شمع دان بنے ہوئے ہیں۔ سہ پہلو شیشے جو رنگ برنگ روشنی سے جگمگاتے ہیں اور یہ پورا فانوس ایک بہت وزنی اور قدیمی چیز ہے اس کا تعلق شاہان بنگال کے اس دور سے ہے جب سراج الدولہ کا دور حکومت تھا۔ میں نے جب یہ عمارت خریدی تو مجھے یہ گوارا نہ ہوا کہ اس فانوس کو اتار لیا جائے یا اس میں شمعوں کی جگہ برقی بلب لگنے کے لیے برقی تار لگا دیئے جائیں۔ میری مسہری اس کمرے کے ایک سرے پر ہے اور جب میں بائیں طرف کروٹ لیتا ہوں تو اپنے سامنے کھڑکیوں کو روشنی کے ہلکے انعکاس میں نمایاں دیکھتا ہوں یہی انعکاس فانوس کے سہ گوشہ شیشوں پر پڑتا ہے اور یہ پورا رنگ برنگ کی ہلکی روشنی سے چمکتا ہوا ایک چھوٹا سا تاروں بھرا بادل بن جاتا ہے یہ منظر بڑا راحت افزا ہوتا ہے...... خواب آور......باغیچہ میں ایک بہت قدیم ناشپاتی کا درخت ہے جو شاہان بنگال کی یاد تازہ کرتا رہتا ہے۔ فانوس ٹھیک میری مسہری کے پائنتی کی طرف ہے۔ کمرے کی روشنی کا سوئچ میری مسہری کے سرہانے کی طرف ہے۔ کمرے کے ایک پہلو میں ایک قدیم آتش دان ہے جس کی دیواریں منقش سنگ مرمر کی ہیں اور اس کے اوپر کی سطح کافی چوڑی ہے آئندہ ہونے والے واقعات کو سمجھنے کے لیے کمرے کی ان تفصیلات کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

جب تک میں نے لباس تبدیل کیا کمار غالباً میری اطاعت شعاری سے مطمئن ہو کر دروازہ بند کر کے واپس دارالمطالعہ میں جا چکا تھا میں نے گرہ دار فیتہ نکالا............"جادوگرنی کا

ہار"......اور حقارت سے اس میز پر پھینک دیا۔ میرا خیال ہے کہ میرے اس فعل کی تہہ میں دو ہی چیزیں کار فرما ہو سکتی تھیں۔ یا تو یہ یقین کہ گل خاں اپنا کام پوری طرح پورا کرے گا یا پھر ایک خواہ مخواہ کی بہادری! لیکن یہ واقعہ ہے کہ اگر مجھے گل خاں کی کامیابی کا اس قدر یقین نہ ہوتا تو میں اپنے پہلے ارادہ کے مطابق اس فیتہ کو یقیناً جلا ڈالتا۔ میں نے ایک خواب آور دوا تیار کی اور اسے پی کر روشنی گل کر دی۔ اور سونے کے لیے لیٹ گیا دوا نے جلدی ہی اثر کرنا شروع کر دیا۔

میں نیند میں ہر لحہ گہرا ڈوبتا چلا گیا۔ گہرا......اور گہرا......اور گہرا......اور میں جاگ پڑا۔

میں نے اپنے چاروں طرف نظر ڈالی..........اس اجنبی مقام پر میں کیسے آ گیا؟

میں ایک کم گہرے گول گڈھے میں کھڑا ہوا تھا اس کے کناروں پر گھاس اگی ہوئی تھی۔ گڈھا صرف اتنا گہرا تھا کہ اس کا کنارہ میرے گھٹنے تک آتا تھا۔ یہ گڈھا ایک حلقہ نما اور ہموار سبزہ زار مرکز میں واقع تھا۔ جس کا قطر شاید ایک چوتھائی میل ہوگا۔ یہ پورا میدان گھاس سے ڈھکا ہوا تھا..........عجیب طرح کی گھاس..........ارغوانی پھولوں والی گھاس..........گھاس کے اس گول میدان کے چاروں طرف نا معلوم قسم کے درخت کھڑے تھے..........درخت جن پر رنگ برنگ کے قیمتی پتھر لٹکے ہوئے تھے..........زمرد یا قوت پکھراج..........درخت جن کی بھاری بھاری شاخیں جھکی ہوئی تھیں اور عجیب طرح کے بڑے بڑے پتوں سے لدی ہوئی تھیں۔ اور ان کے اندر پتلی پتلی بیلیں اس طرح لپٹی تھیں جیسے سانپ لپٹے ہوئے ہوں یہ درخت اس گول سبزہ زار کے گرد پہریداروں کی طرح ایستادہ تھے..........ہوشیار..........مستعد..........میری طرف نگراں..........میری حرکت و جنبش کے منتظر!

نہیں!..........میری نگرانی کرنے والے یہ درخت نہیں تھے!..........ان درختوں میں کچھ چیزیں چھپی ہوئی تھیں..........گھات لگائے ہوئے..........خوفناک دشمنی سے بھری ہوئی..........خبیث شیطانی چیزیں..........اور یہی چیزیں تھیں جو میری نگرانی کر رہی تھیں..........میری حرکت و جنبش کی منتظر تھیں۔

لیکن میں وہاں پہنچا کیسے؟ میں نے اپنی ٹانگوں کی طرف دیکھا۔ اپنے بازوؤں کو پھیلایا میں اسی نیلے پاجامہ میں ملبوس تھا۔ جس کو پہن کر میں بستر پر لیٹا تھا..........پھر میں یہاں کیسے آ گیا؟ مجھے یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ یہ کوئی خواب ہو سکتا ہے۔

میں نے اب دیکھا کہ اس گڈھے میں سے تین راستے باہر کی طرف جاتے تھے۔ وہ کنارے کے اوپر سے گزرتے تھے اور ہر ایک راستہ ایک مختلف سمت سے ہوتا ہوا جنگل کی



طرف چلا گیا تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ ان راستوں میں سے ایک راستہ اختیار کرنا میرے لئے ضروری ہے اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ میں صحیح راستہ انتخاب کروں..........یعنی صرف ایک ہی راستہ سلامتی کا تھا..........اور باقی دو راستے ایسے تھے جو مجھ کو سیدھا ان خوفناک پوشیدہ چیزوں کے قبضے میں پہنچا دیں گے۔

گڈھا خود بخود سکڑنے لگا۔ میں نے اس کی تہہ کو اپنے قدموں کے نیچے ابھرتا ہوا محسوس کیا۔ گڈھا مجھے باہر پھینکنے کی کوشش کر رہا تھا!......میں کود کر داہنے ہاتھ کی طرف والے راستے پر پہنچ گیا۔ اور آہستہ آہستہ آگے چلنے لگا......اس کے بعد بے اختیار میں نے دوڑنا شروع کر دیا۔ تیز اور لحہ بہ لحہ تیز تر......اس جنگل کی طرف!......جب میں قریب پہنچا تو دیکھا کہ یہ راستہ اس جنگل کو سیدھا ایک تیر کی طرح چیرتا ہوا چلا گیا تھا۔ اور یہ تقریباً تین فیٹ چوڑا تھا اس کے دونوں طرف درختوں کی قطاریں تھیں۔ اور دو ایک دھندلے سبز فاصلے میں راستہ غائب ہو گیا تھا۔ تیز اور ہر لحہ تیز تر میں دوڑتا چلا گیا۔ اب میں جنگل میں داخل ہو چکا تھا اور نادیدہ چیزیں ان درختوں میں جمع ہو رہی تھیں جو راستے کے دونوں طرف تھے......جوق در جوق کناروں پر جمع ہو رہی تھیں......پورے جنگل میں سے سمٹ کر جھپٹ کر چلی آ رہی تھیں۔ مکمل خاموشی سے......یہ چیزیں کیا تھیں اور اگر میں ان کے ہاتھ پڑ گیا تو یہ میرا کیا کریں گی مجھے یہ کچھ معلوم نہ تھا......مجھے تو صرف یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اگر انہوں نے مجھے پکڑ لیا تو مجھے ایک ایسی شدید اذیت پہنچے گی جس کا تصور بھی کوئی نہیں کر سکتا۔

آگے......اور آگے......میں جنگل میں دوڑتا چلا گیا میرا ہر قدم ایک بھیانک خواب تھا مجھے اپنے دونوں طرف ایسے ہاتھ محسوس ہوئے تھے جو مجھے پکڑنے کیلئے پھیلے ہوئے تھے......میں تیز قسم کی سرگوشیاں سن رہا تھا......عرق عرق لرزہ بر اندام میں جنگل سے باہر نکل آیا اور ایک وسیع میدان میں دوڑنے لگا جو درختوں سے محروم تھا اور دور افق تک پھیلتا چلا گیا تھا اس میدان میں کوئی راستہ بنا ہوا نہ تھا۔ کوئی پگڈنڈی نہ تھی۔ سارا میدان زرد سوکھی گھاس سے ڈھکا ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے خیال آیا کہ یہ ویرانہ بالکل ایسا ہی ہے جہاں شیکسپیئر کے مشہور ڈرامہ "میک بتھ" کی تین جادوگرنیاں منڈلایا کرتی تھیں۔ بہر حال......میں اس آسیب زدہ جنگل سے بہتر تھا میں رک گیا اور مڑ کر درختوں کی طرف دیکھا مجھے محسوس ہوا کہ وہاں درختوں کے پیچھے سے بے شمار خبیث شیطانی آنکھیں مجھے دیکھ رہی ہیں۔

میں نے پشت ادھر کر لی اور مرجھائے ہوئے میدان میں چلنا شروع کیا۔ نظر اٹھا کر

میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ آسمان کہر آلود سبز تھا۔ بہت بلندی پر اس میں دو ابر آلود حلقے چمکنا شروع ہوئے...... دو سیاہ سورج!...... نہیں...... یہ سورج نہیں تھے...... یہ آنکھیں تھیں......

رانی کی آنکھیں!

وہ کہر آلود سبز آسمان سے نیچے میری طرف دیکھ رہی تھیں......

اس اجنبی دنیا کے افق پر یکایک دو دیو پیکر ہاتھ بلند ہونا شروع ہوئے...... میری طرف رینگتے ہوئے آنے لگے...... مجھے پکڑنے کیلئے...... اور مجھے واپس جنگل میں پھینک دینے کے لیے...... سفید ہاتھ...... لمبی لمبی انگلیوں والے...... اور ہر سفید انگلی بذات خود ایک زندہ جانور معلوم ہوتی تھی۔

رانی کے ہاتھ!

ہاتھ اور نزدیک آگئے...... آنکھیں اور قریب آگئیں۔

اور آسمان میں سے پے در پے قہقہوں کی گرج آنے لگی۔

رانی کے قہقہے!

قہقہے ابھی میرے کانوں میں گونج ہی رہے تھے کہ میں بیدار ہو گیا...... یا شاید مجھے یہ محسوس ہوا کہ بیدار ہو گیا ہوں۔ میں اپنے کمرے میں اپنی مسہری پر سیدھا بیٹھا ہوا تھا پسینہ سے شرابور تھا اور میرا دل اس قدر زور سے دھڑک رہا تھا کہ میرا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ کھڑکیوں سے آنے والی روشنی کے عکس سے فانوس ایک ستاروں کے بادل کی طرح چمک رہا تھا۔ کھڑکیاں دھندلی سی نظر آ رہی تھیں...... کمرے میں شدید خاموشی طاری تھی......

ایک کھڑکی پر کسی چیز نے حرکت سی کی میں نے چاہا کہ کھڑا ہو کر دیکھوں کہ یہ کیا ہے میں حرکت نہ کر سکا!

کمرے میں ایک ہلکی سی سبز مائل روشنی شروع ہوئی۔ ابتدا میں یہ فاسفورس کی اس ہلکی سی چمک جیسی تھی جو مردہ چیزوں میں نظر آجاتی ہے۔ وہ تیز ہوتی تھی اور کم ہو جاتی تھی...... بڑھتی تھی کم ہو جاتی تھی...... لیکن ہر بار اس کی قوت بڑھتی جاتی تھی۔ اب میرا کمرہ بالکل صاف نظر آ رہا تھا۔ فانوس ایک سال خوردہ زمرد کی طرح چمک رہا تھا۔

کھڑکی میں چھوٹا سا چہرہ نظر آیا!...... ایک گڑیا کا چہرہ!...... میرا دل دھک سے ہو گیا اور پھر مایوسی سے بیٹھنے لگا میں سوچ رہا تھا۔ "گل خاں ناکامیاب رہا...... اب آخری وقت آ پہنچا ہے۔"



گڑیا نے میری طرف دیکھا ہنستے ہوئے...... اس کا چہرہ بالکل صاف تھا جیسے تازہ شیو کیا ہو...... یہ ایسا چہرہ تھا جیسے کسی تقریباً ۴۰ سالہ انسان کا ہو۔ ناک لمبی تھی دہانہ چوڑا ہونٹ پتلے...... آنکھیں گھنی ابروؤں کے نیچے قریب قریب جڑی ہوئی تھیں...... وہ چمک رہی تھیں...... سرخ سرخ...... یاقوت کی طرح!

گڑیا رینگ کر کھڑکی پر چڑھ آئی...... پھر سر کے بل کمرے میں کود پڑی۔ ایک ساعت وہ سر کے بل کھڑی رہی اور اوپر اپنی ٹانگیں ہلاتی رہی دو مرتبہ اس نے قلابازی کھائی پھر اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ ایک چھوٹا سا ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھے ہوئے...... لال لال آنکھیں میری آنکھوں پر جمائے ہوئے...... جیسے انتظار میں ہو!...... جیسے اپنے کرتب پر داد کی توقع کر رہی ہو...... وہ ایک نٹ کی طرح تنگ و چست لباس میں تھی۔ اس نے جھک کر مجھے سلام کیا۔

وہاں ایک اور چھوٹا سا چہرہ جھانک رہا تھا۔ یہ چہرہ سخت تھا بے حس قسم کا...... ایک ساٹھ سالہ انسان کا چہرہ...... اس کی مونچھیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ وہ میری طرف اس طرح دیکھ رہا تھا۔ جیسے کہ کوئی مہاجن اس شخص کی طرف دیکھتا ہے جس سے اس کو نفرت ہے۔ لیکن مجبوراً اسے کچھ قرض دینا پڑ رہا ہے...... اس خیال سے مجھے کچھ عجیب تفریح سی ہوئی...... اور پھر یکایک یہ خوشگوار احساس مٹ گیا۔

ایک مہاجن کا پتلا!...... ایک نٹ کا پتلا!!

ان دو انسانوں کے پتلے جو پراسرار موت کا شکار ہو چکے تھے!

مہاجن کا پتلا ایک شان کے ساتھ کھڑکی سے اتر کر اندر آ گیا۔ وہ شام کے مکمل انگریزی لباس میں تھا۔ اس نے رخ بدلا اور اسی شان کے ساتھ ایک ہاتھ کھڑکی کی طرف اٹھایا...... وہاں ایک اور گڑیا کھڑی ہوئی تھی...... ایک اور پتلا...... یہ عمر میں مہاجن کے پتلے کے برابر معلوم ہوتا تھا اور صورت سے ایک غیر شادی شدہ شریف عورت کی نمائندگی کرتا تھا۔

غیر شادی شدہ شریف عورت!!

ایک احتراز کے ساتھ شریف عورت کے پتلے نے مہاجن کے پتلے کا آگے بڑھا ہوا ہاتھ پکڑا اور آہستہ سے نیچے فرش پر کود گئی۔

کھڑکی میں اب ایک چوتھی گڑیا نمودار ہوئی۔ یہ پتلا شکل و صورت اور وضع قطع سے بالکل ایک فلمی اداکار معلوم ہوتا تھا...... ایک شاندار ایکٹنگ کرتا ہوا وہ آگے بڑھا اور جھک کر مجھے سلام کیا۔

اب چاروں پتلے میری طرف بڑھے۔ نٹ سب سے آگے تھا اور ان دونوں کے پیچھے آہستہ اور شاندار انداز میں قدم اٹھاتے ہوئے شریف عورت اور مہاجن کے پتلے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے آرہے تھے۔

بد صورت...... طلسمی یا کچھ اور...... ان کو کہا جاسکتا ہے لیکن ان کی حرکات میں مزاح نہ تھا...... خدا...... نہیں!...... اور اگر ان کی حرکات میں کوئی مذاحی کیفیت تھی تو صرف اسی قسم کی ہوسکتی ہے جو شیطانوں سے منسوب کی جاسکے۔

میں نے مایوسی میں خیال کیا...... "کمار اس دروازے کے دوسری طرف موجود ہے...... کاش میں کسی طرح کوئی آواز پیدا کر سکتا!"

چاروں پتلے رک گئے اور ایسا معلوم ہوا جیسے آپس میں مشورہ کر رہے ہیں نٹ نے ایک قلابازی کھائی اور سب سے پیچھے چلا گیا۔ اب انہوں نے اپنے پوشیدہ نیام سے خنجر نما پن نکال لیے۔ شریف اور مہاجن کے پتلے کے ہاتھ میں بھی ایسا ہی پن موجود تھا...... انہوں نے ان ہتھیاروں کی نوک میری طرف کر دی۔ تلواروں کی طرح!

اور چاروں نے پھر میری مسہری کی طرف باقاعدہ مارچ شروع کیا......"

نٹ کے پتلے کی سرخ سرخ آنکھیں فانوس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں وہ رک گیا اور فانوس کا مطالعہ کرنے لگا۔ اس نے فانوس کی طرف اشارہ کیا خنجر نما پن کو پھر نیام میں رکھ لیا۔ اس کے بعد اپنے گھٹنے جھکائے اور ہاتھ آگے کو پھیلا دیئے جیسے کسی دوسرے کو اپنے ہاتھوں کے اوپر چڑھ جانے کی دعوت دے رہا ہو...... فلمی اداکار کا پتلا اس کے پاس آیا۔ اس نے سر ہلایا۔ پھر کھڑا ہو کر فرش سے فانوس تک کی اونچائی کا اندازہ کرنے لگا۔ جیسے یہ سوچ رہا ہو کہ فانوس تک پہنچنے کا بہترین طریقہ کیا ہو سکتا ہے۔ نٹ کے پتلے نے آتش دان کی طرف اشارہ کیا اور یہ دونوں اس آتش دان کے اوپر چڑھ کر اس کی وسیع سطح پر پہنچ گئے باقی دونوں پتلے کھڑے ہوئے ان کو دیکھتے رہے...... جیسے کافی دلچسپی لے رہے ہوں...... انہوں نے اپنے پن نیام میں نہیں رکھے تھے۔

نٹ کا پتلا جھک گیا اور فلم اسٹار والا پتلا اپنا پاؤں اس کے ہاتھوں پر رکھ کر چڑھ گیا۔ نٹ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اور فلم اسٹار ایک جست لگا کر آتش دان اور فانوس کا باقی ماندہ خالی فاصلہ پار کر گیا اور فانوس کے ایک سہ پہلو شیشے کو پکڑ کر لٹک گیا اور جھولنے لگا۔ فوراً ہی دوسرا پتلا بھی زور سے کودا اور فانوس کو پکڑ کر اپنے لٹکے ہوئے ساتھی کے قریب جھولنے لگا۔

میں نے دیکھا کہ وزنی قدیم فانوس لرز رہا تھا۔ اور ادھر ادھر ہل رہا تھا اچانک ایک بلند



آواز کے ساتھ فرش پر شیشے کے بہت سے ٹکڑے ٹوٹ کر گرے۔ اس شدید سناٹے میں یہ آواز ایک بم کی طرح محسوس ہوئی۔

میں نے سنا کمار دوڑ کر دروازہ پر آیا اس نے دروازہ کھول ڈالا۔ وہ دہلیز پر کھڑا ہوا تھا۔ میں اس کو سبز روشنی میں صاف صاف دیکھ سکتا تھا لیکن مجھے معلوم ہو گیا کہ وہ نہیں دیکھ سکتا اس کے لئے کمرہ تاریک ہو گیا تھا۔ وہ چلایا۔

"ڈاکٹر شاہد...... تم خیریت سے ہو نا؟...... روشنی کیجئے۔"

میں نے بولنے کی کوشش کی...... اس کو خبر دار کرنے کی کوشش کی...... مگر بے کار! وہ ٹٹولتا ہوا آگے بڑھا...... مسہری کی پائینتی سے ہوتا ہوا روشنی کے سوئچ تک اور میرا خیال ہے کہ اس وقت اس نے ان گڑیوں کو دیکھ لیا تھا۔ وہ اچانک رک گیا...... ٹھیک فانوس کے نیچے...... اس کی نظر اوپر کی طرف تھی۔

اور جیسے ہی اس نے ایسا کیا اس کے اوپر لٹکی ہوئی گڑیا نے اپنا ہاتھ آزاد کیا...... نیام سے اپنا خنجر نکال لیا اور کمار کے شانوں پر کودتے ہوئے پوری بیدردی سے اس کے حلق پر وار کیا۔ کمار چیخ پڑا...... صرف ایک بار...... چیخ ایک خرخراہٹ میں تبدیل ہو گئی......

اور اسی وقت میں نے فانوس کو زور سے ہلتے اور کھڑکھڑاتے سنا...... اس کی قدیم ہندش ٹوٹ گئی۔ اور وہ ایک زبردست دھماکے کے ساتھ نیچے ایسا گرا کہ پورا مکان ہل گیا...... وہ ٹھیک کمار کے اوپر گرا تھا...... اور کمار کے حلق پر وہ شیطانی گڑیا پیہم وار کر رہی تھی ایک دم سبز روشنی غائب ہو گئی۔ کمرے میں کھڑکھڑاہٹ کی سی آواز ہوئی جیسے بڑے بڑے چوہے بھاگ رہے ہوں۔

مجھ پر جو سکتہ کا عالم تھا وہ دور ہو گیا۔ میں نے بڑھ کر برقی سوئچ پر ہاتھ ڈالا اور روشنی کر دی اور اس کے ساتھ ہی مسہری سے کود پڑا۔

چھوٹی چھوٹی شکلیں کھڑکی کے اوپر سے باہر کی طرف غائب ہو رہی تھیں۔ اچانک چار مرتبہ دھیمے فائر کی سی آواز ہوئی جیسے ریوالور پر خاموش کرنے والا آلہ چڑھا کر فائر کیا گیا ہو...... میں نے دیکھا جلال اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا تھا...... اس کے دونوں طرف ایک ایک محافظ خاموش قسم کا ریوالور لئے کھڑا ہوا تھا اور میری کھڑکی کی طرف فائر کر رہا تھا۔

میں کمار کے اوپر جھک گیا...... وہ بالکل مردہ تھا...... فانوس گرتے وقت ٹھیک اس کے سر پر گرا تھا۔ اور اس کی کھوپڑی چور چور ہو گئی تھی...... لیکن...... جب

فانوس گرا تو کمار پہلے ہی مر رہا تھا............ اس کا حلق کٹا ہوا تھا۔ شہ رگ کٹ چکی تھی......

وہ گڑیا جس نے اس کو قتل کیا تھا............ غائب تھی۔

میں کھڑا ہو گیا۔ میں نے تلخ افسوس کے ساتھ کہا۔

"تم ٹھیک کہتے تھے جلال........ رانی کے خادم تمہارے آدمیوں سے زیادہ ہوشیار ہیں۔"

اس نے جواب نہ دیا۔ وہ رحم آلود نظروں سے نیچے کمار کی طرف دیکھ رہا تھا۔

میں بولا...... "اگر تمہارے تمام آدمی گل خان کی طرح اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں تو اب تک تمہارے زندہ رہنے کو میں ایک معجزہ ہی سمجھتا ہوں۔"

اس نے سنجیدگی سے اپنی نظر میری طرف اٹھائی اور کہا.......... "گل خاں ذہین بھی ہے اور وفادار بھی........ میں بغیر اس کا بیان سنے اس کو موردالزم نہیں قرار دوں گا۔ اور آپ سے مجھے یہ کہنا ہے ڈاکٹر شاہد کہ اگر آج رات تم نے میرے ساتھ زیادہ بے تکلفی اور کم اخفا سے کام لیا ہوتا تو ڈاکٹر کمار اس وقت ہرگز مردہ نہ ہوتا۔"

میں پس و پیش میں پڑ گیا........ اس کے الفاظ میں ایک تلخ حقیقت موجود تھی اس کا غم والم اور ایک بے بس غصہ مجھے کھائے جا رہا تھا۔ اگر میں نے اپنے کم بخت غرور پندار کو اپنے اوپر حاوی نہ ہونے دیا ہوتا.......... اگر اس امر کی تشریح کر دی ہوتی کہ میں کیوں کچھ اور تفصیلات کو بتانے سے معذور ہوں.......... اور خود کو ڈاکٹر کمار کے سپرد کر دیا ہوتا۔ تاکہ وہ میرے دماغ میں سے رانی کے نقش کئے ہوئے احکام کا اثر مٹا ڈالے .......... اگر میں نے صرف اتنا ہی کیا ہوتا کہ جلال کی پیش کردہ حفاظتی تجویز کو قبول کر لیا



ہوتا یا کمار کی یہ بات مان لی ہوتی کہ میرے سوتے وقت وہ میری نگرانی کرتا رہے.......... تو یہ موجودہ المناک واقعہ پیش نہ آیا ہوتا۔

میں نے دارالمطالعہ کے اندر نظر ڈالی۔ وہاں جلال کی نرس موجود تھی۔ دارالمطالعہ کے دروازے کے باہر سے مجھے سرگوشیوں کی آوازیں آ رہی تھیں.......... ملازمین اور وارڈ کے دوسرے لوگ فانوس کے گرنے کی آواز سے ادھر متوجہ ہو چکے تھے.......... میں نے نہایت سکون کے ساتھ نرس سے کہا۔

"ڈاکٹر کمار میری مسہری کے پاس کھڑا ہوا مجھ سے باتیں کر رہا تھا۔ اچانک فانوس اس پر گر پڑا۔ اس حادثہ نے اس کو ہلاک کر دیا ہے لیکن یہ بات دوسرے لوگوں کو نہ بتانا۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ فانوس گر پڑا ہے۔ اور ڈاکٹر کمار کو چوٹ آ گئی ہے.......... ان کو ان کی چارپائیوں پر واپس جانے کو کہہ دو۔ بتا دو کہ ڈاکٹر کمار کو اسپتال کے اندر لے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد دربان کے ساتھ تم واپس آ جاؤ۔ اور جہاں جہاں ممکن ہو خون کو صاف کرو۔ فانوس کو اسی طرح پڑا رہنے دو۔"

جب وہ جا چکی تو میں جلال کے مسلح محافظین کی طرف متوجہ ہوا۔

"جب تم نے گولی چلائی تھی تو کیا دیکھا تھا۔"

ایک نے جواب دیا.......... "مجھے تو وہ بندر سے معلوم ہوتے تھے۔"

دوسرا بولا.......... "کاٹھ پتلیاں۔"

میں نے جلال کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے سے سمجھ گیا کہ اس نے کیا دیکھا تھا میں مسہری سے ہلکا کمبل اٹھا لیا۔

"جلال۔" میں نے کہا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو کہ کمار کو اٹھا لیں۔ اور اس کمبل میں لپیٹ دیں۔ اس کے بعد ان کے ذریعہ کمار کو دارالمطالعہ سے ملحقہ کمرے میں بھجوا دو اور چارپائی پر رکھوا دو۔"

جلال نے اپنے آدمیوں کی طرف سر سے اشارہ کیا اور انہوں نے کمار کو ٹوٹے ہوئے شیشوں اور مڑے ہوئے پیتل وغیرہ کے ڈھیر میں سے اٹھا لیا۔ اس کا چہرہ اور گردن جگہ جگہ پر ٹوٹے ہوئے سہ گوشہ شیشوں سے کٹ گئی تھی۔ اور اتفاق سے ان میں ایک زخم اس مقام سے بالکل قریب تھا جہاں گڑیا کے خنجر نما پن نے اپنا مہلک کام کیا تھا۔ یہ ایک گہرا زخم تھا اور غالباً اس نے بھی شہ رگ کو ایک اور جگہ پر کاٹ دیا تھا۔ میں جلال کے ساتھ دوسرے کمرے میں گیا۔ محافظین نے لاش کو ایک چارپائی پر رکھ دیا۔ اور جلال نے ان کو حکم دیا کہ وہ واپس خواب گاہ میں چلے جائیں۔ اور جب تک نرسیں وہاں رہیں نگرانی کرتے

رہیں۔ جب وہ تعمیل حکم کے لئے چلے گئے تو جلال نے کمرے کا دروازہ بند کر لیا اور میری طرف متوجہ ہوا۔

"اب آپ کیا کرنا چاہتے ہیں ڈاکٹر شاہد؟"

"میں چاہتا تو یہ تھا کہ خوب آنسو بہاؤں لیکن" میں نے جواب دیا...... "مجھے فوراً ہی پولیس کو مطلع کرنا پڑے گا۔"

"پولیس کے سامنے آپ کیا بیان دیں گے؟"

"تم نے کھڑکی میں کیا دیکھا تھا جلال؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے گڑیاں دیکھی تھیں۔"

"اور میں..... کیا میں پولیس کو یہ بتا سکتا ہوں کہ کمار کو کس چیز نے ہلاک کیا...... فانوس گرنے سے پیشتر ہی؟ تم جانتے ہی ہو کہ میں ایسا نہیں کہہ سکتا۔ نہیں میں ان سے کہوں گا۔ کہ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے جب کہ اچانک فانوس اس پر گر پڑا۔ سہ گوشہ شیشوں کے ٹکڑے اس کے حلق میں گھس گئے۔ اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟..... اور پولیس کے لوگ بھی یہ بات فوراً ہی مان لیں گے۔ لیکن اگر میں حقیقت بتاؤں گا تو ہرگز یقین نہ کریں گے۔"

میں نے کچھ پس و پیش کیا............ اور پھر میرا جام ضبط چھلک پڑا.......... ایک طویل مدت کے بعد پہلی مرتبہ............ اور میں رونے لگا۔

"جلال تم ٹھیک کہتے تھے............ الزام گل خان پر نہیں بلکہ مجھ پر ہے۔ اف........ ایک بوڑھے انسان کا غرور پندار........... اگر میں نے آزادانہ اور پوری طرح سب باتیں بتا دی ہوتیں........... تو کمار اس وقت زندہ ہوتا لیکن میں نے ایسا نہ کیا........... میں ہی اس کا قاتل ہوں..........."

اس نے مجھے تسلی دی........... نرمی سے.............. ایک عورت کی طرح..... "یہ آپ کا قصور نہ تھا۔ آپ کچھ اور کر ہی نہ سکتے تھے۔ اپنی فطرت اور شخصیت کی وجہ سے اپنے ان خیالات کی وجہ سے جو آپ زندگی بھر اپنے دماغ میں پرورش دیتے آئے ہیں۔ اگر آپ کے عدم یقین سے آپ کے یکسر فطری عدم یقین سے جادوگرنی کو اپنے مقصد کی تکمیل کا موقع مل گیا تو پھر بھی.............. پھر بھی اس میں آپ کا کوئی قصور نہ تھا۔ لیکن اب آئندہ وہ کوئی موقعہ نہ پا سکے گی........... اس کا جام زندگی لبریز ہو چکا ہے..... چھلک رہا ہے۔"

اس نے ہاتھ میرے شانوں پر رکھ دیئے۔



"ابھی کچھ دیر اور پولیس کو مطلع نہ کیجئے.......... جب تک ہم گل خان کا بیان نہ سن لیں انتظار کیجئے۔ اب بارہ بجنے کو ہیں اور اگر وہ خود نہ آئے تو ٹیلیفون ضرور سننے کے بعد مجھے آپ سے رخصت ہونا پڑے گا۔"

"تمہارا کیا ارادہ ہے جلال؟"

"جادوگرنی کا خاتمہ" اس نے سکون سے جواب دیا۔ "اس کا اور اس کی لڑکی کا خاتمہ!!...... دن نکلنے سے پیشتر ہی............ میں بہت زیادہ انتظار کر چکا ہوں۔ اب مزید انتظار نہ کروں گا۔ اب رانی کسی اور کو ہلاک نہ کر سکے گی۔"

میرے جسم میں کمزوری کی ایک لہر سی دوڑ گئی میں ایک کرسی پر دراز ہو گیا۔ میری نظر دھندلی پڑ گئی۔ جلال نے مجھے پانی دیا اور میں ایک پیاسے انسان کی طرح پی گیا۔ اپنے کانوں کی گونج کے درمیان مجھے دروازہ پر ایک دستک کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی جلال کے ایک آدمی نے پکار کر کہا۔

"گل خان یہاں آگیا ہے۔"

جلال نے کہا.............. "اس کو کہو اندر چلا آئے۔"

دروازہ کھلا گل خان کمرے میں داخل ہوا۔

"ہم نے لڑکی کو پکڑ لیا ہے اور.............."

اچانک وہ رک گیا۔ ہمیں غور سے دیکھنے لگا اس کی نظر چارپائی پر کپڑے سے ڈھکی ہوئی لاش پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔

"کیا واقعہ ہے یہ؟"

جلال نے جواب دیا۔ "گڑیا نے ڈاکٹر کمار کو مار ڈالا ہے تم نے لڑکی کو پکڑ لیا گل خان..... مگر بعد از وقت........... کیوں؟............ آخر کیوں؟"

"کمار کو ختم کر دیا؟........... گڑیا.......... گل خان کی آواز کا یہ عالم تھا جیسے کسی نے اس کا گلا مضبوطی سے دبا رکھا ہو۔"

جلال نے کہا........... "لڑکی کہاں ہے گل خان؟"

اس نے غیر دلچسپی سے جواب دیا............ "نیچے کار میں.......... منہ بندھی ہوئی۔"

جلال نے پوچھا.............. "تم نے اس کو کب پکڑا؟............ اور کہاں سے پکڑا؟"

گل خان کی طرف دیکھتے ہوئے مجھے یکایک اس پر بڑا ترس آیا۔ اس سے ہمدردی محسوس ہوئی یہ خود میری ندامت و پشیمانی کا نتیجہ تھا.......... میں نے کہا۔

”بیٹھ جاؤ گل خان............ جو کچھ ہو چکا ہے اس کے لئے میں اس قدر قصوروار ہوں
کہ شاید تم نہ ہو سکو۔“
جلال سرد مہری سے بولا۔ ”اس کا فیصلہ تو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ ہاں گل خان! کیا تم نے
سڑک کے دونوں طرف دونوں موٹر کار اسی طرح تعینات کی تھیں جس طرح ڈاکٹر شاہد
نے ہدایت کی تھی۔“

”جی ہاں............“

”اب تم اپنا بیان اسی جگہ سے شروع کرو۔“

گل خان بولا۔............ ”لڑکی باہر نکلا۔ یہ کوئی گیارہ بجے کا وقت تھا ہم مشرقی سرے
پر تھا۔ اور پال مغربی سرے پر............ ہم کالے خان سے بولا............ اب یہ لڑکی ہمارے
جال میں ہے؟............ وہ اپنے ہاتھوں میں دو بکس لئے ہوئے تھی اس نے ادھر ادھر دیکھا
اور لپکتا ہوا اس طرف چلی جہاں ہم لوگ نے اس کا کار کا پتہ لگایا تھا۔ اس نے دروازہ کھولا
جب وہ باہر نکلی تو کار کو لے کر مغرب کی طرف گئی۔ جہاں پال موجود تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے
ہم سے جو کچھ بولا تھا وہ ہم نے پال کو بتا دیا تھا............ یعنی لڑکی کو دکان کے بہت نزدیک
قبضے میں نہ لینا ہم نے دیکھا کہ پال اس کے تعاقب میں چل رہا ہے ہم بھی روانہ ہو گیا اور پال
کے تعاقب میں لگ گیا............ وہ کار ساحلی شاہراہ پر مغرب کی سمت چل دیا بہت سی
کاروں کا ہجوم تھا۔ ایک سیاہ سا کار تیزی سے آئی اور ایک دوسری کار سے آگے نکل جانا
چاہا۔ پال کی کار کا اس سیاہ رنگ کی کار سے تصادم ہو گیا............ سب کاریں ادھر ادھر رک
گئیں۔ ایک ہنگامہ ہو گیا............ اس ہنگامے سے نکلنے میں ہم کو چند ساعت صرف ہو
گیا۔ جب ہم آگے آیا تو لڑکی کا کار غائب تھا............ ہم فوراً ایک جگہ پہنچا اور بلبیر کو فون کیا
ہم نے اس کو کہا کہ اس بد معاش لڑکی کو فوراً گرفتار کر لے جب وہ وہاں آئے۔ خواہ اس کو
دکان کے دروازے میں سے ہی کیوں نہ کھینچ لیا جائے............ اور جب اس کو گرفتار کر لیا
جائے تو فوراً لے کر یہاں آئے...... ہم اس کے بعد یہاں اس طرف روانہ ہو گیا۔ ہم نے
سوچا کہ شاید وہ لڑکی اس طرف ہی آیا ہو۔ ہم یہاں آیا تو پارک میں نظر کیا۔ ہم سوچ رہا تھا کہ
اب تک دیو نما عورت کی قسمت کام کرتی ہے تو اب ہمارا موقع بھی آ جانا چاہیے............ اور یہ
موقع ہم کو مل گیا............ ہم نے لڑکی کی کار کو پارک میں درختوں کے نیچے پایا۔ ہم نے
لڑکی کو قبضہ میں کر لیا۔ اس نے کافی جدوجہد اور کشمکش کیا۔ لیکن ہم نے اس کا منہ بند کرد
اور کار میں رکھ دیا۔ کالے خان نے اس کار کی تلاشی لیا۔ اس کے اندر کوئی چیز نہ تھا۔ سوا۔
ان دو بکسوں کے اور وہ خالی تھے ہم لڑکی کو یہاں لے آئے۔“



میں نے پوچھا۔ ”لڑکی کو پکڑنے اور یہاں آنے کے درمیان کتنا وقت لگا ہو گا؟“

”دس...... پندرہ منٹ شاید۔“ کالے خاں نے کار کا ایک ایک حصہ چھان مارا اسی میں وقت لگ گیا۔“

میں نے جلال کی طرف دیکھا۔ گل خاں اس لڑکی کے پاس ٹھیک اس وقت پہنچا تھا جب کہ کمار کا خاتمہ ہوا تھا۔ جلال نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا اور بولا۔

”وہ یقیناً گڑیوں کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔“

گل خاں نے پوچھا۔ ”اب اس لڑکی کے متعلق آپ کا کیا حکم ہے؟“

وہ جلال کی طرف دیکھ رہا تھا...... میری طرف نہیں...... جلال نے کچھ نہ کہا اور گل خاں کی طرف ایک عجیب انداز سے نظر جما کر دیکھتا رہا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ اس کا بایاں ہاتھ ایک بار سختی سے بند ہوا اور کھل گیا...... انگلیاں پھیل گئیں...... گل خاں نے بھی اس اشارے کو دیکھا اور بولا۔

”بہت بہتر...... سردار!“

یہ کہہ کر وہ دروازہ کی طرف چلا۔ اس راز کو جاننے کے لیے کسی خاص دماغی تیزی کی ضرورت نہ تھی کہ گل خاں کو ایک خاص اور خاموش حکم دیا جا چکا تھا اور حکم کا مفہوم بھی صاف تھا۔

”ٹھہرو!“ میں نے اس کو روکتے ہوئے کہا اور دروازے سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ”میری بات سنو جلال!...... میں اس کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ڈاکٹر کمار مجھے اس قدر عزیز تھا جتنا کہ مکرجی تم کو تھا۔ رانی کا جرم کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن لڑکی معذور ہے اور مجبوراً وہی کرتی ہے جو اس کو حکم دیا جاتا ہے اس کی قوت ارادی پر قطعی طور پر رانی کا قبضہ ہے۔ مجھے بہت قوی شبہ ہے کہ زیادہ تر وقت وہ ہپناٹزم یا تنویم کے اثرات کے ماتحت رہتی ہے۔ میں یہ بات فراموش نہیں کر سکتا کہ اس نے نرس شیلا کو بچانے کی کوشش کی تھی۔ میں یہ نہیں دیکھ سکتا کہ اس کو قتل کیا جائے۔“

جلال نے کہا...... ”اگر آپ کا خیال صحیح ہے تو اس لحاظ سے تو اس لڑکی کو اور بھی جلدی ختم کر دینا ضروری ہے اس طرح وہ جادوگرنی اپنے خاتمہ سے پیشتر اس لڑکی کو استعمال کرنے کا موقع ہی نہ پا سکے گی۔“

”میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا جلال!...... اس کے علاوہ ایک اور بھی وجہ ہے۔ میں اس لڑکی سے سوالات کرنا چاہتا ہوں۔ اسی طرح ہمیں یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ رانی یہ سب کام کیسے کرتی ہے۔ گڑیوں کا راز...... اس مہلک مرہم کے اجزاء...... اور یہ بات کہ کیا

اور بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہ رانی کے پراسرار علم سے واقف ہیں...... یہ سب باتیں اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں اس لڑکی کے علم میں ہو سکتی ہیں...... اور اگر اسے ان باتوں کا علم ہے تو اسے سب کچھ بتانے پر مجبور کر سکتا ہوں۔"

گل خاں نے یقین نہ کرتے ہوئے کہا...... "کیا واقعی؟"۔

جلال نے پوچھا...... "کیسے؟"

میں نے سنجیدگی سے کہا...... "میں اسی پھندے کو استعمال کروں گا جس میں رانی نے مجھے پھانس لیا تھا۔"

پورے ایک منٹ تک جلال مجھے غور سے دیکھتا رہا۔

"ڈاکٹر شاہد" وہ بولا "یہ آخری موقع ہے کہ میں آپ کے فیصلہ کے سامنے اپنے فیصلہ کو نظرانداز کرتا ہوں۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ آپ غلطی پر ہیں۔"

"میں جانتا ہوں۔ میں غلطی پر تھا۔ جب میں نے جادوگرنی کو اسی دن ختم نہیں کر دیا تھا جب کہ میں اس سے ملا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ ہر وہ لمحہ جس میں اس لڑکی کو زندہ رہنے کی اجازت دی جا رہی ہے ایک ایسا لمحہ ہے جو ہم سب کے لیے خطرات سے لدا ہوا ہے۔ بایں ہمہ میں آپ کی بات تسلیم کیے لیتا ہوں...... آخری مرتبہ!" ڈاکٹر شاہد بولا۔

"گل خاں" میں نے کہا۔ "لڑکی کو میرے مطب میں لے آؤ۔ اگر وہاں نیچے کوئی اور موجود ہو تو جب تک میں اس کو رخصت نہ کر دوں اس وقت تک انتظار کرو۔"

میں زینے سے نیچے اترا گل خاں اور جلال میرے ساتھ تھے وہاں کوئی بھی موجود نہ تھا۔ میں نے اپنی میز پر شیشے کا ایک آلہ نکال کر رکھا جو کہ بڑے بڑے شہروں میں آج کل عام طور پر تنویمی نیند پیدا کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس میں چھوٹے چھوٹے عکاس آئینوں کی دو متوازی قطاریں لگی ہوئی ہوتی ہیں۔ جو ایک دوسرے کی سطح کو مسلسل طور پر روشن اور تاریک کرتی رہتی ہے یہ ایک بہت ہی مفید آلہ تھا۔ اور مجھے یقین تھا کہ چونکہ یہ لڑکی تنویمی عمل کے اثرات کو بڑی مدت سے قبول کرتی آئی ہے اس لئے اس آلہ سے بہت جلد اس پر تنویمی نیند طاری کی جا سکے گی۔

میں نے مناسب زاویہ پر ایک آرام دہ کرسی رکھ دی اور روشنی کم کر دی تاکہ وہ تنویمی آئینے کے کام میں خلل نہ ڈال سکے۔

میں ابھی یہ انتظامات بمشکل ہی مکمل کرنے پایا تھا کہ گل خان اور جلال ایک اور آدمی اس لڑکی کو میرے کمرے میں لے آئے۔ انہوں نے اس کو آرام کرسی پر بٹھا دیا اور میں نے اس کے ہونٹوں پر سے وہ کپڑا ہٹا دیا جس سے اس کو خاموش کر دیا گیا تھا۔



جلال نے کہا...... "کالے خاں...... تم باہر کار کے پاس جاؤ۔ گل خان تم ہمارے پاس ٹھہرو۔"

لڑکی نے کسی طرح بھی مزاحمت نہ کی ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اپنے پورے وجود کو اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔ وہ مجھے اسی خالی خالی نظر سے دیکھ رہی تھی جو میں نے گڑیوں کے دکان پر اس کی آنکھوں میں پائی تھی۔ میں نے اس کے ہاتھوں کو اٹھایا اس نے بغیر کسی مزاحمت کے ان کو میرے ہاتھوں پر رکھے رہنے دیا۔ اس کے ہاتھ بہت سرد تھے۔ میں نے نہایت نرمی اور تشفی کے ساتھ اس سے کہا۔

"معصوم بچی!...... تمہیں یہاں کوئی نقصان نہیں پہنچانا چاہتا آرام کرو اور مطمئن ہو جاؤ کرسی کی پشت سے سہارا لگا لو۔ میں تو صرف تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ تمہاری خواہش ہو تو سو جاؤ...... سو جاؤ۔"

معلوم ہوتا تھا جیسے اس نے میری بات سنی ہی نہیں۔ وہ ہنوز مجھے اسی بے معنی نظر سے دیکھ رہی تھی میں نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے۔ اس کی طرف رخ کر کے میں اپنی کرسی پر جا بیٹھا اور آلہ کے چھوٹے آئینوں کو گردش کے لئے چھوڑ دیا۔ فوراً ہی لڑکی کی آنکھیں ان کی طرف متوجہ ہو گئیں...... ان پر جم گئیں...... ان میں جذب ہو گئیں...... میں نے دیکھا کہ اس کا جسم ڈھیلا پڑ گیا۔ وہ اپنی کرسی پر اپنے تہ کی طرف ڈھلک گی۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے نیچے جھکنے لگے......

"سو جاؤ! میں نے نرم آواز میں کہا۔ "یہاں کوئی تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر تم سو جاؤ گی تو تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا...... سو جاؤ...... سو جاؤ......"

اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

میں نے کہا ........ "تم سو رہی جب تک میں حکم نہ دوں۔ تم بیدار نہ ہو گی۔ تم جاگ نہیں سکتیں جب تک میں حکم نہ دوں۔"

اس نے ایک طفلانہ آواز میں زیر لب دہرایا ........ "میں سو رہی ہوں۔ میں جاگ نہیں سکتی جب تک تم حکم نہ دو۔"

میں نے گردش کرتے ہوئے آئینوں کو روک دیا۔ میں نے اس سے کہا ........

"میں تم سے کچھ سوالات پوچھنے والا ہوں تم ان کو سنو گی۔ اور مجھے سچ سچ جواب دو گی۔ تم سچ کے علاوہ کوئی جواب نہیں دے سکتیں۔ تم خود ہی یہ بات جانتی ہو۔"

اس نے دہرایا ........ پھر اسی ہلکی طفلانہ آواز میں بولی ........ "میں ان کا جواب سچ ہی دوں گی یہ بات میں جانتی ہوں۔"

میں نے بے اختیار ایک فاتحانہ نظر جلال اور گل خان کی طرف ڈالی۔ جلال کے ہونٹوں پر کوئی دعا تھی۔ اور نظر میری طرف ........ وہ شک وشبہ اور رعب وخوف کے عالم میں مجھے تک رہا تھا۔ میں سمجھ گیا وہ یہ سوچ رہا تھا کہ رانی کی طرح میں بھی جادوگری جانتا ہوں گل خاں بدحواسی میں مسلسل اپنا منہ چلا رہا تھا اور لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

میں نے سوالات کا سلسلہ شروع کیا اور ابتدا ان سوالات کی جو لڑکی کے لئے کم سے کم پریشان کن ہو سکتے تھے میں نے پوچھا۔

"کیا تم واقعی رانی کی بھتیجی ہو؟"۔

"نہیں ........" اس نے مختصر سا جواب دیا۔

"تو پھر کون ہو؟" میں نے پوچھا۔

"مجھے معلوم نہیں۔" وہ بولی۔

"تم رانی کے ساتھ کب شامل ہوئی اور کیوں؟"

"بیس سال قبل میرا اس کا ساتھ شروع ہوا تھا۔ میں لکھنو کے ایک یتیم خانے میں داخل تھی ........ اس نے مجھ کو وہاں سے نکال لیا۔ اس نے مجھ کو سکھایا کہ اس کو پھوپھی کہہ کر پکاروں ........ لیکن وہ میری پھوپھی نہیں ہے۔"

"اس وقت سے تم اب تک کہاں رہتی ہو؟"

"دہلی میں۔ کراچی میں، قاہرہ میں، پیرس میں۔ لندن میں اور پھر ٹوکیو میں۔"

"کیا ان میں سے ہر جگہ رانی نے گڑیاں بنائی تھیں؟"

لڑکی نے جواب نہ دیا۔ وہ کانپنے لگی۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے تھرتھرانے لگے۔



"سو جاؤ ........ یاد رکھو تم جاگ نہیں سکتیں۔ جب تک میں حکم نہ دوں ........ سو جاؤ! ........ میرے سوال کا جواب دو۔"

اس نے سرگوشی میں جواب دیا ........ "جی ہاں۔"

"اور گڑیوں نے ہر شہر میں لوگوں کو ہلاک کیا؟"

"ہاں"۔

"سوتی رہو ........ آرام سے ........ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

اس کی بے چینی نمایاں طور پر بڑھ گئی تھی میں نے فی الحال گڑیوں کے موضوع کو نظر انداز کر دیا ........ "رانی کہاں پیدا ہوئی تھی؟"

"معلوم نہیں"۔

"اس کی عمر کیا ہے؟"

"معلوم نہیں ........ میں نے ایک بار اس سے پوچھا تھا مگر وہ ہنس پڑی اور بولی کہ میری دنیا میں وقت کوئی چیز نہیں۔ جب اس نے مجھے اپنے قبضے میں لیا میں پانچ برس کی تھی وہ اس وقت بھی ایسی ہی نظر آتی تھی جیسی کہ آج معلوم ہوتی ہے۔"

"کیا اس کے کچھ اور شریک کار بھی ہیں ........ میرا مطلب ہے کہ کیا ایسے لوگ اور بھی ہیں جو گڑیاں بناتے ہیں؟"

"صرف ایک شخص تھا۔ وہ قاہرہ میں اس کا عاشق تھا۔"

"اس کا عاشق! میں نے بے اعتباری سے کہا اور رانی کے بدنما بھاری بھرکم جسم وزنی سینہ اور بھدا گھوڑے جیسا چہرہ کا تصور میری نظروں کے سامنے آ گیا۔ لڑکی نے کہا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم کیا سوچ رہے ہو لیکن رانی کا ایک جسم اور بھی ہے وہ اس جسم کو جب جی چاہتا ہے لباس کی طرح پہن لیتی ہے۔ وہ ایک حسین جسم ہے وہ بالکل اسی طرح کا ہے جیسا کہ اس کی آنکھیں اس کے ہاتھ اور اس کی آواز ہے جب وہ یہ جسم پہن لیتی ہے تو حسین بن جاتی ہے ........ خوفناک حد تک حسین بن جاتی ہے میں نے بارہا اس کو یہ جسم پہنے دیکھا ہے۔"

ایک اور جسم!! ........ یقیناً وہ محض ایک فریب نظر ہو گا ........ بالکل اس طلسمی کمرے کی طرح جس کا ذکر شیلا نے اپنی ڈائری میں کیا تھا ........ اور جو خود میں نے بھی ایک جھلک دیکھا تھا جب کہ میں اس تنویمی جال سے آزاد ہو رہا تھا جس کو رانی نے میرے چاروں طرف پھیلا دیا تھا وہ محض ایک خیالی تصویر تھی جس کو رانی کے دماغ نے شیلا کے دماغ پر نقش کر دی تھی ... میں نے اس خیالی جسم کے معاملہ کو نظر انداز کر دیا۔ اور معاملہ کی اصل روح

کی طرف متوجہ ہوا۔

"رانی لوگوں کو دو طریقوں سے قتل کرتی ہے.......... ٹھیک ہے نا.......... مرہم کے ذریعہ اور گڑیوں کے ذریعہ؟"

"ہاں.......... طلسمی مرہم کے ذریعہ اور گڑیوں کے ذریعہ۔"

"اس نے کلکتہ میں کتنے آدمیوں کو مرہم کے ذریعہ ہلاک کیا ہے؟"

لڑکی نے ذرا گھما کر جواب دیا.......... "جب سے ہم یہاں آئے ہیں اس نے چودہ گڑیاں بنائی ہیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ کچھ اور اموات بھی ایسی ہوئی تھیں جن کی اطلاع مجھ کو نہیں ملی تھی۔"! میں نے پوچھا۔

"اور گڑیوں نے کتنے انسانوں کو ہلاک کیا ہے!"

"بیس"

میں نے جلال کو ایک موٹی سی گالی دیتے ہوئے سنا۔ فوراً میں نے نگاہ کے اشارے سے اس کو خبردار کیا۔ وہ آگے کی طرف جھکا ہوا تھا.......... زرد رو...... اور پریشان!...... گل خان سکتہ میں تھا۔

"رانی یہ گڑیاں کیسے بناتی ہے؟"

"معلوم نہیں"

"کیا تمہیں معلوم ہے وہ مرہم کیسے تیار کرتی ہے؟"

"نہیں...... یہ کام وہ خفیہ طور پر کرتی ہے۔"

"گڑیوں میں نقل و حرکت کون سی چیز پیدا کر دیتی ہے؟"

"تمہارا مطلب ہے کہ ان میں زندگی کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟"

"ہاں" میں نے کہا۔

"مردہ لوگوں میں سے کوئی چیز ان گڑیوں میں آجاتی ہے۔"

جلال نے پھر دھیمی آواز میں شاید کوئی گالی دی میں نے کہا...... "اگر تم یہ نہیں جانتی ہو کہ گڑیاں کیسے بنائی جاتی ہیں۔ تو تمہیں یہ تو ضرور معلوم ہوگا کہ ان میں زندگی پیدا کرنے کے لیے کون سی چیز ضروری ہے...... بتاؤ۔"

اس نے جواب نہ دیا۔

"تمہیں جواب دینا ہوگا!...... میرا حکم ماننا پڑیگا...... بولو"

لڑکی نے کہا۔" تمہارا سوال صاف نہیں ہے۔ میں تم کو بتا چکی ہوں کہ مردہ لوگوں



میں سے کوئی چیز گڑیوں میں آجاتی ہے اور ان میں جان ڈال دیتی ہے اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتے ہو؟"

"سنو! جو شخص اپنی شکل کی گڑیا بنوانے کے لیے رانی کے سامنے بطور ماڈل خود کو پیش کرتا ہے وہ جس وقت سب سے پہلی مرتبہ رانی سے ملاقات کرتا ہے وہاں سے تم بیان کرنا شروع کرو۔ اور آخر تک بتاؤ جبکہ گڑیا میں بقول تمہارے جان پڑ جاتی ہے۔"

لڑکی نے خواب کی سی کیفیت میں بولنا شروع کیا۔

"رانی نے مجھے بتایا ہے کہ یہ ضروری ہے کہ وہ شخص بالکل اپنی خوشی سے اس کے پاس آئے کسی طرح کا جبر نہ کیا جائے اور قطعی اپنی مرضی سے رانی کو اس بات کی اجازت دے کہ اس کی شکل کی گڑیا بنادی جائے۔ اس شخص کو یہ علم نہیں ہوتا کہ دراصل وہ کس بات پر راضی ہو رہا ہے مگر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے بعد یہ ضروری ہے کہ رانی گڑیا کا پہلا نمونہ فوراً ہی تیار کرلے۔ دوسرا نمونہ یعنی وہ گڑیا مکمل کرنے سے پہلے جس میں جان ڈالی جائے گی یہ ضروری ہے کہ رانی کو مرہم لگانے کا موقع دستیاب ہو جائے رانی نے اس مرہم کے متعلق بتایا ہے کہ یہ ان روحوں میں سے ایک روح کو آزاد کر دیتا ہے جو کہ دماغ کے اندر رہتی ہیں اور یہ آزاد شدہ روح مجبور ہوتی ہے کہ رانی کے پاس آئے او گڑیا میں داخل ہو جائے اس نے بتایا کہ دماغ کے اندر ایک ہی روح نہیں رہتی۔ لیکن دوسری روحوں سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ رانی کے سامنے جتنے لوگ آئے ہیں وہ ان سب کو ہی منتخب نہیں کرتی۔ یہ وہ کیسے جان لیتی ہے کہ کون سے لوگوں سے اس کا کام نکل سکتا ہے یا کون سی چیز ہے جس کی بنا پر وہ لوگوں کو منتخب کرتی ہے...... یہ بات مجھے معلوم نہیں...... آخر کار وہ گڑیا کا دوسرا نمونہ تیار کرتی ہے ٹھیک اسی لمحہ جب کہ یہ نمونہ مکمل ہوتی ہے وہ شخص مرنے لگتا ہے جس کی شکل کے مطابق یہ گڑیا بنائی گئی ہے جب وہ مر جاتا ہے...... گڑیا زندہ ہو جاتی ہے یہ گڑیا رانی کا حکم مانتی ہے...... سب ہی گڑیاں حکم مانتی ہیں اور......"

وہ رک گئی اور ایک ساعت کے بعد کچھ لطف لیتے ہوئے...... کچھ سوچتے ہوئے بولی...... "سب گڑیاں اس کا حکم مانتی ہیں...... ایک کے علاوہ سب!"

"وہ کون سی گڑیا ہے!"

"وہی جو تمہاری نرس تھی...... وہ کسی طرح حکم نہیں مانتی...... میری پھوپھی اسے تکلیفیں پہنچاتی ہے...... سزا دیتی ہے...... پھر بھی وہ اس گڑیا پر قابو نہیں پاتی۔ گذشتہ رات میں اس نرس کو ایک اور گڑیا کے ساتھ لے کر آئی تھی۔ اس شخص کو ہلاک کرنے کے لیے جس کو میری پھوپھی نے موت کی بدعادی تھی نرس آئی مگر وہ دوسری گڑیا سے جنگ کرنے

لگی اور اس شخص کو بچا دیا۔ یہ کچھ ایسی بات ہے جو میری پھوپھی کی سمجھ میں نہیں آئی...... یہ اس کو جگر میں ڈالے ہوئے ہے...... اور اس سے مجھے...... امید حاصل ہوتی ہے ؟"

اس کی آواز دھیمی ہوتی چلی گئی جیسے وہ بہت دور چلی گئی ہو۔ اس کے بعد اچانک وہ قوت کے ساتھ بولی۔

"تم کو جلدی کرنی چاہیے۔ مجھے گڑیوں کے ساتھ واپس جانا ہے جلد ہی وہ میری تلاش شروع کر دے گی...... مجھے بتانا ضروری ہے...... ورنہ وہ مجھے لینے آجائے گی...... اور تب اگر اس نے مجھے یہاں پایا...... تو مجھے مار ڈالے گی۔"

میں نے کہا...... "تم مجھے ہلاک کرنے کے لیے گڑیاں لائی تھی ؟"

"یقیناً"۔

"اب وہ گڑیاں کہاں ہیں!"

اس نے جواب دیا۔ "وہ میرے پاس واپس آرہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے پاس پہنچ سکیں۔ تمہارے آدمیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ گڑیاں اب...... گھر چلی جائیں گی۔ ضرورت پڑنے پر گڑیاں بہت تیز چلتی ہیں۔ میرے بغیر ان کو کچھ دشواری ضرور ہو گی...... اور بس...... لیکن وہ رانی کے پاس واپس چلی جائیں گی......"

"گڑیاں لوگوں کو کیوں ہلاک کرتی ہیں ؟"

"صرف...... صرف رانی کو...... خوش کرنے کے لیے۔"

میں نے کہا...... "اور وہ گرہ دار فیتہ...... وہ کیا کام کرتا ہے ؟"

لڑکی نے جواب دیا...... "مجھے علم نہیں...... لیکن رانی کہتی ہے......" وہ چپ ہو گئی اور پھر...... بد حواس...... خوف زدہ بچے کی طرح سرگوشی میں بولی۔ "رانی مجھے تلاش کر رہی ہے!...... اس کی آنکھیں مجھے ڈھونڈ رہی ہیں...... ہاتھ ٹٹول رہے ہیں...... اف! اس نے مجھے دیکھ لیا! مجھے چھپاؤ!...... اس سے چھپا لو مجھے!!...... جلدی!......"

میں نے کہا...... "سو جاؤ اور زیادہ گہری نیند میں!...... ڈوب جاؤ!...... اور گہرائی میں!...... ہاں نیند میں اور زیادہ...... اور زیادہ ڈوب جاؤ!...... اب وہ تمہیں نہیں پا سکتی!...... اب تم اس سے پوشیدہ ہو چکی ہو۔"

وہ دھیمی آواز میں بولی...... "میں نیند میں گہری ڈوب گئی ہوں اب وہ مجھے دیکھ نہیں پا رہی ہے!...... میں پوشیدہ ہوں!...... لیکن وہ میرے اوپر منڈلا رہی ہے...... وہ ابھی تک تلاش میں ہے......"

جلال اور گل خاں اپنی کرسیوں کو چھوڑ کر میرے قریب آگئے تھے۔



جلال نے پوچھا:۔

"آپ کو یقین ہے کہ جادوگرنی اس لڑکی کے تعاقب میں ہے ؟"

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ لیکن یہ ایک ایسی بات ہے جس کی مجھ توقع نہ تھی۔ یہ لڑکی اس عورت کے قابو میں اس قدر طویل مدت سے اور اس قدر مکمل طور پر رہی ہے کہ اس کا یہ رد عمل بالکل فطری ہی ہو سکتا ہے کہ یہ دماغ پر نقش کئے ہوئے کسی حکم کا نتیجہ ہو یا خود اس لڑکی کے تحت الشعور کے استدلال کا نتیجہ ہو...... اس نے رانی کے کچھ احکام کی خلاف ورزی پہلے کی ہو گی...... اور اس کو دھمکی دی گئی ہو گی کہ آئندہ سخت سزا دی جائے گی......"

لڑکی چلائی...... نزع کی سی تکلیف کے ساتھ......

"اس نے مجھے دیکھ لیا ہے!...... مجھے پا لیا ہے...... اس کے ہاتھ میری طرف آرہے ہیں!"

"سو جاؤ!...... اور گہری نیند سو جاؤ...... وہ تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی...... تم پھر اس کی نظر سے روپوش ہو گئی ہو!"

لڑکی نے جواب نہ دیا لیکن اسکے حلق کی گہرائی میں سے رونے کی ہلکی سی آواز آئی۔ گل خاں تڑپ کر بولا...... پناہ خدا؟...... کیا آپ اس کی مدد نہیں کر سکتا؟"

جلال نے اپنے سفید مردہ سے چہرے پر غیر معمولی طور پر آنکھیں چمکاتے ہوتے کہا...... اس لڑکی کو مرنے دو!...... ہم ایک زحمت سے بچ جائیں گے"...... میں نے لڑکی سے سختی سے کہا۔

"میرا حکم سنو اور تعمیل کرو...... میں پانچ تک گنتی گنوں گا۔ جب میں پانچ پر پہنچوں تو فوراً جاگ جاؤ!...... ایک دم جاگ اٹھو...... تم نیند سے اس قدر تیزی سے نکلو گی کہ رانی تمہیں پکڑ نہ سکے گی...... میرے حکم کی تعمیل کرو!"

میں نے گننا شروع کیا آہستہ آہستہ...... کیونکہ اس کو ایک دم بیدار کر دینے سے غالب گمان یہ تھا کہ وہ اس موت کا شکار ہو جائے گی جس کی دھمکی اس کا مسخ شدہ دماغ رانی کی طرف سے محسوس کر رہا تھا۔

"ایک...... دو...... تین......"

اچانک لڑکی کے منہ سے ایک لرزہ خیز چیخ بلند ہوئی...... اس کے بعد وہ بولی:۔

"اس نے مجھ کو پکڑ لیا؟...... اس کے ہاتھ میرے دل کو دبا رہے ہیں۔ آہ۔ آہ۔ آہ۔"

اس کا جسم جھک گیا...... ایک تشنج کی کیفیت دوڑ گئی۔ پھر اس کا جسم نرم پڑ گیا۔

اور بے جان ہو کر کرسی پر ڈھلک گیا۔ اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ بے نور آنکھیں اس کا جبڑا نیچے جھک گیا۔

میں نے اس کا جمپر نوچ ڈالا اور اپنا آلہ اس کے قلب پر لگا کر دیکھا۔ دل بے حرکت تھا۔ اور اسی وقت لڑکی کے مردہ حلق سے ایک آواز پیدا ہوئی...... ارغوانی کی سی آواز...... شیریں...... دھمکی اور حقارت سے لدی ہوئی۔

”احمق انسانوں!..................“

یہ رانی کی آواز تھی!!



یہ بات کافی عجیب تھی کہ ہم تینوں میں سب سے پہلے کم اثر جلال پر ہوا۔ میں تو سر سے پاؤں تک شل ہو کر رہ گیا۔ گل خان نے اگرچہ رانی کی آواز پہلے کبھی نہ سنی تھی لیکن وہ بھی بہت بدحواس سا تھا۔ اس سکوت کو سب سے پہلے جلال نے توڑا۔

”آپ کو یقین ہے کہ یہ لڑکی مردہ ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”اس میں کوئی شک ہی نہیں ہے۔“ میں نے کہا۔

جلال نے گل خان سے کہا.............. ”اس لڑکی کو کار میں لے جا کر رکھ دو۔“

میں نے پوچھا۔ ”اب تم کیا کرو گے؟“

”جادوگرنی کا خاتمہ“ وہ طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔ ”موت ان دونوں کو یکجا کر دے گی اور جہنم میں یہ دونوں ایک ساتھ ہی جلتی رہیں گی۔ ہمیشہ ہمیشہ۔“

اس نے ایک تیز نظر میری طرف ڈالی اور بولا۔

”آپ اس چیز کو پسند نہیں کرتے ڈاکٹر شاہد؟“

”جلال.......... میں کچھ نہیں جانتا۔ ایمانداری سے کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں سمجھ سکتا......... آج میں خود ہی رانی کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر ڈالتا.......... لیکن اب وہ غیظ و غضب ختم ہو چکا ہے......... تم نے جو کچھ ارادہ کر رکھا ہے۔ وہ میری جبلیات کے خلاف ہے۔ میری تمام فکری عادات کے خلاف ہے۔ اور میرے ان تمام عقیدوں کے خلاف ہے جن کے مدنظر میں یہ سمجھتا ہوں کہ انصاف کیسے کیا جانا چاہیے۔ یہ کام جو تم کرنا چاہتے ہو

میرے نزدیک ایک............ قتل ہے۔"

وہ بولا............" آپ لڑکی کا بیان سن چکے ہیں۔ صرف اس شہر میں ہی گڑیاں بیس انسانوں کو ہلاک کر چکی ہیں...........اور گڑیاں چودہ ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ ان بیس مردہ انسانوں کے علاوہ چودہ آدمی ایسی موت مر چکے ہیں جس طرح مکرجی مرا ہے۔"

"لیکن جلال دنیا کی کوئی بھی عدالت ایک لڑکی کے ایسے بیان کو معتبر شہادت تسلیم نہیں کر سکتی جو اس نے تنویمی نیند کی حالت میں دیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ بیان سچ ہو۔ ہو سکتا ہے نہ ہو۔ یہ لڑکی ایک غیر معمولی فطرت کی لڑکی تھی۔ اس نے جو کچھ بتایا۔ وہ ممکن ہے کہ محض اس کے تخیل کی پیداوار ہو............ تائیدی ثبوت سے محروم۔"

"کوئی بھی عدالت ایسے بیان کو اپنی کاروائی بنیاد قرار نہیں دے سکتی۔

وہ بولا ٹھیک ہے ............"کوئی بھی دنیاوی عدالت ایسا نہیں کر سکتی...... اس نے میرا شانہ پکڑ لیا اور پوچھا.............کیا آپ یہ یقین رکھتے ہیں کہ یہ بیان ایک حقیقت تھا؟"

میں جواب نہ دے سکا............ کیونکہ اپنے وجود کی گہرائیوں میں مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ یہ ایک حقیقت تھی............وہ بولا۔

"بالکل صحیح ہے آپ کا خیال ڈاکٹر شاہد..........آپ کی خاموشی نے میرے سوال کا جواب دیا ہے۔ آپ جانتے ہیں جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ لڑکی نے حقیقت کا ہی اظہار کیا ہے آپ جانتے ہیں جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ ہمارا قانون جادوگرنی کو سزا نہیں دے سکتا یہی وجہ ہے کہ مجھے اس کا خاتمہ کرنا ضروری ہے ایسا کرنے مین مجھے .......... جلال کو ..... قاتل نہیں کہا جا سکتا۔ مجھے خدا کا فرشتۂ عذاب کہا جائے گا۔

اس نے انتظار کیا کہ میں کچھ کہوں۔ لیکن میں پھر کوئی جواب نہ دے سکا۔

"گل خاں"! اس نے لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جیسا میں نے کہا ہے وہی کرو۔ اس کے بعد میرے پاس واپس آؤ۔"

اور جب گل خان اس لڑکی کے نازک مردہ جسم کو اٹھا کر جا چکا۔ تو جلال نے کہا۔

"ڈاکٹر شاہد..........آپ کو اس عذاب کا تماشا دیکھنے کے لئے اس کا عینی شاہد بننے کے لئے میرے ساتھ چلنا ہو گا۔"

یہ سن کر مجھے پس و پیش ہوا۔ میں نے کہا۔

"جلال ........ میں ایسا نہیں کر سکتا.............میں بالکل تھکا ہوا ہوں...... جسمانی اور ذہنی لحاظ سے...........اب تک جو کچھ دیکھا ہے وہ سچ ہے اور زندہ تھا۔ میں 'میں رنج و غم سے مردہ ہوں اور..........."



"آپ کو جانا ہو گا۔" جلال نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔ خواہ ہمیں آپ کا منہ اور ہاتھ پاؤں اس لڑکی کی طرح ہی کیوں نہ باندھنا پڑیں...... میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایسا کیوں ہے آپ خود اپنے خلاف ایک جنگ میں مبتلا ہیں۔ اگر آپ کو تنہا چھوڑ دیا گیا تو ممکن ہے کہ آپ کے سائنسی شکوک و شبہات فتح حاصل کر لیں اور آپ مجھے اس کام سے روکنے کی کوشش کر بیٹھیں جس کو پورا کرنے کا میں خدا اور اس کے رسول کے سامنے عہد کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ضرور کروں گا۔ ہو سکتا ہے آپ اپنی تھکاوٹ کے آگے ہتھیار ڈال دیں اور یہ سارا معاملہ پولیس کے سامنے رکھ دیں۔ میں خطرہ مول نہ لوں گا۔ میرے دل میں آپ کے لیے ایک محبت ہے۔ ڈاکٹر شاہد! ...... گہری محبت ...... لیکن میں آپ کو بتائے دیتا ہوں کہ اگر خود میری ماں بھی مجھے روکنے کی کوشش کرتی تو میں اس کو بھی اتنی ہی بری طرح بے رخی سے ایک طرف ہٹا دیتا جیسا کہ آپ کو ہٹا دوں گا۔"

"تو آپ نرس سے کہیے کہ میرا لباس لے آئے۔ جب تک سب یہ سارا معاملہ انجام تک نہ پہنچے گا۔ ہم اور آپ ایک ساتھ ہی رہیں گے۔ اب میں کوئی خطرہ مول نہ لوں گا۔"

میں نے ٹیلیفون اٹھایا اور ضروری احکام دے دیئے۔ گل خاں واپس آگیا۔ اور جلال نے اس سے کہا۔

"جب میں لباس بدل لوں گا تو ہم سب گڑیوں کی دکان پر جائیں گے۔ کار میں کالے خان کے ساتھ کون ہے؟"

"لہنا سنگھ اور گلزاری۔"

"گل خان..........تم کو واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ کار میں ہمارا انتظار کرو۔"

جلال نے جلد ہی لباس تبدیل کر لیا جب میں اس کے ساتھ مکان سے باہر نکلا کلاک نے رات کا ایک بجایا۔ مجھے یاد آیا کہ کئی ہفتہ پہلے میری زندگی کا یہ حیرتناک ڈرامہ ٹھیک اسی وقت شروع ہوا تھا............

میں کار میں جلال کے ساتھ پچھلی نشست پر بیٹھ گیا۔ مردہ لڑکی ہمارے درمیان تھی۔ درمیانی نشست پر لہنا سنگھ اور گلزاری تھے۔ کالے خاں کار کو چلا رہا تھا۔ اور گل خاں اس کے برابر بیٹھا تھا۔ ہم باہر سڑک پر پہنچے اور نصف گھنٹے میں شاہراہ پر پہنچ کر تیزی سے روانہ ہو گئے رانی کی دکان کے قریب پہنچ کر ہماری رفتار کم ہو گئی۔

آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ اور سرد ہوا تیزی سے چل رہی تھی۔ میرا جسم کانپ رہا تھا لیکن یہ سردی کا اثر نہ تھا۔

ہم رانی کی دکان والے گوشے پر پہنچ گئے۔

کافی دور تک ہم کو کوئی نظر نہ آتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ایک مردہ شہر میں سے گزر رہے ہیں۔ دکان والی سڑک بھی اتنی ہی سنسان تھی۔

جلال نے کالے خاں سے کہا۔

"کار کو......... گڑیوں کی دکان سے مقابل کی طرف روک لو ہم اتر جائیں گے اس کے بعد دور ہٹ کر رک جانا اور ہمارا انتظار کرنا۔"

میرا دل بے چینی سے دھڑک رہا تھا۔ رات کی تاریکی میں کچھ ایسی کیفیت تھی کہ سڑک کے برقی قمقموں کی روشنی کو تاریکی نگلتی معلوم ہوتی تھی گڑیوں میں کوئی روشنی نہ تھی اور پرانی وضع کے دروازے میں جو سڑک کے برابر تھا بھیانک سائے مجتمع نظر آتے تھے ہوا سائیں سائیں کر رہی تھی۔ میں سوچنے لگا نہ جانے میں اس دروازے میں سے جا سکوں گا یا نہیں......... ہو سکتا ہے کہ رانی نے میرے دماغ پر یہاں پھر نہ آنے کی جو پابندی لگا دی تھی اس کا اثر بھی قائم ہو۔

گل خان لڑکی کی لاش لے کر کار سے اتر گیا۔ اس نے اس کو دروازے میں دیوار سے سہارا لگا کر بٹھا دیا۔ جلال اور میں اور پھر لہنا سنگھ اور گلزاری بھی کار سے اتر گئے۔ کار دور ہٹ گئی ایک بار پھر مجھے بھیانک خواب کی سی وہی کیفیت محسوس ہوئی۔ جو کہ اس دکان پر پہلی مرتبہ قدم رکھنے کے بعد سے مستقل میرے احساس کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی۔

دروازے کے شیشے پر گلزاری کچھ گوند کی قسم کی چیز مل رہا تھا۔ اس کے بیچ اس نے ایک چھوٹا سا ربڑ کا پیالہ جمایا جو اپنے اندر سے ہوا بالکل خارج کر سکتا تھا اس نے جیب میں سے ایک اوزار نکالا اور اس کی مدد سے ایک بڑا سا حلقہ شیشے پر بنایا۔ اس آلہ کی نوک نے شیشے کو اس طرح کاٹ دیا گویا وہ موم تھا۔ ربڑ کے پیالے کو ایک ہاتھ سے سنبھالتے ہوئے۔ اس نے شیشہ پر ایک ربڑ کی ہتھوڑی سے ہلکی سی تھپکی دی اور شیشے کا حلقہ کٹ کر اس کے ہاتھ میں آگیا۔ یہ سب کام کرنے میں ذرا بھی آواز پیدا نہ ہوئی۔ اس نے شیشے کے اندر کٹے ہوئے حلقے میں سے ہاتھ ڈالا اور کچھ دیر ادھر ادھر ٹٹولتا رہا ایک ہلکی سی آواز ہوئی۔ اور دروازہ کھل گیا۔

گل خان نے مردہ لڑکی کو اٹھا لیا۔ ہم بھوتوں کی طرح خاموش گڑیوں کی دکان میں داخل ہوئے گلزاری نے شیشے کے حلقے کو پھر اسی جگہ لگا دیا۔ اب میری نظروں کے سامنے دھندلا سا دروازہ تھا جو برآمدے میں کھلتا تھا۔ اور جس کے بعد پشت کی طرف والا ہی شیطانی کمرہ تھا۔ گلزاری نے دروازہ کو آزما کر دیکھا۔ کمرہ اندر سے بند تھا۔ اس نے چند سکینڈ



اس پر کچھ کاروائی کی اور دروازہ کھل گیا.......... جلال سب سے آگے تھا۔ اس کے بعد گل خان اس مردہ لڑکی کو لئے ہوئے تھا اس طرح سایوں کی طرح برآمدے میں سے گزرے اور دوسرے دروازے پر پہنچ کر رک گئے۔

اس سے پہلے کہ گلزاری اس دروازے کو چھو سکتا وہ کھل گیا۔

اور اس کے ساتھ ہی رانی کی آواز ہمارے کانوں میں آئی۔

"اندر تشریف لے آیئے صاحبان! بڑی مہربانی ہے آپ لوگوں کی میری عزیزہ بھتیجی کو واپس لے آئے۔ مجھے چاہیے تھا کہ بیرونی دروازے پر ہی آپ لوگوں کا خیر مقدم کرتی......... لیکن میں بوڑھی......... بہت ہی بوڑھی عورت ہوں اور ڈرپوک بھی......"

گل خاں نے دھیمی آواز میں کہا.......... "ایک طرف ہٹ جایئے...... سردار۔"

اس نے لڑکی کا بوجھ اپنے بائیں بازو پر منتقل کر لیا اور اس کو ایک ڈھال کی طرح سنبھالے ہوئے جلال کے قریب سے ہو کر آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ جلال نے اس کو ایک طرف ہٹا دیا اپنا ریوالور سیدھا تان کر وہ دہلیز کے اوپر گزرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس کے بعد گل خاں اور پھر میں اور میرے بعد جلال کے دونوں ساتھی داخل ہوئے۔

میں نے تیز نظر سے کمرے کا جائزہ لیا رانی اپنی میز کے پاس بیٹھی ہوئی کچھ سی رہی تھی وہ پر سکون تھی اور بظاہر بالکل پریشان معلوم ہوتی تھی اس کی لمبی سفید انگلیاں سوئی کی حرکت کے ساتھ ناچ رہی تھیں اس نے ہماری طرف نظر نہ اٹھائی۔

آتش دان میں کوئلے دہک رہے تھے۔ کمرہ بہت گرم تھا۔ اور اس میں ایک تیز خوشبو پھیلی ہوئی تھی جس سے میں واقف نہ تھا۔ میں نے گڑیوں کی الماری کی طرف نظر ڈالی۔

ہر ایک الماری کھلی ہوئی تھی۔ ان کے اندر قطار در قطار گڑیاں کھڑی تھیں اور ہماری نیلی اور سبزی۔ بھوری اور سیاہ آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نمائش میں زندہ کٹھ پتلیوں کو دکھانے کے لیے چن دیا گیا ہے۔ گڑیاں لازمی طور پر سینکڑوں سے کم نہ تھیں۔ کچھ ایسے لباس میں تھیں جیسا کہ ہم ہندوستان کے لوگ پہنتے ہیں کچھ انگریزی لباس میں تھیں کچھ کا لباس عربی تھا اور کچھ برمی چینی اور جاپانی طریقہ پر ملبوس تھیں ایک طرف ایک مصری رقاصہ نظر آتی تھی۔ تو دوسری طرف ایک ہندوستانی لوہار اپنا ہتھوڑا اونچا کئے کھڑا تھا۔ ایک سمت ایک انگریز سپاہی تھا اور دوسری سمت ایک - من طالب علم ایک طرف ایک سکھ اپنا کرپان نکالے کھڑا تھا تو دوسری طرف لکھنوی وضع کا ایک بٹیر باز اپنے بٹیر کی چونچ اور پنجوں کو ٹٹول رہا تھا۔ اس کے قریب ہی ایک طوائف مسکرا رہی تھی اور اس کے بعد ایک گھوڑ دوڑ کا سوار موجود تھا۔

رانی کا وہ مال غنیمت تھا جو اس نے مختلف مقامات سے حاصل کیا تھا۔

سب گڑیاں اس طرح مستعد تھیں جیسے ابھی جھپٹ پڑیں گی ............ ہم پر ٹوٹ پڑیں گی.......... ہم کو بے قابو کر دیں گی!!

میں نے اپنے خیالات کو سنبھالا۔ میں نے گڑیوں کی آنکھوں کی اس فوج کو محض مردہ چیزیں سمجھنے کا زبردستی ایک احساس اپنے اوپر طاری کرنے کی کوشش کی۔ وہاں ایک الماری خالی تھی...... اس کے بعد ایک اور ...... پھر ایک اور کل ملا کر پانچ خالی الماریاں ...... میں نے اپنی مفلوج حالت میں جن چار گڑیوں کو اپنے کمرے میں اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تھا وہ وہاں اس وقت موجود نہ تھیں...... نرس شیلا کی پتلی بھی موجود نہ تھی۔

میں نے زبردستی اپنی نظروں کو ان گڑیوں کی مستعد آنکھوں کی طرف سے ہٹا لیا اور پھر رانی کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک سکون کے ساتھ بیٹھی اس طرح سی رہی تھی گویا وہ کمرے میں تنہا ہے...... گویا وہ وہاں ہماری موجودگی سے ناواقف ہے...... گویا جلال نرم آواز میں گا رہی تھی۔

شیلا کی پتلی رانی کے سامنے میز پر موجود تھی!

وہ پیٹھ کے بل سیدھی پڑی ہوئی تھی۔ اس کے ننھے ننھے ہاتھ کلائیوں کے اوپر زردی مائل سیاہ بالوں کے بٹے ہوئے ڈوروں سے بندھے ہوئے تھے۔ وہ چاروں طرف سے بندھے ہوئے تھے اور ان بندھے ہوئے ہاتھوں کی گرفت میں دبا ہوا ایک خنجر نما پن کا دستہ تھا۔

یہ تفصیلات بتانے میں مجھے زیادہ دیر لگی ہے دیکھنے میں اتنا وقت صرف نہ ہوا تھا...... صرف چند سیکنڈ میں ہی میں نے سب کچھ دیکھ لیا۔

سلائی کے کام میں رانی کی محویت ہماری طرف سے اس کی قطعی بے نیازی کمرے کی خاموشی...... ان سب باتوں نے مل کر ہمارے اور رانی کے درمیان ایک پردہ سا حائل کر دیا تھا۔ اور یہ درمیانی پردہ غیر مرئی ہونے کے باوجود ہر لمحہ زیادہ دبیز ہوتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ تیز لوبان کی سی خوشبو ہر ساعت زیادہ تیز ہوتی جاتی تھی۔

گل خاں نے مردہ لڑکی کو فرش پر گرا دیا۔ اس نے بولنے کی کوشش کی...... ایک بار...... دوسری بار...... تیسری کوشش پر وہ کامیاب ہو گیا۔ اس نے جلال سے گلوگرفتہ آواز میں کہا۔

"اس عورت کو ختم کر دو ورنہ...... میں کر دوں گا......"

جلال نے کوئی جنبش نہ کی وہ پتھر کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس کا ریوالور رانی کے قلب



کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ اور آنکھیں رانی کے ناچتے ہوئے ہاتھوں پر جمی ہوئی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے گل خاں کی آواز ہی نہیں سنی یا اگر سنی ہے تو کوئی پرواہ نہیں کی۔

رانی کا گیت جاری رہا...... اس گیت میں شہد کی مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ تھی۔ میٹھی گونج...... اس سے نیند پیدا ہوتی محسوس ہوتی تھی ...... جیسے شہد کی مکھیاں شہد جمع کرتی ہیں...... میٹھی نیند۔

جلال نے اپنے ریوالور پر اپنی گرفت کو تبدیل کر لیا اور جھپٹ کر آگے بڑھا۔ دوسری ہی لمحہ اس نے ریوالور کا دستہ گھما کر رانی کی کلائی پر دے مارا۔

رانی کا ہاتھ نیچے لٹک گیا۔ انگلیاں پیچ و خم کھانے لگیں...... لمبی سفید انگلیاں خوفناک انداز میں لہرانے لگیں...... ان سانپوں کی مانند جن کی کمر ٹوٹ چکی ہو!

جلال نے دوسری ضرب کے لیے ریوالور بلند کیا اس سے پہلے کہ ریوالور پھر نیچے ہاتھ پر آتا رانی اور اس کی کرسی الٹ گئی۔ تمام الماریوں میں آواز کی ایک مہین نقاب کی طرف سرگوشیاں دوڑ گئیں ایسا معلوم ہوا کہ گڑیاں جھک گئیں...... آگے کی طرف جھک گئیں۔

اب رانی کی آنکھیں ہم پر لگی ہوئی تھیں۔ وہ ہم میں سے ہر ایک کو اور ہم سب کو بیک وقت دیکھتی محسوس ہوتی تھیں...... ایسا معلوم ہوتا کہ وہ دو شعلہ بار سیاہ سورج ہیں جن کے اندر چھوٹے چھوٹے سرخ شعلے ناچ رہے ہیں!

رانی کی قوت ارادی نے ایک طوفان کی طرح ہم کو بہا دیا اور ہمیں بے قابو کر کے رکھ دیا۔ اس کی قوت ایک ٹھوس طوفانی موج کی طرح تھی۔ مجھے وہ اپنے وجود پر اس طرح ٹکراتی محسوس ہوئی گویا وہ کوئی مادی شے ہے۔ ایک مفلوجی کیفیت میرے جسم میں رینگنے لگی میں نے دیکھا کہ جلال کے جس ہاتھ میں ریوالور تھا۔ وہ اینٹھ کر سفید پڑ گیا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی مفلوجی کیفیت ان کو بھی اپنی گرفت میں لیے ہوئے تھی...... اسی طرح گل خاں اور باقی لوگوں کی حالت تھی۔

ایک بار پھر رانی نے ہم کو اپنے جال میں جکڑ لیا تھا!

میں نے سرگوشی میں کہا۔ "اس کے ہاتھوں کی طرف مت دیکھو جلال!...... اس کی آنکھوں کی طرف مت دیکھو......"

ایک زبردست جدوجہد کے بعد میں نے اپنی نظریں ان شعلہ بار سیاہ آنکھوں کی طرف سے ہٹا لیں اب میری نظر شیلا کی گڑیا پر پڑی اکڑے ہوئے ہاتھ سے میں نے اس گڑیا کو اٹھانے کی کوشش کی...... کیوں؟...... نہ جانے کیوں!...... رانی نے مجھ سے زیادہ

تیزی سے کام کیا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے جس پر چوٹ نہ لگی تھی اس گڑیا کو گھسیٹ لیا اور اپنے سینے سے لگالیا۔ پھر وہ چلائی ایک ایسی آواز میں جس کا شیریں ارتعاش ایک ایک نس میں دوڑ گیا اور بڑھتی ہوئی مفلوجی کیفیت میں اور تیز اضافہ کر دیا۔

"تم میری طرف نہیں دیکھنا چاہتے؟" وہ بولی۔ "تم میری طرف نہیں دیکھنا چاہتے...... احمقو!...... تم کو دیکھنا پڑے گا...... تم اس کے علاوہ اور کچھ کر ہی نہ سکو گے۔"

اس کے بعد وہ عجیب...... وہ قطعی عجیب و غریب واقعہ رونما ہونا شروع ہوا جو انجام کا آغاز تھا۔

معلوم ہوا کہ کمرے میں پھیلی ہوئی خوشبو نبض کی طرح حرکت کر رہی تھی...... دھڑک رہی ہے...... اور زیادہ تیز ہو رہی ہے۔ نہ جانے کہاں سے...... پردہ عدم میں سے......ایک چمکتا ہوا دھندلکا چکراتا ہوا نمودار ہوا۔ اور رانی پر چھا گیا۔ اس میں اس کا اسپ نما چہرہ اور عظیم جثہ ایک نقاب کی طرح چھپ گیا اس دھندلکے میں سے صرف اس کی آنکھیں چمکتی نظر آتی تھیں۔

دھندلکا صاف ہو گیا۔ اب ہمارے سامنے ایک ایسی عورت کھڑی تھی جس کا حسن ہر دیکھنے والے کا سانس روک دے!...... دراز قامت...... مناسب جسم...... لطیف و حسین!! وہ برہنہ تھی اور اس کے بال جو کہ سیاہ ریشم کے لچھے معلوم ہوتے تھے اس کے گھٹنوں تک جسم کو نصف ڈھکے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان سے زرد زریں جسم جھلک رہا تھا صرف اس کی آنکھیں...... اس کے ہاتھ...... اور اس کے گول اور سخت سینے سے چمٹی ہوئی گڑیا ہی دیکھ کر یہ یاد آسکتا تھا کہ وہ کون ہے۔

جلال کا ریوالور ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا میں نے سنا دوسروں کے ریوالور بھی اسی طرح فرش پر گر پڑے تھے۔ میں جانتا تھا۔ کہ وہ بھی میری طرح ایک پتھر کی مانند کھڑے ہوئے ہیں...... رانی کی اس جسمانی تبدیلی نے ان پر سکتہ طاری کر دیا ہے اور رانی کے اندر سے ابلنے والی قوت نے ان کو اپنی گرفت میں لے کر بے بس کر دیا ہے۔

رانی نے جلال کی طرف اشارہ کیا اور ہنس پڑی۔ "تم مارنا چاہتے تھے مجھ کو...... مجھ کو!!...... اٹھاؤ اپنے ہتھیار جلال...... اور کوشش کرو!"

جلال کا جسم آگے کی طرف جھکا...... آہستہ...... آہستہ...... میں اس کو صرف کنکھیوں سے ہی دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ میری آنکھیں رانی کی آنکھوں سے جدا نہیں ہو سکتی تھیں...... اور میں جانتا تھا کہ جلال کی آنکھوں کا بھی یہی عالم ہے اور رانی کی آنکھوں کے ساتھ وہ اس طرح بندھی ہوئی ہیں کہ جب وہ جھک رہا تھا تو اس کی آنکھیں اوپر کی طرف مڑتی جاتی



تھیں۔ میں نے احساس کیا کہ اس کا ہاتھ اس کے گرے ہوئے ریوالور سے چھو گیا...... وہ ریوالور اٹھانے کی کوشش کرنے لگا...... لیکن میں نے سنا وہ ایک کراہ کے ساتھ رک گیا۔ رانی نے پھر ایک قہقہہ لگایا۔

"بس مسٹر جلال...... بس!...... تم اسے اٹھا نہیں سکتے!"

ایک جھٹکے کے ساتھ جلال سیدھا ہو گیا...... جیسے کسی نے اس کی ٹھوڑی میں ہاتھ ڈال کر اس کو سیدھا کر دیا ہو۔

میری پشت کی طرف کچھ سرسراہٹ کی آواز ہوئی۔ چھوٹے چھوٹے قدموں کی آواز۔ اور اس کے بعد کچھ چھوٹی چھوٹی چیزیں میرے پاس سے لپکتی ہوئی گزریں۔

میں نے دیکھا کہ اب رانی کے قدموں کے نزدیک چار پتلیاں کھڑی تھیں۔ وہی چاروں گڑیاں جو سبز روشنی میں مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آئی تھیں...... مہاجن کی گڑیا...... شریف عورت کی گڑیا...... نٹ کی گڑیا...... فلم اسٹار کی گڑیا۔

یہ چاروں گڑیاں رانی کے سامنے قطار میں کھڑی ہوئی ہماری طرف آنکھیں چمکار رہی تھیں۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک خنجر نما پن تھا اور ان کی نوک ننھی تلواروں کی طرح ہماری طرف اٹھی ہوئی تھی۔ اور ایک بار رانی کے قہقہے سے کمرہ معمور ہو گیا۔ وہ شفقت سے بولی۔

"نہیں نہیں...... میری گڑیو...... مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے!"

اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

تم جانتے ہو کہ میرا یہ جسم فریب نظر ہے۔ جانتے ہو نا؟...... بولو"

"ہاں"

"اور میرے قدموں میں کھڑی ہوئی یہ گڑیاں...... اور میری تمام گڑیاں محض نظر کے دھوکے ہیں؟"

میں بولا...... "مجھے معلوم نہیں۔"

"تم ضرورت سے زیادہ جانتے ہو...... اور تم بہت کم جانتے ہو...... لہٰذا تم کو مرنا ضروری ہے۔ میرے حد سے زیادہ عقلمند اور حد سے زیادہ احمق ڈاکٹر!...... تم کو مرنا ضروری ہے......" رانی کی بڑی بڑی آنکھوں نے حقارت آمیز ترحم کے ساتھ میری طرف دیکھا اور اس کا حسین چہرہ کینہ پرور رحم و کرم سے دمک اٹھا۔ "جلال کو بھی مرنا ضروری ہے...... کیونکہ وہ ضرورت سے زیادہ جانتا ہے اور تم باقی لوگو!...... تم کو بھی مرنا ضروری ہے...... لیکن میری ننھی گڑیوں کے ہاتھوں تم کو مرنا نہیں ہو گا...... تم یہاں نہیں مرو

گے...... نہیں!...... خود اپنے گھر پر مرو گے تم ڈاکٹر صاحب!...... تم خاموشی سے گھر جاؤ گے...... راستے میں تم لوگ نہ تو آپس میں باتیں کرو گے اور نہ دوسروں سے کچھ کہو گے...... اور جب تم گھر پہنچو گے تو تم...... تم ایک دوسری پر ٹوٹ پڑو گے بھیڑیوں کی طرح...... اور ......"

وہ لڑکھڑا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی...... جیسے چکرا گئی ہو!

میں نے دیکھا...... یا شاید خیال ہے کہ میں نے دیکھا...... کہ شیلا کی گڑیا نے ایک پہلو بدلا اور پھر...... ڈستے ہوئے سانپ کی طرح تیزی سے اس نے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ اٹھائے اور خنجر نما پن کو رانی کی گردن پر پیوست کر دیا...... بے دردی و بے رحمی سے پن کو ادھر ادھر گھمایا۔ اور پھر لگاتار رانی کی گردن پر وار کر ڈالے۔ حسین وزرین گردن پر ٹھیک اس جگہ جہاں دوسری گڑیا نے ڈاکٹر کمار کی گردن پر حملہ کیا تھا؟

اور جس طرح کمار نے چیخ بلند کی تھی۔ اسی طرح اب رانی چیخ پڑی۔ خوفناک آواز میں۔ نزع کے عالم میں۔

اس نے گڑیا کو اپنے سینے پر نوچ کر الگ کر دیا اور دور پھینک دیا گڑیا لڑھکتی ہوئی آتشدان پر گری اور دہکتے ہوئے کوئلوں نے اس کو اپنے آغوش میں لے لیا۔

ایک چمکدار شعلہ سا کوند اٹھا۔ شدید گرمی کی ایک وہی لہر پیدا ہوئی جو کہ مکرجی کے پتلے پر گل خان کی جلتی ہوئی دیاسلائی سے پیدا ہوئی تھی۔ اور آنا فاناً اس گرمی کے ساتھ ہی رانی کے قدموں میں کھڑی گڑیاں غائب ہو گئیں۔ ان گڑیوں میں سے تیزی کے ساتھ چمکدار شعلوں کا ستون سا بلند ہوا جس نے رانی کو سر سے پاؤں تک اپنے اندر لپیٹ لیا۔

میں نے دیکھا کہ رانی کا حسین چہرہ پگھل گیا اب اس کی جگہ اسپ نما چہرہ اور وہی بھاری بھر کم جسم موجود تھا...... آنکھیں جھلسی ہوئی اور اندھی...... لمبے سفید ہاتھ مجروح گردن کو پکڑے ہوئے...... اور خون سے گلنار!

ایک ساعت وہ اسی طرح کھڑی رہی۔ اس کے بعد فرش پر ڈھیر ہو گئی۔

اور اس کے گرتے ہی طلسم ٹوٹ گیا جو ہم سب کو جکڑے ہوئے تھا۔

جلال گوشت و پوست کے اس ڈھیر کی طرف جھکا جو کبھی رانی تھا...... اور اس پر تھوک دیا...... اس پر وہ فرط مسرت سے چلایا۔

"جادوگرنی!...... تو آگ کی خوراک ہے!۔"

اس نے مجھے دروازے کی طرف دھکیل دیا اور گڑیوں کی ان قطاروں کی طرف اشارہ کیا جو اب کچھ عجیب معلوم ہوتی تھیں...... بالکل بے جان؟...... صرف



گڑیاں۔

ان کی طرف پردوں اور فرش سے آگے کے شعلے بڑھ رہے تھے............ اس طرح جھپٹ کر بڑھ رہے تھے گویا شعلوں میں کوئی پاک روح انتقام کے لئے بیتاب ہے؟

ہم تیزی سے پلٹتے ہوئے دروازے میں سے نکلے اور برآمدے سے گزر کر دکان میں آئے۔ برآمدے میں اور دکان میں شعلے ہمارا تعاقب کرتے ہوئے آرہے تھے۔ ہم بھاگ کر سڑک پر پہنچ گئے۔

جلال نے چلا کر کہا............ جلدی کرو............ کار میں آجاؤ۔

یکا یک شعلوں کی روشنی سے سڑک سرخ ہو گئی۔ میں نے سنا ادھر ادھر لوگوں کے مکانوں کی کھڑکیاں کھل رہی تھیں۔ اور آگ کے خطرے سے خبردار کرنے کے لئے لوگ چلا رہے تھے۔

ہم موڑ پر آ کر کار میں داخل ہوئے اور تیزی سے غائب ہو گئے۔

"انہوں نے مجھے سامنے بٹھا کر میرے پتلے بنائے ہیں.......... میری شکل و صورت سے ملتے جلتے پتلے.......... انہوں نے میرا سانس مجھ سے چھین لیا ہے۔ میرے بال نوچ لئے میرے کپڑے پھاڑ ڈالے اور میرے قدموں کو خاک پر چلنے سے معذور کر دیا۔ انہوں نے جڑی بوٹیوں کا ایک مرہم میرے جسم پر مل دیا.......... مجھے موت تک پہنچا دیا...... اے آگ کے دیوتا ان کو برباد کردے۔"

رانی کی موت کے بعد تین ہفتے گزر چکے تھے۔ جلال میرے گھر میں کھانے پر میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ہم پر اب تک ایک خاموشی طاری وہی تھی۔ میں نے اس خاموشی کو توڑا اور وہ سطور زیر لب دہرانے لگا جو میرے اس افسانے کے اس آخری باب کے آغاز میں اوپر درج ہیں۔ مجھے بمشکل ہی اس کا احساس تھا کہ میں یہ سطور اس طرح دہرا رہا ہوں کہ کوئی دوسرا سن سکے۔ جلال نے چونک کر میری طرف نظر اٹھائی اور بولا۔

"یہ آپ کسی اور کے الفاظ دہرا رہے ہیں.......... کون ہے وہ شخص؟"

میں نے جواب دیا.......... "یہ الفاظ مٹی کی ایک چھوٹی سی تختی پر کسی کلدانی شخص نے کندہ کر دیئے تھے۔ جو کہ اسور نذیر پال کے زمانے میں اب سے تین ہزار سال پہلے دنیا میں زندہ تھا۔"

جلال بولا...... "لیکن ان چند الفاظ میں اس نے ہمارا سارا افسانہ بیان کر دیا ہے۔"

"بالکل صحیح ہے تمہارا خیال جلال۔" میں نے کہا۔ "اس عبارت میں سب کچھ موجود



ہے...... گڑیاں.......... مرہم.......... عقوبت و ایذا.......... موت...... اور آگ!"

وہ سوچتے ہوئے بولا.......... "بڑی عجیب بات ہے یہ.......... تین ہزار سال پیشتر اس وقت وہ بھی لوگ اس خبیث علم کو جانتے تھے اور اس کے علاج سے واقف تھے...... شکل و صورت سے ملتے جلتے پتلے.......... مضرت رساں جڑی بوٹیوں کا مرہم...... موت...... آگ کا دیوتا.......... یہ سب کچھ ہمارا ہی افسانہ ہے ڈاکٹر شاہد!"

میں نے کہا۔ موت کی گڑیا پتلے کلدانیوں کے دیوتا "اُر" سے بھی کہیں زیادہ قدیم ہیں.......... تاریخ سے بھی زیادہ قدیم.......... جس رات ڈاکٹر کمار ہلاک ہوا اسی وقت سے میں موت کے پتلوں کی تاریخ کو گزرے ہوئے زمانوں میں تلاش کرتا رہا ہوں ان کی کہانی بہت طویل ہے جلال.......... یہ پتلے دنیا کے ان قدیم باشندوں کے گھروں اور چولہوں میں دفن شدہ ملے ہیں جن کی آگ آج سے ۲۰ ہزار سال پہلے بجھ چکی تھی.......... صرف یہی نہیں بلکہ ایسے پتلے ان سے بھی زیادہ قدیم انسانوں کے ان سے بھی زیادہ ٹھنڈے چولھوں میں دفن پائے گئے ہیں.......... چٹانی پتھروں کے پتلے.......... مٹی کے پتلے.......... زمانہ قبل از تاریخ کے بے حد بڑے بڑے ہاتھیوں کے دانتوں سے تراشے ہوئے پتلے.......... غاروں میں رہنے والے قدیم ریچھوں کی ہڈیوں کے پتلے.......... تلوار کی طرح تیز شیر کے دانتوں کے پتلے.......... لوگ اس زمانے میں بھی اس تاریک علم سے واقف تھے جلال۔"

جلال نے اتفاق رائے کرتے ہوئے سر ہلایا اور کہا۔ "ایک مرتبہ میرے پاس ایک آدمی تھا۔ جس کو میں بہت پسند کرتا تھا وہ دکھن میں مالابار علاقے کا رہنے والا ایک قدیم قوم کا فرد تھا۔ ایک دن میں نے اس سے دریافت کیا کہ وہ کلکتہ کیوں چلا آیا؟...... اس نے مجھے ایک عجیب کہانی سنائی۔ اس نے بتایا کہ اس کے گاؤں میں ایک لڑکی تھی۔ جس کی ماں کے متعلق لوگ یہ سرگوشیاں کرتے تھے کہ وہ کچھ ایسی باتیں جانتی ہے جو کسی نیک انسان کو نہ جاننا چاہیے۔ لڑکی خوب صورت تھی...... دلکش تھی...... لیکن یہ شخص اس سے محبت نہ کر سکا لڑکی اس سے محبت کرتی تھی...... یا شاید اس کی بے نیازی کی وجہ سے اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ سہ پہر کے وقت یہ شخص اپنے گھر جاتے ہوئے اس لڑکی کی جھونپڑی کے پاس سے گذرا لڑکی نے اس کو آواز دے کر بلایا۔ وہ بہت پیاسا تھا۔ چنانچہ لڑکی نے اس کو شراب پیش کی تو اس نے پی لی۔ شراب بڑی اچھی تھی۔ اس نے اس شخص کی طبیعت کو خوش کر دیا...... لیکن اس کے اثرات اس شخص کو اس لڑکی سے محبت کرنے پر مائل نہ کر سکے۔

بایں ہمہ وہ لڑکی کے ساتھ جھونپڑی میں چلا گیا اور وہاں اور زیادہ شراب پی۔ ہنسی ہنسی میں اس نے لڑکی کو اجازت دے دی کہ اس خوشگوار ملاقات کی یادگار میں اس کے کچھ بال کاٹ لے، انگلیوں کے ناخن تراش لے اور کلائی میں سے خون کے قطرے اور منہ میں سے تھوڑا اس لعاب دہن لے لے۔ اس بظاہر حماقت پر وہ ہنستا ہوا لڑکی سے رخصت ہوا گھر جا کر سو گیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو رات کا ابتدائی حصہ تھا اور اس کو صرف اتنا یاد تھا۔ کہ اس نے لڑکی سے شراب لے کر پی تھی اور بس۔

اس کے دل میں یکایک خواہش ہوئی کہ مندر میں جائے۔ وہ مندر گیا اور جب وہ وہاں ہاتھ جوڑ کر پوجا پاٹ کر رہا تھا۔ اچانک اس کو باقی باتیں بھی یاد آ گئیں ......... اسے یاد آیا کہ لڑکی نے اس کے بال۔ اس کے ناخن اس کا لعاب دہن اور اس کا خون لے لیا تھا اس کو شدید خواہش ہوئی کہ اس کے پاس جائے۔ اور دیکھے کہ وہ اس کے بالوں، ناخنوں، لعاب دہن اور خون کو کیا کر رہی ہے اس شخص نے بتایا کہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے سامنے دیوتا کی مورتی اس کو ایسا کرنے کا حکم دے رہی ہے۔

لہٰذا وہ چھپ کر لڑکی کی جھونپڑی کی طرف چل دیا۔ جنگلوں میں سے گذرتا ہوا اس کی کھڑکی تک پہنچ گیا۔ اس نے اندر جھانک کر دیکھا۔ وہ لڑکی چولھے کے قریب بیٹھی ہوئی تھی اور آٹا اس طرح گوندھ رہی تھی۔ گویا روٹی پکانا چاہتی ہے اس شخص کو ندامت ہوئی۔ کہ وہ اس طرح چوروں کے مانند چھپ کر اور ایسے خیالات لے کر آیا ......... لیکن اسی وقت اس نے دیکھا کہ لڑکی اس آٹے میں وہی بال 'ناخن' خون اور لعاب دہن ڈال رہی تھی۔ جو اس نے اس شخص سے حاصل کئے تھے۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ لڑکی نے آٹے کو اٹھایا۔ اور اس کو ایک ننھے سے مرد کی شکل میں ڈھالنے لگی پھر لڑکی نے اس پتلے پر پانی چھڑکا اور اس شخص کا نام لے کر کچھ ایسے الفاظ ادا کئے جن کو وہ نہ سمجھ سکا۔

یہ شخص خوفزدہ ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کو غصہ بھی بہت آیا۔ یہ آدمی کافی بہادر تھا جب تک لڑکی اپنے کام سے فارغ ہوئی وہ غور سے دیکھتا رہا اس نے دیکھا کہ لڑکی نے پتلے کو اپنے لباس کے دامن میں چھپا لیا اور دروازے کی طرف آئی۔ دروازہ سے نکل کر وہ ایک طرف چل دی۔ اس شخص نے اس کا تعاقب کیا۔ یہ شخص ایک جنگلات کے علاقہ کا باشندہ تھا اور دبے پاؤں چلنے کا طریقہ جانتا تھا۔ چنانچہ لڑکی کو بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ کوئی تعاقب کر رہا ہے۔ وہ ایک چوراہے پر پہنچی۔ آسمان پر نیا چاند چمک رہا تھا۔ اور اس نئے چاند کو مخاطب کر کے لڑکی نے کچھ دعا کی۔ اس کے بعد اس نے ایک گڑھا کھودا اور آٹے کے پتلے کو اس میں رکھ دیا۔ پتلے کو اس نے اپنے پیشاب سے گندا کر دیا اور بولی۔



زارو! (یہ اس شخص کا نام تھا) زارو! زارو! میں تجھ سے محبت کرتی ہوں جب یہ پتلا گل سڑ جائے گا تو اسی طرح دوڑتا ہوا پھرے گا جیسے ایک کتا کسی کتیا کے پیچھے دوڑتا ہے۔ ......... تو میرا ہے زارو ......... تیرا جسم اور روح دونوں میرے ہیں ......... جیسے جیسے یہ پتلا سڑتا ہے تو میرا ہو جائے گا۔ ......... جب پتلا خاک ہو جائے گا تو تب تو بالکل میرا ہو جائے گا ......... ہمیشہ کے لئے۔ ہمیشہ کے لئے!

لڑکی نے پتلے کو مٹی سے ڈھک دیا۔ یہ شخص اس لڑکی پر ٹوٹ پڑا اور اس کا گلا گھونٹ دیا اس کا ارادہ ہوا کہ پتلے کو کھود کر باہر نکال لے لیکن اسی وقت اس نے کچھ آوازیں سنیں۔ اور خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ وہ واپس گاؤں میں نہیں گیا بلکہ سیدھا کلکتہ چلا آیا۔

اس نے مجھ سے بیان کیا کہ جب وہ ایک دن تک سفر کر چکا تو اس کو ایسا محسوس ہوا کہ کچھ غیبی ہاتھ اس کو پکڑ کو پیچھے کھینچ رہے ہیں ......... گاؤں کی طرف ......... اس لڑکی طرف!! ......... اس سے وہ سمجھ گیا کہ لڑکی مرنے سے بچ گئی ہے۔ اس شخص نے ان غیبی ہاتھوں کے خلاف اپنی کشمکش جاری رکھی ......... ہر رات وہ ان سے جنگ کرتا رہا۔ وہ سونے کی ہمت نہ کر سکتا تھا کیونکہ جب وہ سوتا تھا تو خواب دیکھتا تھا کہ وہ وہاں اس چوراہے پر موجود ہے۔ اور لڑکی اس کے پہلو میں ہے۔ ......... اور تین مرتبہ اس نے عین وقت پر خود کو سمندر میں گرنے سے روکا۔

اس کے بعد غیبی ہاتھوں کی قوت کم ہونی شروع ہوئی۔ اور آخر کار چند ماہ کے بعد اس کو ان ہاتھوں کا احساس باقی نہ رہا۔ لیکن وہ پھر بھی آگے ہی چلتا رہا ......... خوف زدہ ......... یہاں تک کہ اس کو گاؤں کی ایک خبر ملی۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ لڑکی ہلاک نہیں ہوئی تھی لیکن بعد میں کسی اور نے اس لڑکی کو مار ڈالا۔ اس لڑکی کو وہ شے حاصل تھی جسے آپ تاریک علم کہتے ہیں ......... شائد یہی علم آخر میں خود اس کے اوپر لوٹ گیا جیسا کہ ہم نے دیکھا کہ جادوگرنی کا علم اس پر لوٹ گیا ہے“۔

میں نے کہا ......... بڑی عجیب چیز ہے کہ تم یہ بات کہہ رہے ہو جلال ......... یعنی تم کہہ رہے ہو کہ تاریک علم کی قوت خود اس شخص کو ہلاک کر دیتی ہے جو اس پر قابض و حکمران ہوتا ہے۔ ......... اس کے متعلق میں بعد میں کچھ کہوں گا۔ محبت و فطرت اور قوت ......... یہ تین ہوس کارانہ جذبے ہیں ......... اور ہمیشہ ہی یہ تینوں چیزیں اس تپائی کے تین پائے ثابت ہوتی ہیں۔ جن پر تاریک علم کا سیاہ شعلہ جلتا ہے یہ اس اسٹیج کے تین سہارے ہیں جس کے اوپر سے موت کے پتلے انسانوں پر کودتے ہیں۔ ......... کیا تم جا......... جانتے ہو کہ ان پتلوں کو سب سے پہلے بنانے والا کون تھا؟ تم نہیں جانتے

؟............ اچھا تو سنو ............ کہانی یہ ہے کہ وہ ایک دیوتا تھا............ اس کا نام خنوم تھا۔ یہ دیوتا یہودیوں کے اس دیوتا سے بھی قدیم کہا جاتا ہے جس نے باغ عدن میں ۲ پتلے بنائے تھے۔ اور ان میں جان ڈال کر ان کو زندگی کے صرف ۲ دو حقوق عطا کئے تھے ............ اول مصیبت سہنے کا حق اور دوئم موت کا حق ...... لیکن خنوم کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ کچھ زیادہ رحم دل دیوتا تھا اس نے موت کا حق تو ضرور دیا لیکن اس نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ پتلوں کو مصیبت میں مبتلا کیا جائے۔

اس کو یہ بہتر معلوم ہوا کہ اس کے پتلوں کو جو سانس لینے کا تھوڑا سا زمانہ حاصل ہے اس سے وہ خود لطف اندوز ہوں۔ خنوم اس قدر قدیم تھا کہ اہرام اور ابوالہول کی تعمیر کا تصور بھی آنے سے بہت زمانہ پہلے وہ مصر پر حکمرانی کرتا تھا۔ علم اصنام کا یہ افسانہ بتاتا ہے کہ خنوم کا ایک بھائی دیوتا تھا جس کا نام کیفر تھا اور اس کا سر ایک بھورے کی طرح کا تھا یہ کیفر ہی تھا جس نے بے نام کائنات کے منتشر شیرازے کو زرخیز بنادیا اور اس بے نام انتشار سے دنیا کا وجود ظاہر ہوا............ دیوتا کے اس خیال کی صرف لہریں ہی سطح پر نمودار ہوتی تھیں اگر کہیں اس کا اثر کچھ اور گہرا ہوتا تو نہ جانے انسان کیا سے کیا ہو جاتا؟............ خیال کی ان سطحی لہروں نے وہ صورت اختیار کر لی جس کو "انسان" کہا جاتا ہے۔ افسانہ کے مطابق اب خنوم دیوتا کا کام یہ رہ گیا تھا کہ عورتوں کے بطن میں نفوذ کرے اور اس کے اندر چھپے ہوئے بچے کی تشکیل کرے۔ اسی لئے اس کو لوگ کمہار دیوتا کہتے تھے۔ اسی دیوتا نے مشہور ملکہ ہشت شپ سوت کی شکل و صورت کو تخلیق کیا۔ یہ کام اس نے امن دیوتا کے حکم پر کیا تھا۔ جس نے اس ملکہ کی ماں کے پہلو میں اس کے شوہر فرعون کی شکل میں آ کر حاملہ کیا تھا...... یہ واقعات اس زمانے کے اس قدیم افسانے میں ملتے ہیں............ لیکن اس سے ایک ہزار سال پیشتر ایک شہزادہ تھا جس کی خوبصورتی۔ اس کی ہمت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کے خیال میں اس شہزادے کے لئے۔ دنیا بھر میں ہی کوئی عورت موجود نہ تھی۔ لہٰذا انہوں نے دیوتا خنوم کو طلب کیا۔ کہ وہ اس شہزادے کے لئے ایک مناسب عورت تشکیل کرے۔ دیوتا خنوم اپنے لمبے لمبے ہاتھوں سے کام میں لگ گیا............ یہ ہاتھ بالکل رانی ہی کی طرح تھے۔ ہر ایک انگلی بذات خود ایک جداگانہ زندہ شے محسوس ہوتی تھی۔ خنوم نے مٹی سے ایک ایسی عورت کا پتلا بنایا جس کی خوبصورتی پر دیوی آئس کو بھی رشک آنے لگا۔ قدیم مصر کے یہ دیوتا بڑے عملی قسم کے دیوتا تھے۔ انہوں نے شہزادے پر ایک نیند طاری کر دی اور اس عورت کو اس کے قریب لٹا کر دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھا ......... افسوس ......... یہ عورت شہزادے کی خوبصورت شخصیت سے



مناسبت نہیں رکھتی تھی۔ وہ بہت چھوٹی تھی۔ لہٰذا خنوم نے دوسرا پتلا بنایا............ لیکن یہ بہت زیادہ بڑا ہو گیا۔ اس طرح کے کوئی چھ پتلے بنا کر توڑنے پڑے تب کہیں جا کر صحیح ہم آہنگی و مناسبت پیدا ہو سکی۔ دیوتا۔ دیوتا مطمئن ہو گئے۔ اور خوش قسمت شہزادے کو اس کی بیوی مل گئی۔ جو حسن و خوبی کا مکمل نمونہ تھی۔ اور پہلے محض ایک پتلا تھی اس واقع سے طویل زمانوں کے بعد ریمزیز سوئم کے عہد حکومت میں ایسا ہوا کہ خنوم دیوتا کے اس راز کو ایک شخص نے تلاش کیا اور معلوم کر لیا۔ اس کو اپنی ساری زندگی اس تلاش میں گذارنی پڑی تھی۔ وہ بہت بوڑھا کر خمیدہ اور سوکھا دبلا آدمی تھا۔ لیکن اس کے باطن میں عورتوں کی خواہش شدید طور پر موجود تھی۔ خنوم کے اس راز کو معلوم کر کے اس کا ارادہ صرف یہی تھا کہ اپنے اس نفسیاتی خواہش کو پورا کرے لیکن اس کو پتلا بنانے کے لئے ایک زندہ نمونہ یا ماڈل کی ضرورت محسوس ہوئی۔ وہ سب سے زیادہ حسین عورتیں کون تھیں جن کو وہ بطور ماڈل استعمال کر سکے؟............ یقیناً ایسی عورتیں فرعون کی بیویوں کے علاوہ اور کوئی نہ ہو سکتی تھی لہٰذا اس شخص نے چند گڑیاں ان لوگوں کی شکل و صورت کے مطابق تیار کر لیں جو کہ فرعون کے ساتھ اس وقت رہتے تھے جبکہ وہ اپنی بیویوں سے ملاقات کرنے جاتا تھا ایک پتلا اس نے خود فرعون کی شکل کا ہی بنایا اور اس کے اندر خود روح بن کر داخل ہو گیا اب اس کی گڑیا اس کو شاہی حریم میں لے گئیں۔ تمام پہرے داروں نے اور خود فرعون کی بیویوں نے بھی کہ وہ اصلی فرعون ہے اس کے مطابق اس کی تفریح و مسرت کا سامان کیا لیکن جب وہ وہاں سے رخصت ہو رہا تھا تو اصلی فرعون وہاں آن پہنچا............ اس طرح وہاں ایک عجیب صورت حال پیدا ہو گئی۔ یکایک ایک طلسمی طریقہ پر خود اپنے حریم کے اندر ایک سے دو ہو گیا تھا لیکن خنوم دیوتا یہ سب کچھ دیکھ کر آسمان سے وہاں پہنچا اور گڑیوں کو چھو دیا۔ فوراً ہی ان کے اندر سے زندگی غائب ہو گئی۔ اور وہ فرش پر گر پڑی سب نے دیکھا کہ محض گڑیاں تھیں اور اس کے قریب ایک جھریوں سے لدا ہوا کانپتا ہوا بوڑھا شخص پڑا تھا!............ یہ کہانی اور اس کے بعد جو کچھ ہوا۔ اس کی کافی تفصیلات اس زمانے کے ایک گھاس کے کاغذ پر لکھے ہوئے مسودے میں موجود ہیں جو کہ اب عقوبتوں کی ایک فہرست بھی موجود ہے جو کہ اس بوڑھے جادوگر کو آگ میں جلائے جانے سے پیشتر دی گئی تھیں۔ اب تحقیقات سے اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ جادوگری کا جرم واقعی اس بوڑھے پر لگایا گیا تھا۔ اور اس کا باقاعدہ مقدمہ چلا تھا یہ مسودہ بالکل مستند ہے............ یہ تمام افسانے غلط ہوں یا صحیح ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ان کو بیان کرنے سے میرا مقصد صرف یہ دیکھنا ہے کہ ان سب کے پس پشت کیا چیز موجود ہے؟............ کچھ نہ کچھ

واقعات ظہور پذیر ضرور ہوئے تھے ............ لیکن ان کی نوعیت کیا تھی ؟ ............ کیا یہ کہانیاں محض توہم پرستی کی یادگاریں ہیں ............ یا واقعی ان کے اندر جادو یا "تاریک علم" کے کارنامے محفوظ ہیں ؟"۔

جلال نے کہا ............ "آپ تو خود ہی اس تاریک علم کا کارنامہ دیکھ چکے ہیں کہ کیا آپ کو ابھی تک اس کی حقیقت پر یقین نہیں آیا ؟"۔

میں نے اس کا کوئی جواب نہ دیتے ہوئے کہا اپنی بات جاری رکھی ............ "گرہ" دار فیتہ یعنی جادوگرنی کا ہار ............ یہ بھی ایک انتہائی قدیم چیز ہے یورپ اور ایشیاء کی کئی قدیم قوموں کے قوانین میں یہ صاف لکھا ہے کہ جو شخص "جادوگری کی گرہ" باندھے گا اس کو شدید ترین سزائیں دی جائیں گی"۔

"خود ہمارے ہی ملک میں اس کی کچھ کم مثالیں موجود نہیں ہیں ڈاکٹر صاحب۔

"جلال بولا" ہم لوگ اس کا تجربہ کر چکے ہیں"۔

میں یہ دیکھ کر چونک پڑا جلال کا چہرہ زرد ہو گیا تھا اور اس کی انگلیاں اینٹھ رہی تھیں میں نے عجلت سے کہا ............ لیکن یقیناً جلال تم یہ تو سمجھتے ہی ہو کہ میں نے کچھ افسانہ سنایا ہے وہ سب قیاسی روایات ہیں ............ محض افسانے اور بس ؟ ...... ان کی تہہ میں علمی حقائق کا کوئی ثبوت موجود نہیں"۔

اس نے جھٹکے سے اپنی کرسی پیچھے ہٹالی اور کھڑا ہو کر مجھے حیرت زدہ نظروں سے تکنے لگا اس کے بعد وہ نمایاں کوشش کے ساتھ بولا ............ کیا آپ کا اب بھی یہی خیال ہے کہ ہم نے شیطانی ڈرامہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اس کی تشریح آپ اپنی سائنس کے ذریعہ کر سکتے ہیں ؟"۔

میں نے جواب دیا ............ "میں نے یہ نہیں کہا ہے جلال ؟ ............ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ رانی ایک اتنی ہی غیر معمولی ماہر تنویم ہپناٹزم کی ماہر تھی جتنی کہ ایک غیر معمولی قاتل تھی ............ نظری فریب کی ایک حیرتناک ماہر"

اس نے دخل دیتے ہوئے کہا ............ "آپ سمجھتے ہیں کہ اس کی گڑیاں محض نظری فریب تھیں ؟"۔

میں بولا ............ "تم جانتے ہی ہو کہ رانی نے اپنے خوبصورت جسم کا جو نظری فریب ہمارے سامنے پیدا کیا تھا وہ کس قدر حقیقت معلوم ہوتا تھا ............ لیکن ہم نے خود دیکھا کہ حقیقی آگ سے حقیقی شعلوں میں وہ کس طرح غائب ہو گیا ............ یہ حسین جسم بھی گڑیوں ہی کی طرح ایک حقیقت نظر آتا تھا جلال !"۔



وہ بول اٹھا ............ "میرے سینے پر لگا ہوا وہ زخم ............ اور وہ گڑیا جس نے اجیت کو ہلاک کیا ............ اور وہ گڑیا جس نے ڈاکٹر کمار کو قتل کیا ...... اور پھر مبارک گڑیا جس نے خود اس جادوگرنی کا خاتمہ کر دیا ...... کیا آپ ان سب کو محض نظری فریب کہتے ہیں"۔

میں نے قدرے متامل ہو کر جواب دیا ............ یہ بالکل ممکن ہے کہ رانی نے تم پر تنویم کا عمل کر کے ایک مخصوص حکم تمہارے ذہن پر نقش کر دیا ہو اور اسی حکم کے مطابق خود تم نے ہی اپنے دل کے اوپر خنجر نما پن سینے پر چبھو لیا ہو ............ یہ بالکل ممکن ہے کہ اسی طرح کے ایک حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جس کے متعلق ہمیں یہ معلوم نہیں کہ کب کہاں اور کیسے دیا گیا مکرجی کی بہن نے خود اپنے شوہر کو ہلاک کر ڈالا ہو جب فانوس نیچے گرا تو اس وقت رانی کے اسی طرح کے اثرات میں قید تھا۔ اور یہ ممکن ہے کہ کمار کی شہ رگ واقعی شیشہ کے کسی ٹکڑے سے کٹ گئی ہو اب خود رانی کی موت پر غور کرو جو بظاہر نرس شیلا کی گڑیا کے ہاتھوں واقع ہوئی۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ رانی کا غیر معمولی و غیرہ فطری دماغ بعض اوقات خود بھی ان فطری فریبوں کا شکار ہو جاتا ہو جو کہ وہ دوسرے لوگوں کے ذہن میں پیدا کر دیتی تھی۔ رانی ایک حیرتناک دماغ کی پاگل عورت تھی جو اپنی ایک بیمار خواہش سے مجبور ہو کر اپنی ذات کو چاروں طرف سے ان لوگوں کے پتلوں سے گھیر لینا چاہتی تھی جن کو اس نے مرہم کے ذریعہ ہلاک کیا تھا۔ نوارے کی ملکہ مارگریٹ ڈی دلوی ہمیشہ اپنے ساتھ ان دس بارہ آدمیوں کے دلوں کو مسالہ لگا کر لئے پھرتی تھی کہ جو اس کی محبت میں مر گئے تھے۔ ان عشاق کو اس نے قتل کیا تھا لیکن اس کو یہ معلوم تھا کہ ان لوگوں کی موت کا سبب خود وہی ہے اور اس کی ذمہ داری اس پر اتنی ہی عائد ہوتی ہے گویا اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے ان عاشقوں کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ ملکہ گریٹ کا اپنے عشاق کے دلوں کو جمع کرنا اور رانی کا اپنی گڑیوں کو جمع کرنا در حقیقت نفسیات کے ایک ہی اصول کے تحت آتا ہے۔

جلال ابھی تک کھڑا ہوا تھا اس نے پھر اس کشیدہ آواز میں دہرایا ............ "میں نے آپ سے یہ دریافت کیا تھا کہ آپ جادوگرنی رانی کی موت کو محض ایک نظری فریب قرار دیتے ہیں ؟"

میں نے کہا ............ "تم اس طرح مجھے دیکھ رہے ہو جلال کہ ڈر معلوم ہو رہا ہے۔ میں تمہارے سوال کا ہی جواب دے رہا ہوں۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہ ممکن ہے کہ رانی دماغی لحاظ سے خود کبھی اس فریب نظر کا شکار ہو جاتی ہو جو کہ دوسرے لوگوں کے دماغ میں پیدا کرتی تھی یعنی بعض اوقات وہ خود بھی یہ یقین کرنے لگتی تھی کہ گڑیاں زندہ ہیں

اس کے عجیب دماغ میں شیلا کی گڑیا کی طرف سے ایک نفرت موجود تھی۔ آخر کار ہم لوگوں کے حملہ پر غیظ آلود ہونے کی وجہ سے اس کے اس یقین نے خود اس کا خاتمہ کر دیا ابھی کچھ دیر پہلے میں نے کہا تھا تم نے یہ بات بہت معقول کہی ہے۔ کہ جادو عموماً ان لوگوں پر لوٹ کر حملہ کرتا ہے جو کہ اس کو چلاتے ہیں رانی اس گڑیا کو سخت سزا و ایذا دے دیتی تھی اس لئے اس کے دماغ میں یہ خیال تھا کہ اگر گڑیا کو موقع ملا تو اپنا انتقام لے گی۔ یہ خیال یا یقین اس قدر پختہ تھا کہ جب مناسب موقع آیا تو رانی نے یہی ڈرامہ پیش کر دیا۔ اس کا خیال ایک عمل میں تبدیل ہو گیا............ بالکل ممکن ہے کہ تمہاری طرح اس رانی نے بھی وہ خنجر نما پن اپنے حلق کے پار کر لیا ہو.........."۔

"بڑے احمق ہو تم!"۔

یہ الفاظ جلال کی زبان سے نکلے تھے............ لیکن ان کا لہجہ بالکل وہی تھا جو کہ رانی نے اپنے طلسمی کمرے میں یا پھر مردہ چمپا کے حلق میں اپنی آواز ڈال کر بولتے ہوئے اختیار کیا تھا!............ بالکل یہی معلوم ہوا کہ جلال کی زبان سے اب تیسری بار رانی یہی الفاظ میرے لئے ادا کر رہی ہے اس احساس کے ساتھ ہی میں کانپ کر کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔

"جلال میز پر جھکا ہوا تھا اس کی سیاہ آنکھیں خالی خالی سی تھیں............ کھوئی کھوئی سی!............ میں خود ہر اس سے چلا اٹھا"۔

"جلال جلال............ خدا کے لئے جاگ اٹھو............ بیدار ہو جاؤ"۔

اس کی آنکھوں کا یہ خالی پن غائب ہو گیا۔ نظر تیز ہو گئی۔ اور میری طرف جم جم گئی۔ اور وہ پھر اپنی آواز میں بولا۔

میں بیدار ہوں............ اور میں اس قدر بیدار ہوں کہ اب اور زیادہ آپ کی باتیں نہ سنوں گا۔ اس کے برعکس اب تم میری بات سنو ڈاکٹر شاہد............ میں تم سے کہتا ہوں جہنم میں ڈالو تم اپنی سائنس کو............ میں تم کو یہ بتاتا ہوں کہ............ جس مادی پردے تک تمہاری نظر جا کر رک جاتی ہے اس کے اس پار ایسی قوتیں اور طاقتیں موجود ہیں کہ ہم سے نفرت کرتی ہیں جن کو خدا اپنی برتر مصلحتوں کی بنا پر زندہ رہنے کی اجازت دیئے ہوئے ہے میں تم کو بتاتا ہوں کہ یہ قوتیں اس مادی پردے میں سے گزر کر باہر آ سکتی ہیں۔ اور رانی جیسی مخلوق کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہیں یہ ایک حقیقت ہے جادوگر اور جادوگرنیاں شیطانوں سے ساز باز رکھتے ہیں............ یہ ایک حقیقت ہے............ اور ایسی قوتیں بھی موجود ہیں جو ہماری دوست ہیں اور چیدہ لوگوں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہیں............ میں تم سے



کہتا ہوں کہ رانی ایک ملعون جادوگرنی تھی............ شیطانی قوتوں کا ایک آلہ کار............ شیطان کی داشتہ............ وہ آگ میں جل بجھی جیسا کہ ایک جادوگرنی کو جلنا چاہیے............ وہ جہنم میں جلتی رہے گی............ ہمیشہ ہمیشہ............ میں تم کو بتاتا ہوں کہ تمہاری وہ غریب نرس شیلا در اصل نیک قوتوں کا آلہ کار تھی............ اور آج وہ فردوس میں مسرور و شاداں ہو گی اور ہمیشہ رہے گی"۔

وہ اپنے جوش میں کانپتا ہوا خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میرے شانے کو چھو کر بولا۔

"مجھے بتاؤ ڈاکٹر شاہد............ اور ایسی دیانت سے بتاؤ گویا تم خدا کے سامنے کھڑے ہو............ اس ایمان کے ساتھ بتاؤ جو کہ میری طرح تمہارے دل میں بھی خدا کے لئے موجود ہے............ کیا تمہاری سائنس کی یہ باتیں تمہارے دل کو تسکین دیتی ہیں؟"

میں نے سنجیدگی سے کہا............۔

"نہیں............ جلال"۔

اور واقعی سائنس کے پاس ان عجیب چیزوں کا کوئی تشفی بخش جواب موجود نہیں۔

Pakistanipoint.com
Waqar Azeem